

MAY 2011

خواتین کی سب سے

سازگار میگزین

2

www.Paksociety.com

خواہنیں داریں

خط و کتابت کا پتہ

خواہنیں ڈائجسٹ

7-3۔ اردو بازار کراچی

ماہی و سمندری زندگی ————— حسنہ سید
 مسکین ————— سجادہ خان
 مسیحا ————— آفرین سید
 مہمانگیر ————— ریحانہ حسین
 مہر و قصہ ————— وصفت انیس
 مہر و قصہ ————— بلقیس بیگم
 مہر و قصہ ————— سائرہ خان
 مہر و قصہ ————— عابدہ خان
 مہر و قصہ ————— خجائے جلالی

MEMBER FOR
 APNS
 CPNE

We at PakSociety.com giving you the facility to download urdu novels,Imran series,Monthly digests with direct links and resumeable direct link along with the facility to read online on different fast servers
 If site is not opening .or you find any issue in using site send your complaint at
admin@paksociety.com
 or
 send message at
 0336-5557121

روزنامہ ہفت روزہ کراچی

پاکستان (سابقہ) ————— 500 روپے
 ایشیائی اور مغربی ————— 4000 روپے
 امریکا، کینیڈا اور برازیل ————— 5000 روپے





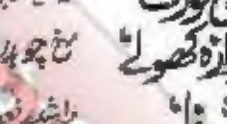
216 سخن واحد
100 نبیلہ عزیز
156 مریم ساجد



186 بشری سعید
68 عنایت سید



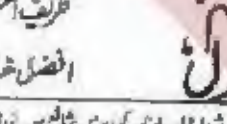
58 سیما بیگم فاضل
87 کنیز نبوی



92 ساجو پوری
149 راشدہ نعمت
254 چند لفظوں کی رست



261 ذوق گوگہ پوری
261 سہرہ عثمانی
260 ظریف احسن
260 افضل خان



261 غزل
261 غزل
260 غزل
260 غزل

14 مسدیں
15 اداس
28 نادر و خاتون
پہلے نام

20 آئندہ بین
23 شاہین ملک

مشعل راہ
یاد ساتھ ہے



276 عنیزہ سید

میری ڈائری ہے

287 امت الصبور

نہیں فاطمہ
لفظ روشنی ہیں

270 شامین رشید
25 ازارہ

چراغ آخر شب

38 رفعت نامید

www.pakbookcity.com

286 آپ کا باورچی خانہ
283 خالوجیلانی

262 رنگارنگ سلسلہ
280 غزل توہان

268 روشن حرف
265 خالوجیلانی

288 نفسیات
265 آپ کی سیاض ہے

290 نیوٹی بکس کے مشورے

290 امت الصبور

290 امت الصبور



262 رنگارنگ سلسلہ
280 غزل توہان

268 روشن حرف
265 خالوجیلانی

288 نفسیات
265 آپ کی سیاض ہے

290 نیوٹی بکس کے مشورے

290 امت الصبور

290 امت الصبور

262 رنگارنگ سلسلہ
280 غزل توہان

268 روشن حرف
265 خالوجیلانی

288 نفسیات
265 آپ کی سیاض ہے

290 نیوٹی بکس کے مشورے

290 امت الصبور

290 امت الصبور

290 امت الصبور

262 رنگارنگ سلسلہ
280 غزل توہان

268 روشن حرف
265 خالوجیلانی

288 نفسیات
265 آپ کی سیاض ہے

290 نیوٹی بکس کے مشورے

290 امت الصبور

290 امت الصبور

290 امت الصبور

262 رنگارنگ سلسلہ
280 غزل توہان

268 روشن حرف
265 خالوجیلانی

288 نفسیات
265 آپ کی سیاض ہے

290 نیوٹی بکس کے مشورے

290 امت الصبور

290 امت الصبور

290 امت الصبور

262 رنگارنگ سلسلہ
280 غزل توہان

268 روشن حرف
265 خالوجیلانی

288 نفسیات
265 آپ کی سیاض ہے

290 نیوٹی بکس کے مشورے

290 امت الصبور

290 امت الصبور

290 امت الصبور

262 رنگارنگ سلسلہ
280 غزل توہان

268 روشن حرف
265 خالوجیلانی

288 نفسیات
265 آپ کی سیاض ہے

290 نیوٹی بکس کے مشورے

290 امت الصبور

290 امت الصبور

290 امت الصبور



خواتین ڈائجسٹ کا شمار بے شمار ہے۔
زندگی ایک خوبصورت احساس اور اس کا انجام ایک تلخ حقیقت ہے۔ انسان کا دل تسلیم نہیں کر سکتا کہ ایک بڑی بہت تکلیف دہ جوتی ہے۔
ریاض صاحب کو دنیا سے رحلت ہونے دی سال گز گئے۔ ایک یقینی ہستی سے عہد کی یاد کا دکھ بھلانا آسان نہیں لیکن باعث اطمینان یہ ہے کہ ان کا عمل آج بھی اسی تسلسل سے رواں دواں ہے۔
خواتین ڈائجسٹ کا اجرا کرتے ہوئے ریاض صاحب کے سامنے ایک واضح مقصد العینی تھا۔ خواتین کے ذہنوں کو آجانا، انہیں باہر کی دنیا کی ادنیٰ شے سے روشناس کرانا اور ان کے اخلاق و کردار کی تعمیر اسی مقصد کو سامنے رکھ کر انہیں بے پہلے خواتین پھر کر ان احساس کے بعد شعاع کا اجرا کیا۔
اطلاہ خواتین ڈائجسٹ سے شائع ہونے والی خبروں نے ایک مثبت سوج پیدا کی۔ خواتین کہتے رہتے کا ذوق پیدا کیا۔ وہ خواتین جو گھر کی چار دیواری میں رہتی ہیں، ان کی سوچ میں نکلا آگیا۔ خاص طور پر ان میں جو شعور پیدا ہوا اس سے معاشرے میں ایک مثبت تبدیلی کی بنیاد رکھی۔
ریاض صاحب کی شخصیت میں قدردانیت نے بہت سی خوبیاں ابھار دی ہیں۔ ان کے دوست احباب و رشتہ دار ان کے ساتھ ادا رہے ہیں کام کرنے والے سب ہی ان سے محبت کرتے تھے۔
آج وہ ہم میں موجود نہیں ہیں مگر ان کی یادیں آج بھی ذہن کا حصہ ہیں۔
10 مئی کو ریاض صاحب کی برسی کے موقع پر قارئین سے دو ملتے مغفرت کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ اپنے سایہ و رحمت میں رکھے۔ آمین۔

تصویری بناتے جائیں

مفتیوں کے شخص مانگن کا سلسلہ اس ماہ شامل نہ ہو سکا۔ ان شاء اللہ اکتوبر ماہ آپ کے سلسلہ پڑھ لیں گی۔

اسٹن شمارے میں

- 1 غور احمد کا مکمل ناول۔ مصنف۔
- 2 حبیب الرحمن کا مکمل ناول۔ مائے فی میں کنوں آگیاں
- 3 مریم صاحبہ کا مکمل ناول۔ نگر گئے گلاب سامے
- 4 منیرہ سید اور بشری سعید کے ناول
- 5 کثیر لکھی، رخ پروردھری، بیابانت یاسم، راشدہ رفعت اور مصباح علی کے اضافے
- 6 رفعت ناہید سجاد کا ناول۔ چراغ آگیا
- 7 خواتین کرکٹ ٹیم کی پاکستان میں قیام سے ملاقات
- 8 فقط روشنی ہیں۔ قادیان سے سر دے
- 9 کرن کرن روشنی۔ اعادہ شہزادی علیہ وسلم کا سلسلہ
- 10 نفسانی ازدواجی انجیل اور دیگر دلچسپاں شامل ہیں۔
خواتین ڈائجسٹ پڑھ کر ان کے مزے و تفسیر ہم آپ کے خطوط ادوای میل کے منتظر ہیں۔

قرآن پاک زندگی گزارنے کے لیے ایک لائحہ عمل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قرآن پاک کی علی تشریح ہے۔ قرآن اور حدیث دین اسلام کی بنیاد ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قرآن مجید دین کا اصل متنہ اور حدیث شریفہ اس کی تفسیر ہے۔
پوری امت مسلمہ اس پر متفق ہے کہ حدیث کے بغیر اسلامی زندگی ناممکن اور اوروں کی ہے اس لیے ان دونوں کو دین میں حجت اور دلیل قرار دیا گیا۔ اسلام اور قرآن کو سمجھنے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادیات کا مطالعہ کرنا اولین و سہولت بہت ضروری ہے۔
کتب اعادہ میں صحاح ستہ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، جامع ترمذی اور موطا مالک کو جو مقام حاصل ہے اور کسی سے مخفی نہیں۔
ہم جو اعادہ شائع کر رہے ہیں اور ہم نے ان ہی چھ مستند کتابوں سے لی ہیں۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادیات کے علاوہ ہم اس سلسلے میں صحابہ کرام اور بزرگان دین کے حق آمد و اتفاقات بھی شائع کر رہے ہیں۔

مکین کن روشنی

اولیٰ

اللہ کے شکر گزار بندے

حضرت ابو کنود (عبد اللہ بن عاصم) انوری رحمۃ اللہ نے حضرت خیانت سے روایت کرتے ہوئے اس آیت مبارکہ کہ تفسیر میں یہ حدیث بیان فرمائی (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

”اور من لوگوں کو اپنے سے دور مت کریں جو اپنے پروردگار کو صحیح و شام نہایتے (اور اس کی عبادت کرتے) ہیں۔ وہ اپنے رب کا چہرہ (رضامندی) چاہتے ہیں۔ ان کے حلیب میں سے کسی چیز کا بوجھ ان پر نہیں اور آپ کے حلیب میں سے کسی چیز کا بوجھ ان پر نہیں“ پھر اگر آپ ان کو اپنے سے دور کریں گے تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے (سورۃ النعام)

حضرت خیاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (قبول اسلام سے پہلے) حضرت اقرع بن حابس عسکری اور حضرت جھنہ بن حصین قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرا

(بلاں) مسلمانوں کی جماعت میں حضرت حبیب حضرت بلالؓ حضرت عمارؓ اور حضرت خیاب رضی اللہ عنہم اور ایسے ہی کچھ دوسرے غریب اور کمزور مسلمانوں کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ جب انہوں نے ان حضرات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھ دیکھا تو انہیں حقیر جانا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں بات کی اور کہا

”ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ (آئیں)“ تشریف رکھیں تاکہ اہل عرب کو ہماری فیصلت (اور بلند مقام) کا پتہ چلے کیونکہ آپ کے پاس عرب (کے مختلف علاقوں) کے وفد آتے ہیں اور ہمیں اس بات سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ عرب کے لوگ ہمیں ان غلاموں کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھیں ہمیں لیے جب ہم آپ کے پاس آیا کریں تو آپ انہیں اپنے پاس سے اٹھا کر کریں جب ہم فاسک ہو جائیں تو پھر آپ چاہیں تو ان کے ساتھ بھی تشریف رکھیں۔“
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”نیک ہے“

انہوں نے کہہ "ہمیں (اس صحابہ کی) ایک نذر لکھ دیجئے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنے کا سامان طلب فرمایا اور لکھنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا لیا۔ ہم قریب سلطان ایک طرف بیٹھے تھے۔

اسنے میں جبریل علیہ السلام اترے اور (وہی کی آیات سناتے ہوئے) فرمایا پھر اقرع بن حابس اور عتبہ بن حصین رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا (جو اس وقت غیر مسلم تھے) اور فرمایا:

"اور اسی طرح ہم نے بعض کو بعض کے قریب سے آنا نفل میں ڈالا ہے تاکہ وہ لوگ ہمیں دیکھ کر کہیں کیا ہم میں سے یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے؟ کیا اللہ اپنے شکر گزار بندوں کو (ان سے) زیادہ نہیں جانتا؟ پھر فرمایا اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آنکھوں پر ایمان رکھتے ہیں تو کہہ دیجئے تم سلام ہو۔ تمہارے رب نے تمہاری کو اپنے ذمے لازم کر لیا ہے۔"

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں چنانچہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آگئے حتیٰ کہ ہم نے آپ کے گھنٹوں سے اپنے گھٹنے ملا دیے۔ پھر (یہ کیفیت ہو گئی کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ کئی دیر تک بیٹھے رہتے۔ پھر جب آپ اٹھنا چاہتے تو تشریف لے جاتے اور ہمیں بیٹھے رہنے دیتے۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

"اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ رکھ رکھو جو صبح شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں۔ وہ اس کی رضا کے طالب ہیں۔ آپ کی نظر اس میں چھوڑ کر وہ رسولوں کو ان کی طرف نہ جائیں (ان سرآمدوں کے ساتھ نہ بیٹھیں) تاکہ آپ دنیا کی زندگی کی لذت چاہنے لگیں اور آپ اس شخص کی بات نہ سناں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے (عصبہ اور اقرع وغیرہ) اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلتے ہیں اور اس کا معاملہ حد اعتدال سے ہٹا ہوا ہے (اکبر) کا باوٹ

ہے۔"

صحابی بیان کرتے ہیں اس سے مراد عصبہ اور اقرع کا معاملہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وہ لوگوں کو اللہ و ان فرمایا اور دنیا کی زندگی کی مثال بیان فرمائی۔

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اس کے بعد ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے تھے لیکن جب وہ وقت آتا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھنے کا (وہ مولا) ہوتا تھا تو ہم خود ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اٹھ جاتے تھے تاکہ آپ بھی تشریف لے جائیں۔

فوائد و مسائل : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی ہدایت کا اتنا خیال تھا کہ اس کے لیے بعض ایسی شرائط بھی تسلیم کرنے کا جو حقاہ و حقیقت میں آپ کو اتھلی بنا کر رکھیں۔

اللہ تعالیٰ غلط مومنوں کی خواہشات پوری فرماتا ہے۔

اگرچہ زانی معاہدہ بھی واجب العمل ہوتا ہے تاہم لکھ لیا بہتر ہے۔

اس واقعہ سے قدیم الاسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام اور حق کی عظمت واضح ہے۔

پہلے اسلام لانے والے صحابہ بعد میں اسلام لانے والے صحابہ سے افضل ہیں تاہم بعد والے بھی واجب الاحرام ہیں اور تابعین سے افضل ہیں۔

مٹی اور مسک کو چاہیے کہ غلط مساحیوں کے جذبات کا خیال نہ رکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں معمول بھی درست تھا کہ جب ضرورت محسوس فرماتے مجلس سے اٹھ جاتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے رہتے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سکھے ہوئے مسائل یاد کریں اور ایک دوسرے سے وہ احادیث سنیں جو براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی ہوتی تھیں۔

بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو زیادہ سے زیادہ

اختلاف کا موقع عنایت فرمائیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ دیر تک تشریف نہ رکھتے تھے۔ صحابہ کرام نے محسوس کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرز عمل سے شفقت اٹھائی پڑتی ہے اس لیے وہ خود ہی مناسب وقت پر مجلس پر غصت کر دیتے تھے تاکہ آپ کو آرام و استراحت اور دوسرے ذاتی امور کے لیے کافی وقت مل سکے۔ استاد کو چاہیے کہ طلبہ کو زیادہ سے زیادہ استفادے کا موقع دے لیکن طلبہ کو بھی چاہیے کہ وہ استاد پر زیادہ بوجھ نہ ڈالیں۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

یہ آیت ہم چھ افراد کے بارے میں نازل ہوئی ہے میرے پاس میں حضرت عبداللہ بن مسعود صہیب غار، مقداد اور بلال رضی اللہ عنہم کے بارے میں۔ انہوں نے فرمایا قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تم ان (قریب افراد) سے کم تر نہیں بننا چاہتے، لہذا انہیں اپنے پاس سے ہٹا دیجیے اس بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اللہ کی مشیت سے کوئی خیال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی۔

"ان لوگوں کو اپنے پاس سے مت ہٹائیے جو صبح شام اپنے رب کو اس کی رضا کے حصول کے لیے پکارتے ہیں۔"

زیادہ مال رکھنے والوں کا بیان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "زیادہ مال رکھنے والوں کے لیے ہلاکت ہے مگر جس نے مل کو اس طرح، اس طرح اس طرح فوراً اس طرح (خرچ) کیا۔ یہ فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں بائیں آگے اور پیچھے چاروں طرف (ہر طرف) ایک بار ارشاد فرمایا۔

فوائد و مسائل : مل حرم اور نکل کے ذریعے سے جمع ہو تا ہے اور یہ دونوں مذموم خصوصیات ہیں۔

بازر طریقت سے کیا ہوا مال بھی اللہ کی برکات اور نیکی کے کاموں میں خرچ کرنا ضروری ہے اپنی ذاتی آسائشات اور کمینہ صلت پر مل صرف کرنا درست نہیں۔

سفارت کرنے والا ملاکت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہ عمر اس کا مال اس کے لیے نیکیوں میں اٹھانے کا باعث بنتا ہے۔ جس قدر زیادہ خرچ کرے گا اتنا ہی جنت میں بلند درجات کا مستحق ہوگا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"زیادہ مال والے قیامت کے دن (دوسروں سے درجات میں) نیچے ہوں گے مگر جس نے مل کو اس طرح اور اس طرح خرچ کیا اور اس کی کمائی پاک (اور طلال ذراخ) سے ہوئی۔"

فائدہ : سفارت سے اس شخص کو فائدہ ہو سکتا ہے جس کی کمائی طلال ہو (مذہب احرام کمائی سے بچنا اتھلی ضروری ہے۔

زیادہ مال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"زیادہ مال والے زیادہ نیچے ہوں گے مگر جس نے اس طرح، اس طرح اور اس طرح خرچ کیا۔" (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا۔

سفارت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اگر میرے پاس احد پناہ جتنا سونا ہو تو میں نہیں چاہوں گا کہ مجھ پر قیصری وراثت آئے اور (اس وقت نبی) اس میں سے کچھ میرے پاس (بچاؤ) (موتوں ہو) مگر اتنی چیز جسے میں قرض کی آوازیں کے لیے سفیل رکھوں۔"

فوائد و مسائل : اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارت کا بیان اور امت کے لیے ترغیب

ہے۔
 احد ایک بڑا پیمانہ ہے کہ اس کو سناؤ تین دن میں تقسیم
 نہیں کیا جاسکتا اس کے بارہوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
 خواہش یہی تھی کہ اگر کتنا سال بھی ہو تو وہ بھی دو تین دن
 میں مکمل طور پر تقسیم کر دیا جائے۔

قرض کی ادائیگی قرض خواہ کا حق ہے اس کی ادائیگی
 مطالبہ سے لازم ہے۔

قرض لینا دینا جائز ہے لیکن قرض لینے وقت یہ نیت
 ہونی چاہیے کہ جلد از جلد ادا کر دیا جائے گا۔

سنبھال رکھنے کی ضرورت تب پیش آسکتی ہے
 جب ادائیگی کا مقرر وقت آنے میں کچھ وقفہ باقی ہو تاکہ
 جب قرض خواہ مطالبہ کرے تو ادائیگی کا اہتمام کرتے
 ہوئے ادائیگی میں تاخیر نہ ہو جائے۔

اگر قرض خواہ قریب موجود ہو تو مقررہ وقت سے
 پہلے خود جا کر ادائیگی کر دینا افضل ہے لیکن اگر اس سے
 رابطہ مشکل ہو تو رقم سنبھال کر رکھنا مناسب ہے تاکہ
 ادائیگی جلد از جلد کی جاسکے۔

حضرت عمو بن عیلال ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا۔

”یا اللہ! جو شخص مجھ پر ایمان لایا میری تصدیق کی
 اور اس نے (دل سے) جان لیا کہ میں جو (شریعت)
 لے کر آیا ہوں وہ میری طرف سے حق ہے تو اسے کم
 بل اور لولاؤں اور اسے اپنی ملاقات کی محبت
 نصیب فرما اور اسے جلدی موت عطا فرما اور جو مجھ پر
 ایمان نہ لایا میری تصدیق نہ کی اور یہ یقین نہ کیا کہ
 میں جو (شریعت) لے کر آیا ہوں وہ میری طرف سے
 حق ہے اس کو بہت مل اور لولاؤں سے گھرا اس کی عمر
 طویل فرماؤ۔“

دعا

حضرت قتادہ (بن عبد اللہ) اسدی رضی اللہ تعالیٰ
 سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک آدمی کی طرف بھیج کر اس

سے ایک اونٹنی طلب فرمائی۔ اس شخص نے (اونٹنی
 دینے سے) انکار کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے مجھے ایک اور آدمی کی طرف بھیجا وہ اس نے
 ایک اونٹنی بچھڑا دی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اونٹنی کو دیکھا تو فرمایا۔

”یا اللہ! اس میں برکت عطا فرما اور اسے پیچھے
 والے کو بھی۔“

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے کہا
 جو اسے لے کر آیا (اس کے لیے بھی برکت کی دعا
 فرماؤ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”اور جو اسے لے کر آیا۔“ (اللہ اسے بھی برکت
 دے۔)

پھر آپ کے حکم سے اسے لایا گیا اس نے بہت
 لادھ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے
 پہلے شخص کے بارے میں ”جس نے انکار کر دیا تھا“
 فرمایا۔

”یا اللہ! اقبال کامل زیادہ فرما۔ اور جس نے اونٹنی
 بھیجی تھی اس کے حق میں فرما۔“

”یا اللہ! اس کو روزگار نفع دلاؤ۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
 ”ہذا کہ ہو جائے (تجاہد ہو جائے) کو بہتر کارندہ اور ہم کا
 بندہ تکمیل کارندہ اور چار کارندہ اگر اسے سچا جائے تو
 خوش رہتا ہے اگر نہ دیا جائے تو افسوس والا کارندہ پورا
 نہیں کرے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”ہذا کہ ہو جائے (تجاہد ہو جائے) کو بہتر کارندہ اور ہم کا
 بندہ تکمیل کارندہ اور چار کارندہ اگر اسے سچا جائے تو
 خوش رہتا ہے اگر نہ دیا جائے تو افسوس والا کارندہ پورا
 نہیں کرے۔“

فوائد و مسائل : دنیا کا لالچ مذموم ہے۔ جب
 محبت و نفرت کی بنیاد محض دنیوی مفاد پر ہو جائے تو
 غلوں بطنی نہیں رہتا اس صورت میں خلیفہ
 المسلمین یا اس کے نائب سے بیعت بھی اللہ کی رضا

کے لیے اور اسلامی سلطنت کی حفاظت اور خدمت
 کے لیے نہیں ہوتی اس طرح یہ تنظیم نیکی بھی تمام
 برکت سے محروم ہو کر رافضی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔
 دینی جماعتوں اور تنظیموں سے تعلق اللہ کی رضا اور
 لوگب کے لیے ہونا چاہیے۔ اسی نیت سے عمرو اور
 زید داری قبیل کی چلے اگر محسوس ہو کہ محبت
 کرنے کے باوجود جماعت میں اہمیت تسلیم نہیں کی جا
 رہی تو انکار سے باز رہیں جو کہ جماعت سے الگ نہ ہو
 جائے بلکہ اگر یہ محسوس کیا جائے کہ جماعت یا
 تنظیم کے مفاد پر یہ صحیح امتداد سے کام نہیں کر رہے اور
 توجہ دلائے کے باوجود اصلاح پر لگے نہیں تو خاموشی
 کے ساتھ تنظیم سے الگ ہو جائے۔

درعمودہ کے بارے سے مراد شخص ہے جو دنیا
 کے بدل دولت کی آبی خواہش رکھتا ہے کہ اس کی تمام
 سرگرمیاں کا محور حصول دولت بن کر رہتا ہے اس
 طرح دولت سے خدمت لینے کے بجائے دولت جمع
 کرنے اور سنبھالنے میں مصروف رہتا ہے گویا دولت
 اس کا اقامت گاہ ہے اور وہ غلام یا پھانسی۔
 دولت کے بیماری کے لیے بد دعا کی گئی ہے کہ وہ جلد
 ہو جائے۔ مذ کے مل کرنے اور سر کے مل کو نہ دھاہو
 جانے سے یہی مراد ہے۔ کائنات نگاہ جانے سے مراد
 یہ ہے کہ وہ مشکلات میں پھنسا رہے اور اس کی مدد اور
 نجات کی کوئی صورت پیدا نہ ہو۔

قناعت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”امارت
 سلان کی کثرت سے نہیں ہوتی بلکہ امیری تو دل کی
 امیری ہے۔“

فوائد و مسائل : انسان دولت اس لیے حاصل
 کرتا ہے کہ اس کے کام چلتے رہیں لیکن جب دولت
 خود مقصود بن جائے تو پھر مال و دولت کی کثرت کے
 باوجود سکون و اطمینان حاصل نہیں ہوتا جس کے
 لیے کوشش کی جاتی ہے۔

قناعت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے پاس موجود
 رزق کو کافی سمجھے اور اپنی ضروریات کو اس حد تک
 محدود کرے کہ حلال روزی میں گزارا ہو جائے۔
 دولت مند وہ ہے جس کا دل دولت مند ہے اور دل
 دولت مند جب ہوتا ہے جب اس میں حرص اور بخل نہ
 ہو لہذا آدمی خود کو ملے سے مل سے اتنی خوشی حاصل
 کر لیتا ہے جو حرص کوئی کو بہت زیادہ مل سے بھی
 حاصل نہیں ہوتی۔

کامیاب

حضرت عبد اللہ بن عمو بن حاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا۔

”کامیاب وہ ہے جسے اسلام کی ہدایت مل گئی
 ضرورت کے مطابق رزق مل گیا اور وہ اس پر قانع ہو
 گیا۔“

فوائد و مسائل : اسلام سب سے بڑی دولت
 ہے کیونکہ اس سے آخرت میں جنت ملتی ہے جس
 سے بڑی کوئی نعمت نہیں۔

”رزق کفاف“ کا مطلب یہی مدنی ہے جس سے
 بنیادی ضروریات بغیر فضول خرچی کے پوری ہوتی
 رہیں اور قرض اخذ کی ضرورت نہ پڑے۔
 کامیابی دولت کے ذخیر جمع کرنے کا نام نہیں بلکہ
 موجود رزق پر قناعت اور شکر اصل دولت اور بڑی
 کامیابی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”یا اللہ!
 محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والوں کو ضروری
 حاجات کے مطابق رزق عطا فرما۔“

فوائد و مسائل : انسان کو چاہیے کہ اپنے گھر
 والوں کے لیے بھی اچھی عادات و خصائص کی خواہش
 رکھے ضرورت کے مطابق رزق کا مطلب یہ ہے کہ
 ضرورت سے زیادہ نہ ملے جسے جمع کر کے رکھا جائے
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد و قناعت امت کے لیے
 بہترین نمونہ ہے۔

مشعلِ وارث

آمنہ زین



زندگی کا سب سے بڑا راز۔ جس پر ہمارے
چینے کی خواہش اور اس کے لوازمات کا پہلو پڑا رہتا
ہے۔ موت ہے!
اس حقیقت کو جتنا مرضی جیسے مرضی ٹول کر بدل
کر ریخ پلیٹ کر الٹ کر دیکھ لیں۔ یہ جوڑ کوئی
بھی تو نہیں سکھ اور یہ بے انتہاری ہمیں یاد دلاتی
ہے کہ ہم خدا نہیں ہیں۔ خدا کوئی اور ہے! لیکن صبح
و شام کے آنے جانے کو معمول سمجھنا۔ کاروبار
حیات میں چڑھنا اور اترنا۔ موت کے مختلف واقعات
کو چمکنا۔ ہمیں اس قانون کی یاد دہانی تو کروانا ہے۔
یاد رہے ہمیں دینا!
موت سے مشوب خواب ہمیں موت کی طرف
سے رخ پھیر کے کھڑا ہونے پر مجبور کرتا ہے۔
ملت کم ہے۔ یہ دھمکی ہمیں ہر دور ملتی ہے۔
مگر ہم اس دھمکی کو چند زندگی میں ادا کرنا چاہتے

ہیں۔ یہ چیز ہماری حیات کی ترجیحات کا تعین کرتی
ہے۔
زندگی بڑی ہے؟ مگر موت کا خوف؟ یا پھر خود موت
ہی سب سے بڑی ہے؟
یہ تین سوال نہیں ہیں۔ یہ زندگی گزارنے کے
ایسے اپنے خواب ہیں۔ زندگی بڑی کب ہوتی ہے؟ کیا
مسائل کی کتنی بے چارہ ہے؟ یا آسائش کے طویل
ہو جانے سے؟
زندگی ختم ہو جاتی ہے؟ جب چلتی ہوئی سانس کی
کوئی نہ چلے؟ یا پھر خود کو حلقہ احباب سے دوری کا
انٹل چاہئے؟
کی نہیں!
زندگی کے جہم کو بڑا کرنے کے لیے نہ سانسوں کا
سہارا کم آتا ہے۔ دھن دلائے کے انبا۔ اور نہ
ہی زندگی موجود ہے۔ ہم ہو جانے سے خالی ہو جاتی ہے!

باقی تو وہ جو ہے۔ حیات موجود ہے۔ بعد از
حیات بھی۔ بعد از مرگ بھی۔ زندگی کو جب
دوسروں کے لیے جیا جائے۔ تو مسلت کے ختم
ہو جانے پر۔ مسلت تو کم لگتی ہے۔ لیکن زندگی بڑی
ہو جاتی ہے!
زندگی انسان ہر دو طرح سے ویسے جیتا تو دوسروں ہی
کے لیے ہے۔ اور وہ جو لوٹھے اس کی زندگی دوسروں
کے لیے ہی صرف ہوتی ہے۔ مثلاً؟ اور کون؟
یہ دوسرے خاندان دوست احباب ہیں۔ اولاد۔
رشتہ دار۔ ساگراں!
جب وہ خود کو نمایاں کرنے کی تگ و دو میں
برسرِ کار ہوئے۔ تب بھی۔ دوسروں ہی کی خاطر
جیتا ہے کہ ان کو دکھائے کہ وہ کس قدر باصلاحیت
ہے۔ لباس ہی کو پہنے۔ بعض اوقات ہم اسے بھی
دوسروں ہی کی خاطر پہنتے ہیں۔
لیکن دوسروں کی یہ مفید حساب ہے پرانے کی حد
پہنی کو ختم کرتی ہے۔ جب یہ ظاہری اسباب کی قدر و
قیمت میں کمی بیشی کو خاطر میں نہیں لاتی۔ ان دوسروں
میں شامل ہونے کے لیے حسبِ لب نہیں پوچھا
جائے!
تو اس زندگی اور ایک عام گزر جانے والی زندگی میں
یہ فرق ہوتا ہے!
عام سے مراد؟ کیا عام لوگوں میں ہم محض مجرم
و سائل لوگوں کو شمار کرتے ہیں۔ جن کو روزی روٹی کے
لیے مناسب حالات میں ناپائیدہ مشقت کرنی پڑتی
ہے۔
کی نہیں!
دھن دولت۔ اسباب و وسائل نامہ نمود۔ مقدر کا
سکندو جیسی خوبیوں سے مرقع لوگ بھی عام زندگی گزار
جاتے ہیں۔ جب وہ محض اپنے اور اپنے اپنے کے لیے
زندگی سے ٹھہر کر اپنا حصہ کامیابی کی صورت و وصل
کر رہے ہوتے ہیں!
کولہو کے قتل صرف و مزدور تمیں ہیں۔ جو صبح

سے شام مشقت کی زندگی گزارتے ہیں۔ وہ بھی ہیں۔
جو اپنی اعلا ترین صلاحیتوں کو حاصل بھی نہیں کے مل
ہوتے۔ کرتے ہیں۔ لوہو جب خرچ کرتے ہیں۔ تب
بھی ماحول ہر قسم سے کرتے ہیں۔
یہ سنی کا سینہ ہے۔
مبارک سال ہم جن کو تصور میں تیار اور خیال کو شلو
رکتے ہیں۔ یہ برسی اگر ہمیں پھر سے حقیقت کی
دھوپ تلے کھڑا کر دیتی ہے۔
دس سنی محمود ریاض صاحب کی برسی کا دن ہے۔
اس بار مجھے یہ اعزاز بخشا گیا ہے کہ اس وفد ان کی یاد
میں کچھ لفظ نذرانہ عقیدت کے طور پر پیش کروں۔
اور محبت و عزت و قدر کے تحفظ کا عزم لے جو قافلہ
انہوں نے تشکیل دیا تھا۔ میں بھی اس کا حصہ ہونے کا
اعتراف کروں۔
اس قافلے کا حصہ کون نہیں؟
ہر بھٹولا اس کا رول کا حصہ ہے۔
یہ شخص وقت گزاری کی دلکش ترغیب نہیں۔ بلکہ
ایک سوچ۔ ایک فلسفہ اور ایک خاموش تحریک ہے۔
خاموش اس لیے نہیں کہ مکالمہ باقی نہیں۔ بلکہ اسی
لیے کہ بلند و بانگ انشاد کے دھوئیں کے بغیر اس کی
رسائی و پہنچ تک ہے۔
آج میں سوچتی ہوں۔ تو مجھے خیال آتا ہے۔ کیونکہ
ہر حاصل شدہ چیز کو انسان بس استعمال کر لیتا ہے مگر
اس کی دستیابی کے مراحل پر غور کرنے کی مسلت کم ہی
پاتا ہے۔ خواب بھی محض خیال کا سندرو روپ نہیں۔
بلکہ خواب کے بھی بخت ہوتے ہیں۔ بلند بھی اور
پست بھی۔
ہم میں سے کبھی کسی نے 39 سال پہلے دیکھے
جانے والے ایک خواب کو بھی سوچا؟ سوچے۔ کسی
شے کے ہونے کے تجربے دیکھے ہوئے خواب کو سوچنا
بھی ہمیں ایک نئی دنیا سے روشناس کرواتا ہے۔
اس خیال کی قدرت خود آپ اپنی مثال ہے۔
اور انہوں نے محض خواب دیکھا نہیں۔ کاشت
کر دیا۔ فکری کی زرخیز زمین میں انہوں نے اس



کیا دساکتا ہے

شاہین ملک

جیسے یا انشا جی کا کلام آگاہ کسی نہ کسی صورت گھر کی لائبریری کی زینت بنا۔ میرے والد مرحوم کہا کرتے تھے میں خاندان سے میراثی کار شہ ہے۔ ان کی کتابیں پر مولود اور مولود نگاری کا فن سمجھ میں آئے گا۔ میں پہلے بھی کہیں لکھ چکی ہوں کہ کثرت سے لکھنے کے بعد پڑھنے کے شوق نے مجھے لکھنے پر بھی اکتاہٹ کی اور بسلا افسانہ میں نے ریاض صاحب کے رسالے "خواتین و انجسٹ" میں دیکھا خاموشی سے ایک دن اسی کے ساتھ اور رنگ و سبب ماورکٹ کی سیریاں عبور کیں، سوچا کچھ گایڈے ہی بے لوب اور بدذوق سے ماحول میں مرحوم نے اپنے تخلیقی ولولہ کا شکار بنا رکھے ہیں۔ افسانہ ذرا زیادہ بے خوفی اور جرأت سے لکھا گیا تھا۔ پسند آیا تو پھر یہ سلسلہ چلی ہی رہا۔

انشا جی کو تو وقت نہیں مل سکا صرف گڈ کہتے اور میں سمجھ جاتی۔ سوچ رہے تو خدا کرنے کا سوال ہی نہیں اٹھاتا پھر ایک روز یوٹیوٹھے بٹھائے اس ونڈر فلڈ میں ملازمت کی تخلیق غالباً "نی اسے کے رزلٹ

ریاض صاحب کو دیکھتے ہی جو بسلا ناثر ہوتا تھا کہ ان کا چہرہ پوری ایک کہانی کی طرح آگاہی دے گا خوشی و غمی، تیار آتی اور شفقت یعنی اس تصویر میں اس قدر رنگ ہوا کرتے تھے کہ بس فوراً اپنے مزاج کے مطابق فیصلہ کر لیتے کہ تب کو کتاب لانا ہے اور کتابستان ہے اچھا لونا ہے یعنی کوئی اچھی بات ان کے مزاج کے مطابق کہنی ہے یا خاموش رہنا ہے۔ مجھے ان کے مزاج سے بہت ڈر لگا تھا مگر انشا جی تو بڑے تھے اور بڑے لوگوں کو ہماری ہمارے جے جے کبھی حیر حاصل "پروگرام" میں ہم ان کی کتاب پر کچھ لکھتے پڑھنے کی جرأت کہتے تو ہمیں کھوڑے کے بجائے ہنسنے دیتے کہتے "بڑی پوری کتاب واقعی پڑھ لی ہے کیا؟" اور پڑھتے نہ ہوتی کہ ان کے سامنے زبان کھولتے۔

میرے ابا مرحوم علی محمد ملک سے ان کی امر تفریحی حیرت یا افسانہ جی مگر تقسیم کے بعد ابا پر ان اور پھر کثرت خصل ہو گئے تھے ہوں ملنا ملنا اور خلوا کثرت کم ہو گئی جتنی کتابیں مکتبہ خواتین و انجسٹ سے

لیے جو میں آتا۔ اور اس کی تشکیل و ترتیل میں ان کی شانہ روز گھر تک محنت اور لگن کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ جو میں سال بیٹوں کی مرگ نامکمل کے صدمے جھیل کر بھی ان کے اپنے استقلال میں متوجہ نہ آئی۔

مگر میں ان الفاظ کے توسط سے ہر ایک تکسبات پہنچانا چاہتی ہوں کہ ایسی زندگی ہمارے لیے تشکیل دے دیں۔ ہمارے لیے اوسطہ سمجھنے کا ذریعہ ہیں۔ سخاوت صرف دل کی نہیں ہوتی۔ یہ اخلاق و علم اور محبت کی بھی ہوتی ہے۔ یہ زندگی کو قیمتی بنانے والے وقت کی بھی ہوتی ہے۔

اور آپ ہی بتائیں کہ سخاوت کبھی کوئی محض اپنے ساتھ روا رکھ سکتا ہے؟ یہ تو دوسروں ہی کے ساتھ بڑے رہنے والا عمل ہے۔ جو آپ کو کسی بھی لمحہ ان سے الگ ہونے کی غمیں دیتا۔ دھن دھن کی سخاوت سے بڑی سخاوت ہے۔ اپنے نظریات اپنے تہذیب اور وقت کو دوسروں کے لیے خرچ کرنا۔

اور اس کا اجر اس کا نتیجہ ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ تو پھر کیا یہ انسپکشن نہیں؟ محمود ریاض صاحب کی زندگی مسلسل استقامت بلند دکھائی دیتی اور اسے وہی "توان" کی کامیابی کہہ سکتے ہیں۔

خدا نے کل کائنات سے لے کر ہمارے لیے کہ ان کے کاموں کو دیا اور ان کے دل کے اور ان کے طرز زندگی سے دوسروں کو فیض دیا۔

اور جس بھی اس فیض سے حصہ ہوتا ہے۔ انہ ان کے درجات کی بلندی کا تسلسل جاری رکھے۔ آمین۔

ۛۛ

خواب کا بیج بویا۔ جس کی تعبیر نے نہ صرف ان کی حیات کو روشن کیا بلکہ آنے والی نئی نسلیوں تک اس روحانی کی شہا میں پہنچا دی ہیں۔ لیکن کیا محض بویے ہی سے کبھی فصل ابھارتی ہے؟

روشن تعبیریں پانے کے لیے خواب کاشت کرنے کے لیے۔ باری اپنی لگن سے تیار ہی کرتا ہے۔ کڑے موسموں کو بھیٹتا ہے۔ اقدار کی پاسداری و نظریات کا تحفظ۔ تخلیق سے محبت اور خالق کی شناس۔ اور تلاش۔ ان تک محنت اور خاص جذبہ۔ محبت اور محض محبت!

کیا ہم اپنے شمار سے محبت نہیں؟ تو یہ اسی محبت کا فیض ہے!

ہمیں ہمارا شمار ملنا رہا۔ کیسی ہی قیامت کیوں نہ گزرے۔ مگر تقاسم پہ ہمارا۔

کیا یہ حقیقت بذات خود استقلال کی کہانی نہیں؟ کیا یہ حقیقت خود حقیقت شناسی کے کام نظر نہیں کہ قدرت کا کام ظاہر ہوتا ہے۔ اور ہمارے کام محض اپنے فرض کی لوائیگی۔ اب وہ اس فرض کو محض اپنے وجود تک محدود کرے یا اللہ جل جلالہ کی طرف سے تو پھر اس کے بہت ہیں!

تو پھر؟ زندگی ختم ہو گئی؟ "ہاں۔ ہو گئی۔ مگر کیا واقعی؟ یہ فائز ہے؟ خواب سے حقیقت تک کے اس سفر میں کارواں چلتا رہے گا۔

سالانہ کارواں کو ہمیں پانے گا؟ اور آخر میں شاہد میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ زندگی کا ہر ذرہ ہستی ہے۔ ہر لمحہ ڈٹے رہنا ہی بلوری ہے۔

محمود ریاض صاحب کی تمام زندگی ہمارے سامنے نہ سہی۔ ان کی زندگی کے چھ گوشے تو ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ خواتین و انجسٹ ان کی بدولت ہمارے

لفظ روشنی ہیں

اداکار

رضوانہ خان۔۔۔ تار تھ کر اجی

حیثیت خواتین ڈائجسٹ سے دانش کے ایسے ایسے بہترین موتی ملے ہیں کہ جن سے زندگی کے بہت سے امتحانات میں اسمبلی اور سرخوئی نصیب ہوئی۔ ان روشن الفاظ و جملوں نے ذہن میں روشنی ہی روشنی بکھری۔ ”ایک لکھ خواتین ڈائجسٹ“

1۔ جی جناب! تو اب آتے ہیں شاندار سوے میں پوچھ گئے شکر دار سوالات کی جانب۔ قسم اتنے زبردست سوالات ہیں کہ جس دن ڈائجسٹ خرید کر اسی دن جوابات لکھنے بیٹھ گئی۔ پول تو بہت سے جملے اور پیرا گراف ہیں جو سیدھے جا کر دل میں گھر کر گئے۔ ذہن روشن کر گئے۔ سب لکھ دیے تو شاید سوے میں کسی اور کے لیے گنجائش ہی نہ رہے (لو کرو تو کل۔۔۔ خوش قسمی کی کوئی حد ہے۔ جیسے سب ہی تو شائع ہو جائیں گے ہلہل۔ لی ہر حال کچھ انتخاب نذر قارئین ہے۔ راحت آئی؟ غلط قسمی سے ایک خوب صورت جملہ جو جولائی 2011ء میں پڑھا۔

”آنکھوں ویسکی جھوٹ نہیں ہوتی۔ مگر کبھی کبھار مفہوم نہیں ہوتا جو ہماری عقل سمجھتی ہے۔“
”نوزیہ قرغ احمد“ کے لہلہ ”کیسے ہاتھ اٹھائیں“ کا ایک حسین جملہ۔

”حالات تیزی سے بدلتے ہیں۔ راتیں کیسے ہی خوشوار کیوں نہ ہو جائیں نجات کا ایک درمیشہ کھلا رہے گا۔ دعا کا دروازہ“

اسماء قادری کے لہلہ ”اپنے صے کاوا“ سے ایک بے حد متاثر کن پیرا گراف۔
”آپ کے خیال میں ہم جو پیسے کسی دوسرے کو

شمینہ عظمت علی۔۔۔ مختصر

1۔ مجھے رنعت نامید سجاد کے لکھے ہوئے جملے بہت پسند ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے لیٹل سے لٹاک میں بھی قارئین کے سروے میں حصہ لیا تھا جی ہوں۔ اگر میں صبر و تحمل سے آخر شب ”کی برقرار“ سے اپنے پسندیدہ جملے چن کر لکھنا چاہتی ہوں تو وہ خود ایک لکھ بن جاتے۔ ہلہل ایک سیرا لکھ لکھ رہی ہوں۔
”پاکستان کیا ہے؟“

پاکستان صرف مارشل لا نہیں ہے جب کوئی دروازہ کھٹکتا کر رہی ماٹک ہے تو تک چڑھی سے تک چڑھی پیچم بھی اپنا آرام کرے۔ اچھی ہے اور سوالی کو نفل بیٹ لپٹے دروازے سے واپس چلے نہیں رہتی یہ پاکستان ہے۔

ایک ایک پیر۔ جو ذکر آخری عمر میں رچ کر جاتے۔ پھولوں میں لدے سفر کرتے بوڑھے پھولس حلقی پاکستان ہیں۔

پڑوسی کی بیٹی بیانیے کے لیے پیسہ پیسہ جوڑ کر جمع کرتے لوگ پاکستان ہیں۔

جب آپ کے بچے گھر میں کھس کر مہ سے پہلے دادا دادی کو سلام کرتے ہیں اور جب دادی گھر واپس تک پہنچا تو ہاتھ میں کھڑے ان کی حفاظت کی دعا مانگتی رہتی ہے۔ یہ روایت پاکستان ہے۔

تم مجھ سے کوئی کہتے ہو پاکستان کیا ہے؟ پاکستان دانشوروں کے کیت کی موتی نہیں۔ وہ میری رائے کا حلق نہیں یاد رکھو میری حق گوئی پاکستان ہے۔

2۔ کسی بھی کھلی کا اینڈ پوائنٹ لے کر کھل نہیں چلا کر نکالنے معصک کی مرضی ہے کہ وہ جیسا چاہے اینڈ کرے۔

ریاض صاحب کی اولادوں میں محمود بابر فیصل اور خادرم صاحب کے ساتھ کام کرنے کا تجربہ اساتذہ ہوا اور دونوں کو تعصب سے پاک مصلحتوں سے آراستہ اور دوستانہ طرز سے کلم کرتے پایا۔ محمود بابر فیصل کی شعلہ یالی اور بڈلہ جی دفتر میں مشہور تھی۔ قسمت اور اجل اتنی جلد ہی بند ہو گئیں تو ریاض صاحب کن ج شاید کسی الیکٹرانک میڈیا کے کارواہ رہا ہوتے یا پھر اپنا اخبار کامیابی سے چلاتے اور صحافت کے افق کا پانندہ ستارہ ہوتے۔

ڈائجسٹ کی دنیا میں ابن بابہ بیٹوں کو جہاں رہشک سے نکھانے کا کامیابیوں پر سر ہل جاتا ہے وہیں حاسدوں کی تعداد بھی کم نہیں تھی کچھ عرصہ کلم کرنے کے بعد ایم اے کرنے چلی گئی تھی پھر صحافت کے جھیلوں میں کم ہو گئی تھی لیکن ہر روز سیرے میں لکھا کرتی اور قارئین سے لکھاؤ کا قاعدہ معلوم نہ بھی دیتے اور پڑھنا تو سہی دیتے تھے۔

جہاں لفظی، جوتی وہاں سرزنش بھی ٹھیک خاک کرتے۔ رعایت تو کبھی رستے ہی نہ تھے برا لگے تو بھی اپنی ہنسن۔ لکھنا اچھے ان کی بھالی ہوئی کوئی عقل کی بات بری نہ لگتی۔ وہ اپنی اولاد کو بھی لکھنا ہی پڑی میں دیکھنا چاہتے تھے۔

ڈائجسٹ تو خیر کاروباری سلسلہ تھا۔ ریاضت اور وقت چاہتا تھا لیکن اولاد کی دوستی سے فیضاب ہوتے والے ریاض صاحب کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔ کم از کم اس وقت کے زمین پر تو نہیں لکھنا تھا ریاض صاحب اور ان کے صاحبزادوں کی بارون کو کرم ہواؤں سے بچاتے کر گھنے یقین ہے کہ وہیں بھی وہ تینوں ایک دوسرے کی چھایا بنے رہتے ہوں گے۔ ریاض صاحب نے تو اولاد کو کرم ہواؤں سے بچائے رکھا ہی تھا۔

لب بھی یہ دندہ لینڈ کے ہی اپنے پیاروں کی سوغاتوں کے شکر ہوں گے تو چلے ایسا لگتے ہیں کہ دندہ شریف کے نذرانے جیسے ہیں۔



میں کافی دن تھے اور ان دنوں سیکنے کی لگن سر سوار تھی۔

”یوسف بڈلہ کیا ہوتی ہے؟“ ریاض صاحب نے پوچھا ”کواہ کہہ رہے ہوں کہ کچھ آتا بھی ہے صحافت کا یا پھر نئی جہاں قدم اٹھے چل دیے“ میں نے صاف ٹہلی میں سر ہلادیا۔

انہوں نے ایک سفر میں غالب کا غلط شعر لکھا اور کہا: ”جائیں کہاں غلطی ہے؟“ شکر ہے کہ شعر یاد تھا جھٹ سے سید صاحب صاحب شعر لکھ دیا۔

کینے لگے ”آج شام ساچ ساچ صبا چائے تک چھٹی کر لے اور دفتر میں زیادہ گنجائش تو نہیں لکھنا کا دفتر ان دنوں از سر نو آراستہ کیا جا رہا تھا“ ”آج تو ہمیں بیٹھ جائیں کل کچھ سوچیں گے“ میں نے غصوں کیا جگہ کی تو واقعی کشادگی نہیں ہے مگر احساس اور رویوں میں جہاں ہے ان کے ہلے کارکنوں کی تعداد کم نہیں تھی اب بھی ان ہی کے دور کے کارکنان موجود ہیں اس پورے کوئی زندگی کا کچھ ڈرے کر خون سے لکھنا اور قسمت کا حق دے کر نکھر کر جہاں دیا۔ ان دنوں ہو خواتین یا شعل ملک کے بہترین لکھنے والے ہیں اور ہوتے ہیں۔

اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے دیتے ہیں تو کیا اس سے ہماری ذات کو کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہوتا؟ فائدہ تو ہوتا ہے۔ پس یہ سمجھ لیں کہ وہ رقم اللہ تعالیٰ کے بینک میں فکسڈ ڈپازٹ اکثرنٹ میں جمع ہو جاتی ہے اور اللہ اپنے وعدے کے مطابق اسے دس گنا کر کے مجھے لوٹا دیتا ہے۔ اس سے اچھی سرمایہ کاری تو کہیں اور ہو نہیں سکتی۔ میرے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ اللہ وہ شے میرے ہاتھ سے اپنے دوسرے بندے کو دلو کر مجھے خوش بھی دیتا ہے۔ اس رقم پر نفع بھی اور آخرت کے لیے اچھی امید بھی تو اس کا مطلب تو یہی ہے تاکہ میں نے جو کچھ خرچ کیا خود اپنی ہی ذات پر خرچ کیا۔

2- "نہیں ایسا بھی نہیں ہوا کہ مجھے کسی غلط یا کملی کے اختتام پر تعلق اور اسے تبدیل کرنے کا احساس ہوا ہو۔ مصنفات کی ہر تخلیق فن کے دل و ذہن کی بہترین کلوش ہوتی ہے اور وہ جو بہتر سمجھتی ہیں وہی انجام انتہائی کم لگتی ہیں کہ ان کے پاس اس کی محسوس توجیہ بھی ہوتی ہوگی۔ ہل ایک خیر ایسی ہے کہ جس کے لیے شدت سے دل چاہتا تھا کہ ایسا نہ ہو۔ میری پوری یہ زمین مصنفہ فرحت آلی کے ناول "مناجیہاں ہے تو کاہو عباد شادی کے تھوڑے ہی عرصے بعد حادے میں مرجاتا ہے۔ تب میں بہت روتی تھی کیونکہ وہ بالکل میرے مرحوم ہاسٹل "خورشید النور" کا دسرا روپ تھا۔ اتنی ہی پیارا "فکس" اور ہر شے کو بھرپور محبت کا احرام اور حق دینے والا۔ کاش! کہ نہ مرنا کہ میرے پیارے ماسوں بھی تو شادی کے فقط گیارہ ماہ بعد صرف اتنا نہیں سال کی عمر میں وہ انکمڈنٹ میں انتقال کر گئے تھے۔ وہ انجام / اختتام میرے رب نے لکھا تھا سو ہم اس کی رضائیں راضی (کو کہ میرے رب قیامت کا تھا تو انہی نہ تھا)

میرے اصغر خاں۔۔۔ صلواتی آبلو

1- خواتین ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی خبروں میں

بالا شہر و میروں ایسے واقف کے موتی ہوتے ہیں۔ جو بدقول یا دور جتے ہیں۔ میرے ذہن میں جس مصنفہ کے لفظوں نے روحانی نگہی کی وہ ثروت مذہب ہیں اور وہ الفاظ نور پر اور راست دل تک پہنچے اور اپنا گہرا و گہم جوڑ گئے۔ وہ "میں عبدالقادر" ہوں گی آخری قسط سے لیے گئے ہیں۔

"تمیں جانتا ہوں تبدیل مٹی ہو۔ تم نے خود کو میرے رنگ میں رنگنا چاہا ہے۔ جیسے برسوں پہلے میں تمہارے رنگ میں رنگ گیا تھا۔ مگر انسانوں کے لیے ہوئے رنگ کئے ہوتے ہیں۔ تم خود کو اس رنگ میں رنگو جو سب سے گہرا سب سے پاک ہے۔ صفت اللہ۔ اللہ کا رنگ۔"

2- جس طرح ایک ماں کو اپنے سب سے ایک ہی بچے پیارے لگتے ہیں وائز کو بھی اپنی سب سے کمالتوں سے انتہائی پیار ہوتا ہو گا۔ ایسا کوئی بھی غلط یا کملی نہیں ہے۔ میں جس کا انجام بد لگتا ہوں کیونکہ "میں دوسلوئی" میں اگر زینب کھڑکی سے کود کر خود کشی نہ کرتی "میری ذات ذرا بے نشان" میں عامر میں سنا کہ طلاق نہ دیتا۔ "ہو چلے تو جاں سے گزر گئے" میں عالم شلو تہ مرگ۔ "بن دئے آنسو" میں "میں اگر نہ مری" اور "امر تیل" میں عمر جاگیر کو تو کیا بات لگتی تو یہ سب کردار اور کہانیاں آج مجھے یاد بھی نہ ہوتے۔ خدا دینی کوئی کملی نہیں ہے جس کا انجام پس بد لگتا ہوں۔ میں مگر تمہارا "میں نے شول" پہلی راجہ ملک کی ملکہ نے آخر میں اگر محبت بد مزو کیا اتنی کامیابی سے وہ باپ مٹی سب کو جو کہ دیتے رہے اتنی آسانی سے بدر غارن لوگوں کیل لیتا ہے آگے ایسا لگا جیسے ہم کسی رائے و فکر ہی غلط کا ترجمہ پڑھ رہے ہوں یا کوئی جاہل کسی قصور کو رہے ہوں۔

سوز شہر سائے۔۔۔ دو حل والی گاؤں

1- پہلے تو خواتین کو اپنی سالگرہ کی دھڑولیں مبارکباد دیتے تو ہر تحریر میں کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور ہوتی ہے

جو ہمارے ذہن و دل کو روشن کر دیتی ہے کہہ سکتا ہوں کہ یہ ادب و ادب جو کچھ یاد ہے وہ انتہائی گہرا و گہم ہوں۔ جب کوئی شخص ہمارے سامنے اپنے دکھوں اور امیدوں پر مدد رہا ہوتا ہے تو ہم نے ان دکھوں کو محسوس ہی نہیں کیا ہوتا ہے۔ دراصل وہ بالکل نہیں ہوتا ہم خود پاکل ہوتے ہیں جنہیں وہ شخص پاکل لگتا ہے۔

(آمنہ ریاضی)
انسان کے دکھوں کی آزمائش ہوتی ہے مجھے معلوم نہ تھا انسان کی سوچ کی بھی آزمائش ہوتی ہے۔
(عمرہ احمد)
جب انسان اپنے لیے خیرات کے بجائے دوسروں کے لیے برائی بلاتے اس کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔
(نورہ احمد)

آج میں ایمان کے آئینے میں اپنے کردار کے خود خلی کچھ کر رہی ہوں۔ مجھے نہیں کہ اپنے مدار پر در ان رہنے سے خوف کیا۔ مجھے ایمان کے نیلگوں ہوں پر فکے سر مٹی پاؤں کے ہونے سے خوف آیا۔ مجھے ہونے ہونے چلتی ہوا کے قدموں کی ویسی سی آہٹ کے احساس سے خوف آیا۔ مجھے سوچ سے جلتی تاریکی کی سڑک سے خوف تھا میں نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر ہاتھ رکھا۔ مجھے اپنے دل سے خوف آیا۔ مجھے ہر محک شے سے خوف آیا۔ مجھے ہر ساکت شے سے خوف آیا۔ مجھے اربوں مسلمانوں کی بے بسی سے خوف آیا۔ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دعوے داروں سے خوف کیا اور زید بن احمد نیازی آج مجھے اپنے نام سے خوف کیا (افسوسہ سلیم)

2- یہ سوال پوچھ کر آپ نے میرے ذہن کی کئی کھڑکیں کھول دی ہیں بہت سی ایسی کہانیاں ہیں جن کی انجام مجھے اس قدر گہرا جن میں سر غرست امر تیل میں عمر اور علیہ کا نہ ملنا اور عمر کا مر جانا اور نیلگی کی کملی شریہ میں کرم آفریدی کے کملی کے آخر میں کے جیلے مجھے بہت لو اس کر گئے۔ "میرے خود عقل بھی کر

دے تو چاہتا ہے کہ اسے معلقی مل جائے اور عورت کی پہنوں کی غلطی کو عمر بھر کی مراناں ہے۔ میں موضوع سے خود اسامہ گئی ہوں لیکن سچ پوچھیں تو میں آج بھی وہ کملی رہتی ہوں تو کرم آفریدی کی بے بسی پر غصہ آتا ہے اور "میں دوسلوئی" میں عبیدہ احمد نے کرم الہی کو کچھ بھی نہ دیا کاش زینب اور کرم الہی کا ملن ہو جانا۔۔۔

نور العین شہر سکرنہ

1- "دعا قبول نہیں ہوتی تو آسمانے اور دنیائے تلاش کرنے کے بجائے صرف ہاتھ اٹھا لیجئے اللہ سے خود مانگیں۔ دے دے تو شکر کریں نہ دے تو صبر۔ مگر ہاتھ آپ خود ہی اٹھائیں (عبیدہ احمد)

2- بہت سے ایسے غلط انسانے تھے جن کا لینڈ پینڈ نہیں آیا جیسا کہ فرحت استیاق کا "مناجیہاں ہے تو" اس میں علو کو اتنی جلدی نہیں مرنے چاہیے تھا۔ "میں دوسلوئی" میں بھی زینب کو مارنے کے بجائے اس کا ایسی لینڈ ہو تاکہ زینب اچھا تھا۔

کرن شام۔۔۔ شجاع آبلو

1- عبیدہ احمد کے غلط "میں دوسلوئی" کا آخری جلد جو میں نے لا تھا اور مرتبہ رہا ہے۔

"زندگی میں آپ کی گد جیسی بھی ہو مگر دعا کی شاندار ہو جی چاہیے۔"

2- بالکل میں میرا دل تو نہیں مانا کہ میں کسی کملی کا انجام بدل دوں۔ یہ تو رائز کے ساتھ نا انصافی ہوئی! مجھے تو ہر کملی کا انجام اچھا لگتا ہے۔ بے شک وہ جیسا بھی ہو۔

2-*Acetaminophen*

آج قلم اٹھاتے ہیں اس لئے کہ شریعی معیہ سے بخیر کرنا جو
 ہادی کے شعائر انہوں نے لکھے وہ میں نے اپنے والد
 مرحوم کی زانیہ سے سنے تھے۔ پڑھنے کی عادت اس کی تھی
 ہی پڑی دیتے تو تو قریباً سب ہی راہنما لایا اور کرتی ہیں۔
 مگر انہیں سب سے سب سے ایک راہنما رفعت شریف
 وہ ہیں موجودہ حالات پر بہت اچھا لکھتی ہیں۔ رفعت شریف
 سب کو کاغذی سب اچھا جا رہا ہے خصوصاً حضرت سے انتظار
 رہتا ہے بانی خیر نام پڑھنے میں آ رہے ہیں۔ اچھے ہیں
 مگر بھی بھی پڑھتی ہیں۔ میرا مطلب ہے خاصاً انہوں نے
 یا اس کے پڑھنے سے بہت کڑی ہے کہ اگر اس نظم پر
 عزل کے طور شعائر ہوں تو سوار تاج کے اور کسی نے
 لکھی ہے۔ چھت نہیں۔

مجھ پر بھی قسم! آپ اتنے غصہ سے حوا میں رہ رہی
 ہیں اور ہر دلی دار۔ شریعی معیہ کا تحریر کہ انہوں نے
 آپ کو قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ ہم سب کی حوا میں شریعی
 تب شیار ہے ہیں اسوں نے اگر مزید شعائر لکھتے تو ضرور
 تیار رہیں۔

بداغیان۔ اسی سبیل پر پھروں

میرا گھر نمبر کا ۵۰ سبیل بہت ایماندار تصویر کی بات ہے
 ہائیں "ایک یا سلسلہ قلم" میں میں آئے سبیل کے مہرور
 جان پیر الہی اور بہت کچھ ایک فرحت اشتیاق کو اس
 سبیل میں ضرور شرکت کی دعوت دیں۔ خدا کرے کہ
 رعشات نکارے اپنے قلم کا انتقام کریں دیا۔ قلم اٹھا تھا
 لکھنے سے جا بھارت کا شکار ہو اور مہرور کے ساتھ بعض
 افتاد صرف بھرتی کی خاطر لکھی گئی تھیں یہ تک کہانی بہت
 پہلی ہی کل کر سنے آگئی تھی۔ اس لیے ایڈیٹر نے کوئی مزہ
 نہ دیا۔ "سبیل" کہ ایک ایسی تحریر ہے جس کو پڑھ کر یہ
 لطف آتا ہے لیکن تمہارا جو کاغذ اس بار مجھ سے چل سکا۔
 "ایوں کا دو" میں بہت شبت پیغام پر شیعہ قلم آپ
 توکل سے ایک بات پوچھنا تھی۔ آپ کی تصویر۔ اس
 لکھنے والی راہنما کہاں تک ہو جاتی ہیں۔ ایک سبیل
 لکھنے والی تحریر ہر کسی میں۔ جسے کہیں کہیں نہیں۔
 ایک شوق و چہل اور شرمائی ہی رہا تھا۔

لکھنے والی راہنما اگر مجھ پر دھری تھیں۔
 لکھنے نہیں سے کہ آپ میری سبیل شامل میں کریں
 کیونکہ میں نے خوب "بہادری" لکھی ہے۔
 ج : ہاں! آپ کی بہادری کے بل بوتہ آپ کی اسی سبیل
 شامل شاعت ہے آپ پوری "چال" سے اپنی رائے کا
 اظہار کریں۔ ہم ضرور شائع کریں گے۔ یہ کالم آپ کی
 رائے کے اظہار کے لیے ہی ہے۔ رحسانہ فکر کا نشان
 ہماری قارئین کی اکثریت نے پسند کیا ہے۔ ہمیں انہوں
 سے آپ کو پسند میں آیا۔
 عزیزہ ریاض اور دوسری راہنما جو غائب ہو گئی ہیں لکھنے
 واپس اپنی دنیا میں گئی ہیں اور انہوں سے کہ وہ ہمیں بالکل
 بھول گئی ہیں۔ جبکہ ہم ان کو مستیاد کرتے ہیں۔

مہاراجہ سبیل لکھتے

زیور سے ناگھل تھا۔ حیدر محمد کا نام نہ لکھا۔ خوشی
 کی نشان دہی۔ ویل ڈن عتیقہ فریڈ سے لکھا۔ آج کا
 عنوان بہت شانہ کا نام ایک انجیل خیر تھی۔ شریف
 فیاض کا افسانہ راہنما شریف کرنا۔ اللہ تعالیٰ تعالیٰ
 شام کا افسانہ لکھا جتنا ساہو بر اثر کر لیا۔ انجیل
 آج اس سبیل سے شریف لکھنے والی ہیں انہوں نے ایک
 شریف شریعی معیہ سے بہت کچھ لکھا۔ بہت کچھ لکھا۔
 سعید کے انتہائی کی فیاض کی رہی۔ ان کے لکھنے کے
 حالات ان کے لکھنے کے لکھنے کے لکھنے کے لکھنے کے
 اچھا سا سبیل شریف لکھنے کے لکھنے کے لکھنے کے
 لکھنے کے لکھنے کے لکھنے کے لکھنے کے لکھنے کے
 لکھنے کے لکھنے کے لکھنے کے لکھنے کے لکھنے کے
 لکھنے کے لکھنے کے لکھنے کے لکھنے کے لکھنے کے

صبا عجاز حسین۔ پشاور شہر

میں نے آپ کی جانب سے لکھی یہ تحریر پڑھتے ہوئے
 سات یا آٹھ سبیل دوسے پڑھیں۔ انہیں بہت عائد اور
 خصوصاً میرے گھر والوں کا بہت پرانہ رشتہ ہے میں اپنے
 والد میں سبیل لکھی ہوئی ہو گا مگر وہی ہوں۔ اس کی وجہ
 رفعت شریف سبیل میں۔ مجھے اس کا کافی بہت پسند ہے

میں اس کی بہت بڑی قین ہوں۔ میں نے اس میں میرے
 گھر والے میرے پیرے پیرے لکھے ہیں لکھا ہے۔ رفعت شریف
 نے عیسو کے گھر میں مجھے لکھا ہے۔ بالکل ہر وہ
 دینی علامات جو اس گھر میں تھیں وہی ہیں اور ہاں یہ میرے
 بھائی کی بھی عادت ہے۔
 اب کچھ لبریل کے نمونے کی بات ہو جا۔ بہت بڑی
 سعید کے نام کی قطع ہے عدا بھی لکھی۔ بہت بڑی
 اشتیاق شرافت میں انہوں نے رفعت شریف شریف
 بخاری تحفہ ریاض شریف لکھا ہے (جو کہ آج کل پائیل
 نہیں لکھ رہی ہیں) ان کی باک شریف لکھا ہے۔ میں نے
 وہ میں نے انجیل شریف لکھا ہے۔ کیونکہ ان کی
 تحریر میں بہت عدا ہے۔ ان میں بہت کچھ لکھا ہے۔
 ہیں۔

ج : چاری صبا عجاز حسین، انجیل کی محفل میں خوش
 آمدید۔ رفعت شریف لکھا ہے۔ ان کے لکھنے کے لکھنے کے
 تحریف پھولی پڑی ہے۔ سعید ہے سعید بھی لکھا ہے کہ
 ان کے لکھنے کے لکھنے کے لکھنے کے لکھنے کے

سندھ۔ اسی سبیل (دو حواں)

بلوچ سبیل کا نام ماننے سے۔ انفرادی نوعیت کے سبیل
 جس میں خاص طور پر "مکتبہ شریعی" اور "مکتبہ بھول"
 اور "میری بیاس" سے "شامل ہیں۔ قابل تحریف ہیں جو
 ایک انسان کی رہی پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت ہے۔
 مل ہوتے ہیں۔ مگر جو شام کے لکھنے ہیں وہ افسانے اور
 ناگزیر رشوان لکھنے والے ہمارے پڑوس میں رہتی ہیں مگر
 ان سے متعارف خواتین انجیل نے ہی کر لیا ہے اور وہ
 بھی اس حد تک کہ وہ کوئی تحریر بھی دیتی ہیں جو میں خوشی
 سے پڑھتی ہوں شاید کسی وجہ سے کہ سبیل آپ کو لکھنے
 کی حسرت کر رہی ہوں۔ میرا تعلق جنوبی پنجاب کے
 چھوٹے سے شہر لوہڑوں کے علاقہ فیض آباد سے ہے جو
 شہری اور دیہاتی زندگی کا حسین امتزاج ہے۔ "ہمارے ہم"
 کے سبیل میں میرا دھڑکیا تحریر ہے بل اور بل پر دھڑکی
 دی۔ میں ان کی بہت سے کلی طور پر متعلق کرتی ہوں کہ
 ہماری زبان کو جسے پنجاب پر دھڑکی ہیں۔ ہر اسی ملک کی
 ثقافت کی بنیاد کے باعث ہم الفاظ اور ان کی ادائیگی کو ان

کے طرز پر لکھتے ہیں جو کہ سراسر غلط اور غلطی
 کے حروف ہے۔ لیکن ایک میڈیا میں بہت کچھ سن کی
 رہی ہمارے میں کھل خوش کے آئینہ ہے۔ جس میں اردو
 کا اس وقت ہے وہیں بھی وہی رہا ہے۔ اس کا بے دریغ
 اہتمام ہے۔ اردو کے ساتھ زندگی ہے۔

ج : سندھ اسم آپ کی باتوں سے سو فیصد اتفاق کرتے
 ہیں کوئی اس میں تو اس کی اپنی شاعت ہوئی ہے۔
 دو سوں کی کھلی کرنے والے اپنی شاعت کو بھٹکتے ہیں۔

سندھ مضمون۔ معلوم شہر

اپریل کا شمار بہت پندہ کیا۔ ناگھل بھی اچھا تھا اور
 سبیل دار ناگھل کے عدا ہاں کما میاں بھی انجیل میں۔ میرے
 ہمارے والد صاحب سکھ رہے ہیں۔ بہت کچھ لکھتے ہیں۔ بہت
 انہوں نے اور مجھے نورانی یاد اپنی اچھی اچھی رہا ہے۔
 آگیا۔ جسے وہ ضروری ہو تو مجھ کی مگر مجھ کے وقت شدید کر
 دیا۔ اس سبیل کو چار مینے گزرتے۔ بھی لکھا ہے کل کی
 بات ہے بھی لکھا ہے صوبوں گزرتی ہیں بھائی کو لکھنے
 ہوئے بہت وقت لگتا ہے (بھی آجائے گا بس انجیل)

وہ ظالم لوگ صوبوں میں بہت کچھ لکھا ہے۔ سب
 پکڑے گئے ہیں۔ یہ سب میرے سبیل میں لکھی ہے۔ وہ نہ
 بے نظیر اتنی بڑی بڑھ تھیں ان کے قلم کے حامی پھر ہے
 ہیں۔ اب کیا ہو گا؟ ان لوگوں کو سزا دے کی اگر یہاں بھی
 ہوگی تو ہمارا بھائی تو اب اس میں آئے گا۔ میرے بھائی کی عمر
 صرف ۱۱ سال تھی۔

ج : چاری سبیل! آپ کے لکھنے کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ یہ
 صرف آپ کا ہی نہیں نہ جانے کتنی انجیل میں لکھی ہیں۔ وہ کی
 اس آگ میں جل رہی ہیں۔ گراچی میں تو معمول کی بات
 ہے کہ وہاں دس دس ہزار افراد معلوم کر لیں کہ کتنے ہیں جاتے
 ہیں۔ آج تک کوئی قلم ماننے نہیں آیا۔ وہ کی دلوں کی
 دعا قبول ہوتی ہے۔ ہم آپ سے اور تمام قارئین سے
 درخواست کرتے ہیں دعا کریں وہ تمام دھشت گرد
 بے حجاب ہو جائیں اور اپنے گھنے کی سزا پا لیں جو کہ افراد کو
 نشانہ بنا کر کھینچ کر لگ کر رہے ہیں۔

شادیہ نیاز احمد صلعانی۔ کوئٹہ کینٹ

اس بار کا ناگھل کچھ خاص سبیل کا سب سے پہلے کن

کہیں نہ کسی نے قیاس باب ہو سداں سب بعد اہم ایک
 قابل محنت جواب سر کا بیڑہ جادو لڑائی و حب کتب
 کتب کا یہ داناں می با کورے گا میں ۔ کو با یہ
 کہ با اہمیں رانا چاہیے تھا نہ اسو رات نہ درہ
 اہم ہا نال حق و دوست تہ بہت شک حیدر کا بھی
 نالٹ بہترین تھا بہت را میں جانتہ قیاس کا بہت تھا
 ۔ نہ خاوری کی اب آپ بھی چوانی اور شکی کی بھی شادی
 کر دیں یہ در مجلس سلیم کواں صاحب ہیں اور عزیزہ میاں
 عمیرہ اہم نامہ اہم نامہ صاحب سہوہ عمر عمرانی نامہ
 ملک انصیب سلیم سہلی یا سہلی راؤ بیڑہ ہری اب ملدی
 مت رہا ہو نا کس۔
 پج : شادی خواہش کی پتہ دہ کی حکمت نہ دل سے
 سلج۔

چرخِ آفتاب

پروفیسر جی۔ بی۔ ٹیڈ فاکر نے علمی، ادبی اور فنکارانہ خدمات سے فن کا اس دنیا کا امن ہے۔ پروفیسر صاحب کی قابلیت اور
یاد دہانی مثالی ہے۔ وہ تاریخ کے صفحات کے استاد ہیں اور نئی اور نئی کتبوں کے مصنف ہیں جن میں کاؤرواچہ پر جانب علم
اور حاضریہ و جام کے لئے نگارہ ہیں۔ شکر کہ ان کے علمی خزانے سے بعض حاصل کر سکتے رہتے ہیں۔ کہ کتاب نامہ
فنون کی کہ جو درجہ کریم کی کہ فخر ہے جو بڑی جانتی سے سمجھ لے رہے ہیں۔ ان کی نگارہ کے ساتھ اولادوں کو بھی
تورہی نگارہ کی مجلس مبارک سے ان کی مجلس مبارک میں۔ نور انکس اور جبر۔

بہن مٹی نور مٹی کی دہائی ہے۔ داراب تعلیم پر نصابی سرگرمیوں میں خاص سرگرمی رہی۔ وہ مقامی کالج میں بڑھاتی۔
شادی کے بعد اس کی ملازمتیں تھیں۔ گنا کی ہیں۔ سسرال میں علم اور تفسیر و ترویج کی لی ہے۔ ماں صوفیہ مٹی ہیں
اپنے لئے دو شہر سمیت کسی کی ملک میں رہیں۔ نور فائبر جیمز راہتی سوجب وہ ایک مقامی روزنامہ میں صحافی بن
لیکن ایک پدمی فلمی ہیرو کے ساتھ اس راہیہ انتقال ہے۔ یہ ہے۔ ایک نئی کڑی پتہ جس کی عمرانی کہ پہلی
کے پڑے۔ پدمی شادی اور بوری رہے کے کاہود سسرال میں اس پر بار بار سن فاضل تھی۔ سلا کو ہے۔
جن صاحب انکار اس نوہاں میں سوتا ہے۔ وہ قلیل دور کی کے پدمی مقبول ہو کر حاصل نہیں کر رہے۔ تاہم
کہ کے اول اور پدمی اس کے اتھل پاتھل میں نہیں بات۔ وہ تلف کی لی ہوئی دور خیر کے کہ پدمی اس کے۔
ان کا پایتھ ہے کہ گراؤ کاقت نہیں ہو جائے۔

جیسو ان کے وہ لی ہے جو اپنے جس سے فیصلہ کرنا ماتی ہے۔ کہ میں باپ سے قریب رہے کہ اس کے اہل
میرا سب۔ بعض اصناف کے اس طرح اسے پدمی ملا ہے۔ وہ ماٹری کی ملا ہے۔ وہ ملا ہے۔ اس انداز میں ہے۔



کہ بھلا میری تھپی سہ کے ٹپٹ نہاں کو کوٹھیلے لگانے کی بددعا میں کس سے بددعا دھرتی جانتی ہو۔
 رہتے تھے۔ مان تھا ہی کیا پاس کی چار پٹیل سندھوئی جس میں گھسے ہوئے ساہ سوئی دو چار چوڑے۔ چند
 کرسیاں گول میز صحن میں رکھنے والی تھیں وہ دروازے کا ہوا دار۔ دیکھ جہاں تھوے پٹے، چٹائی، کسی ایک
 منڈیری سے اس کی گڑیا کا ساںاں بھی برآہ ہوا۔ گڑیا کا سر بھی ہاتھوں کی دھت خالی کا دکھار تھا۔ کپڑے سے بنی
 ہوئی گڑیا۔ کالے دھاتے کی تھک اور لال دھاتے کے ہوت سے لکھی سیاہ کپڑے کی دھت دراصل اس کے لہراتے
 اور گھٹاؤں کو مات کرتے بالوں کی نشان دہی کرتی تھی۔ ایک بے وضع سلا فراگ گڑیا کے تن پر تھا اور دو جوڑے
 ٹین کے ایک خالی ڈبے میں بند تھے۔

کے عزیز و یاروں سے بھولے سرے کی جڑیں کا پیر گرام نشر ہوتا ہے۔ تو ان ستموں سے ڈرا بندہ کہتا ہے کہ پورا ملک تھا
 کہ ہر توانا دشمن ہر شہار ہو سکے۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لئے خوبصورت مادل

ہوں کہ جس سے تمام دنیا ایک نسل میں رہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ایک نسل میں رہیں۔ بلکہ اس سے مراد یہ تھی کہ اب جو نسل بنی تھی اس کے بعد نئی نسل نہ بنے۔ لیکن یہ بات درست ہے۔

دوسری بات یہ تھی کہ تمام دنیا ایک نسل میں رہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ایک نسل میں رہیں۔ بلکہ اس سے مراد یہ تھی کہ اب جو نسل بنی تھی اس کے بعد نئی نسل نہ بنے۔ لیکن یہ بات درست ہے۔

پھر کے پاد پاد نا پاد کہہ رہا تھا۔ یہ کیا نہیں ہوئی خاتمہ بھی ہے؟ کوئی ایسی ہستی جس کے بعد ملکیت کا خاتمہ ہو جائے؟

میں نے اس طرف ایک دو سو سو سال پہلے کی بات کی تھی۔ اس وقت میں نے کہا تھا کہ اگر ایک نسل میں رہیں تو پھر کیا ہوگا؟

میں نے کہا تھا کہ اگر ایک نسل میں رہیں تو پھر کیا ہوگا؟

میں نے کہا تھا کہ اگر ایک نسل میں رہیں تو پھر کیا ہوگا؟

پھر کے پاد پاد نا پاد کہہ رہا تھا۔ یہ کیا نہیں ہوئی خاتمہ بھی ہے؟ کوئی ایسی ہستی جس کے بعد ملکیت کا خاتمہ ہو جائے؟

میں نے کہا تھا کہ اگر ایک نسل میں رہیں تو پھر کیا ہوگا؟

میں نے کہا تھا کہ اگر ایک نسل میں رہیں تو پھر کیا ہوگا؟

میں نے کہا تھا کہ اگر ایک نسل میں رہیں تو پھر کیا ہوگا؟

میں نے کہا تھا کہ اگر ایک نسل میں رہیں تو پھر کیا ہوگا؟

میں نے کہا تھا کہ اگر ایک نسل میں رہیں تو پھر کیا ہوگا؟

We at PakSociety.com
giving you the facility to
download urdu
novels,Imran
series,Monthly digests with
direct links and resumeable
direct link along with the
facility to read online on
different fast servers
If site is not opening .or
you find any issue in using
site send your complaint at
admin@paksociety.com
or
send message at
0336-5557121

ایک مرتبہ کی تفتیش کے لیے بھی حیران نہیں۔
 وہ سب انہی مہیوں کے مسافر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اپنے گھروں میں اپنی بیویوں کو لے کر ہیں لیکن
 پھر اسے جس تو ایک مشترک زبان پڑھتے ہیں۔
 صدی کی سادہ نگار نا احترام کی نگاہ سے دیکھا جا تا ہے تو سب ہی قابل احترام ہیں لیکن وہ لیے دیے
 رہنے اور لوگوں کے کام آتے کی وجہ سے مقبولیت کا پسند کر آتے ہیں۔
 ان کی بیوی ہے سب سے چھوٹی ہے قزاقوں میں جس کو جو تیاں پٹھانے پھرتے رہنے کی عادت ہے پہلی میں اس
 کی بیویوں کی تعداد بھی ہے حساب سے لگتا کسی بھی کھلے دروازے سے اندر داخل ہو جاتی۔ کسی کے گھر سے
 کھانا کھانے کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن گھروں سے اٹھنے والی خوراک کی محبت اس کو سکھ کر رہی۔ تاہم وہ
 ساٹھ اس کے لیے بنے بھی نہیں تھے۔ یہاں سے ہوتا ہر قانون اس سے نوت جاتا تھا۔ وہ اس کو اپنے کھانے
 میں مانتا تھا شامل ہونے کی دعوت دیتے اور وہ بلا تھک بیٹھ جاتی۔ اجازت نہ ہونے کے باوجود ایک نوالہ ضرور
 پہنچتا۔
 اسے لوگوں کی زندگی ایک کھلی تھی۔ اور یہاں کھلی کتابوں کے دھیر لگے تھے۔ مثلاً "شیا جذیب کے
 انصاف، حسن معنی ایک ہی پلیٹ میں کھانا ذیل کے کھاتے۔ ایک دو تھوڑی میں پلیٹ خالی رہ جاتی پھر ایک شخص
 یا دوسری خانے میں دو ڈاک۔ پلیٹ لیا اب بھری آتی اور منوں میں خالی ہو جاتی۔ ان سب کو دینے کا گوشت بہت
 مرغوب تھا لیکن آسانی سے ملتا نہیں تھا۔ یہاں تا تو عید ہوتی۔ ان کے سالن پہ چکنا کی ایک چھتری ہوتی
 وہ سب آگے میں بند کر دیتے جو اس کو تحریک سے کچھ میں نہیں آتی تھی۔ ان کو اس بات پر بہت فخر تھا کہ ایک
 مرتبہ قائد اعظم ان کے شہر پارہ آئے تھے۔ جب وہ اسلام آباد کلن کے طالب علم تھے اور علی گڑھ کی روایت کو
 بد نظریہ کہتے انہوں نے بھی ان کی کچھ کے ٹھوڑے کھول دیے اور ان کی جگہ خود بٹ گئے تھے۔ انہوں نے
 قائد اعظم کی پوری زندگی میں ایک منگدر بھی نہیں دیکھی تھی وہ بھی دور سے اور لیے ہو کہ۔ لیکن وہ کھانے کی کھانا
 تھا۔ وہ اپنے پتھر کے سانپہ یا قد بار بار دہراتے۔ ایک لمبے کی کھالی عمر عمر بھر دیا۔ ان لوگوں کے خیر کے
 معیار موجود عرصے سے جدا تھے۔
 سمجھو کی صاحب جو لڑائی سے آئے تھے جن کے گھر سے رات گئے اور اس غلگلیں وہیں سرور والے گانے بجاتے
 تھے۔ وہ خود موسیقی کو بھی دل بات کر کھانے کے عادی تھے ان کے گھر میں بہت سے صحن تھے ایک گھر میں کھانا
 وہ سراپا سیکھ رہا تھا اور میرا پڑا ہوا تھا۔ کالونی میں کسی کے گھر پہ پیدل ہو تا تو سب سے پہلے اسی کو خبر ہوتی پھر
 سیلیوں کا جو مہیے پکڑ کھینچے جاتی۔ پچھلے مل کاوڑے اوڑھے سو مار تھا۔ مال کو باجنا لیکن کی طرح اس کے کھیت
 لکھ سڑکا کے درازی بھنگا کھانی پھر ان سے آجائے اس کو فرصت مل جاتی وہ پچھلے ان کے سپرد کر خانہ داری
 میں بٹ جاتی۔ وہ گھر چینی تو اس کے کپڑے پانی سے شرباب رہتے۔ جب تک پانی نہ کھانا پایا اس نے وہ
 سالہ دالے کو کھانا کھلا دیا اور جس سالہ دالے کو نہ کھانا کھلا دیا۔ پھر تھیں اور اپنی اپنی سرگرمیوں پر بھرتے بھرتے
 کھاتی۔
 لیکن صاحب کے گھر اس کا بہت مل سنا کہ وہ سب لوگیاں تھیں۔ وہ سب شور مچاتی چینی پٹائی لڑکیاں
 تھیں۔ ان کو مزے مزے کے کھیل آتے۔ وہاں علی کے اٹھنے سنائیں۔ جہاں بھی کوئی کھا جاتا۔ وہاں علی جہاں ان کی
 محبوب خالہ رہی تھی جس کے ذکر۔ وہ غلگلیں ہو جائیں۔
 کالونی کے اندر ایک ہی سکول تھا۔ جس میں ایک ہی کلاس تھی۔ لہذا ہر بڑے چھوٹے کو اسی کلاس میں
 ٹھونس دیا گیا۔ لہذا وہاں بڑے بڑے کے بعد پہلی سال کی سب لڑکیاں تیسری جماعت میں داخل ہو گئیں۔

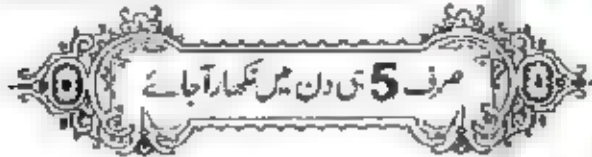
TM

فیس فریش

بیوٹی کریم



ہم اپنے محترم کے بہت مشکور ہیں جنہوں نے ہماری پروڈکٹ کو بہت پسند کیا اور ہمیں براہ کرم



انڈیانس نیشنل سوسائٹیاں پاکستان سے متعدد بڑے شہر سے پاک کیلی اور واحد کریم جو
چمکیلی، مٹھے، صاف دھاتے اور شہرے کی طرح لگتی ہے اور گہرا لکڑے کے ساتھ ساتھ
سورجی شعاعوں سے متعدد اثرات اور صاف اپنی شہریت سے محفوظ رہتی ہے۔

www.facefreshproducts.com



ہمیں بہت بھری ہوا ہے جس کے ذریعے ہمیں
ہو کر کے جاننے والے ہیں۔ ہمیں رکھنا چاہیے کسی لمحے جب ہم سوچتے ہیں
تہاں سے بعد ہم کبھی نہیں سیکھیں گے کہ کون سا کام کرنا چاہیے۔ اس دن جب
مردن صاف کی کٹھنیں سے سوتے ہیں وہ ان کی جانچ میں ڈوبے گئے ہیں۔ انہیں سوچوں کے ساتھ خوب
سوچنا پڑ رہا ہے۔

کسی ایسی شوقیہ کا اس ملک کرنے کا نام نہ ہے اور ہر کون سا وہ روز
اپنی غلطیوں کو حق بجانب قرار دینے کو ہمارے پاس کتنی دلیلیں ہیں۔

یہ کہ اس جانب اس نے تو کون کا ایک جوہر دکھا۔ ان کے ہاتھوں میں بہتر تھے۔ ہماری باتیں پوری
کر۔ "تجربہ نہیں وہ کیا لکھ رہے تھے اور کس سے۔ لیکن یہ کون تھا کہ اس نے جج کا بیٹا بننا ایک طوطا
وہ تھا۔ زندگی بھی کیا کیا ناٹا نہیں لکھائی۔ جیسے پر تھا اور شور مچا تھا۔

ایوب خان کی حکومت نے جلی ہی میں اسے دس سال پورے کیے تھے۔ اور ہم تو اس کا خیال تھا۔ اس بعد کو
یادگار بنانے کے لیے ۱۰ سالہ جشن کا اہتمام کرنا چاہیے۔ کبھی انوکھے لاڈ لے ہی چاند نہیں مانتے۔ لاڈ اٹھانے
والے بھی چاند بھولی میں ڈال دیتے۔ رطل بدلتے ہیں۔ ڈانڈا زیر تدبیر میں ڈالتے۔ اللہ نے ہر مردمانی قربانی کے ایوب
خان جیسے حکمران عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ شکر بجالایا جائے۔ ملک بھر میں جہاں جگہ لکھنا اور ہر شخص پر لاڈ ہے کہ
سوچی منائے۔ گویا خوشی کا شمار بھی اب بارش کی طرح ہوا ہے۔

تیسری اپنا سنہ اس کو آٹھ میں ہا کر دیتے دیتے سجایا تھا۔ میگزین کا خاص نمبر نکلا ہے۔ دس سال
ہو کر کی تمام کامیابیوں۔ ہر قسم کی اصلاحات اور بے شمار تصویروں کے ساتھ۔ جلدی درکار ہے۔ حکومت کو
جواڑے کے وہ شوت مالتی سے لکھنے والی ہو۔

"حکومت کے آئندہ ہیں کہ کالج کی دیواریں ایوب خان کے پورٹریٹ سے بھر دی جائیں۔ لکھنا افغانی اور کئی
ٹی بار شہنشاہان دست ڈانکا کی دیواریں پورٹریٹ تیار کر کے پورٹریٹ لکھنا اور ناچا ہے کہ باہر سڑک سے نظر آئے۔"
کچھ بار شاہ تھے۔ کچھ اس سے زیادہ دکھ اور۔ کالج میں۔ مسلمان لکھنا کا دفتر بند ہو گیا اور سب سے اہم صورت
جشن بن گیا۔ عین اس وقت جب وہ اس یقین میں تھی کہ وہ آج اس کے بعد میں لوگ وہ نہیں مانتے۔ وہ ہر جگہ
کرتے بھر رہے ہیں۔ وہ نجات دہندہ ہے اس کو اب کوئی عمر بھر جس جگہ۔ بلا نہیں سکتا۔ تو خراب دہلی سے آیا
جس کی انہیں توقع بھی نہ تھی۔

پرانے استاد قاتل احرام بزرگ و جیسے لہجوں میں بولتے تو زبان بول کر وطن حاصل کرتے اور موجودہ حالات
پر کڑھتے۔ کہیں کوئی سید عداوت بھائی نہیں دیتا۔ وہ مختلف افغانی سٹوں میں سفر کرنے والے جیسے ایک دوسرے
سے ہر سر پر کار ہوا ہی چاہتے تھے۔

"برا عجیب دن تھا۔" مسز منڈی اپنی طالبات کے ساتھ چند قدم چلتے ہی قصہ سنا دی تھیں۔ جو ہر حال ہر جگہ
کوستانی آتی تھیں۔ بعض کہانیاں کہہ کر بھی ان کی مہم جاتی تھی۔
"موت چاروں طرف متلا رہی تھی۔ 21 سال کی عمر میں ہم نے موت کے خوف کو خود سے اس قدر
قرب محسوس کیا۔ ہر روز کسی نہ کسی کشتی میں آگ لگ جاتی تھی۔ اہا جان کہتے تھے پھر آزادی کے لیے اتنی
قربانیاں تو دی پڑتی ہیں۔ تم کیسے چاہتے ہو ہم انگریز کی غلامی سے نجات حاصل کریں اور ہندو کی غلامی میں جا
کر رہیں؟" وہ جملہ کہتے جاتے تھے۔ جب کو انہوں نے ہمارے گھر پر بھی بل دیا۔
پہلی تک پہنچ کر ان کی آواز نہ لگتی تھی۔ قربانی کی۔ پاکستان کو جو وہی ہمیں ڈر آنسو پیٹے میں مشغول

کے ہاتھ لگا۔ شہر و شہر چلتے بہ تحریک کہاں کہاں پہنچے۔

یہ کیا ہم نے صرف حکمرانوں میں تبدیلی کے لیے اسی جا میں بیٹھ کر ان کے مرنے میں ملوث کی نوئے حکمرانی میں تبدیلی کی نہیں کی۔ کیا یہ حیرت اس لیے تھی کہ نئے حکمرانوں کو رہایا جا رہے تھے؟

جی نہیں جیسے ہر المور کیوں۔ جیسے کوئی دلی چنگاری کسی ہوا کے جھونکے کی خنجر مقلی ہے۔ بھڑکتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے جنگل کو پیٹھ میں لے لیتی ہے۔ معاہدہ تاشقند کے بعد اس جس زندہ انسان کو کسی چنگاری کی ضرورت تھی اور کون جانے جو درشتی رکھتا ہے یا خرمیں جل کر راکھ ہو۔ تازہ ہوا کے خوشگوار جھونکے نصیب ہوں یا تم اور دشمنوں کو جڑوں سے اکٹڑ پیچھا لیتی آدھیاں۔ جیسے برسات میں گھسیاں آگنی ہیں۔ ملک بھر میں اپنا ملک جسے چلوں کی ایک دیا بھوت پڑی۔ دکھا رہا کوئی وجہ نظر نہیں آتی تھی۔ ہائیں یا نہیں کیوں اپنا ملک لوگ ہرگز اشد شہر احتجاج کر کے اوّل سے بھر گئے۔ کب کب کی دلی صرخیں اڑائیں تھیں۔ غصے غلوں تھے۔

[illegible]

پہلے سے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ اس کی دستانہ میں ایک اور شخص بھی ہے جس کا نام "میرزا" ہے۔

"میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں نے یہ کرنا نہیں۔"
 گاؤں میں یہاں ہر ایک کی زبان پر یہی بات تھی کہ میں نے یہ کرنا نہیں۔
 لیکن میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں نے یہ کرنا نہیں۔
 لیکن میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں نے یہ کرنا نہیں۔
 لیکن میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں نے یہ کرنا نہیں۔
 لیکن میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں نے یہ کرنا نہیں۔
 لیکن میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں نے یہ کرنا نہیں۔

ایک سالور سپاہی شوق نامے وزیر اور حاکم لیاں پکڑا تھا۔ کاٹھن جو وہاں تھا۔ اسے اس کا حساب طلب کیا۔
 وہ لگا۔ اور بلند ہوا۔ کہ لڑکھالی ہو۔ میں اسے اس کا حساب طلب کرتا ہوں۔
 ایک مدت بعد اسے پکا چارہ دو سالہ طلب کے لڑکھالی تھے۔ قدم آخری قدم تھے۔ وہ اس کے زہر نے وطن پر
 اٹھائے تھے۔ وہ جسے جیروا۔ یہ پہلی لڑکھالی تھی۔ اور پہلی لڑکھالی تھی۔

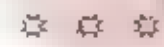
وطن کی تقدیروں کا فیصلہ کبھی طویل جتنوں میں نہیں کر سکتیں اور کبھی صرف ایک گولی مقدریل کر رکھتی ہے۔
پھر جیتے ہاتھ ال کے اختیار میں نہیں رہا۔ اس سوال کا ایک سہوہ تھا۔ چار شخص کہاں کہاں سے اترتا اور آتا تھا۔ وہ ناء
پلنگ سے نکلے اور شہر عمر میں گھول گیا۔ قابو نہ ہر چہ ہم نے یسوں کو آگ لگا دی۔ مہارتوں کے شیشے تو اڑے۔
ٹرک سٹل اکھاڑ کر پھینک دئے۔ ایک شہر بھر میں دیر لنی کا راج ہو گیا۔ کچھ عرصہ پولیس نے انڈے
برساتے۔ آسمان کیس کے پلے پورے گولیاں چاٹیں۔ لیکن پھر وہ بھی سڑک سے تائب ہو گیا اور شہر احتجاج چل

اور اپنے اپنے جہم کے پٹ اکٹھے ہونے لگے۔ اس میں ایوب قاس نے اپنی آخری تقریر کی۔
 "مجھ سے دوکوں نے گناہا کرنا پاکستان کو چاہا ہے تو اس کے سب مطالبات تسلیم کر لو۔ میں نے پوچھا کہوں
 پاکستان کی کد اس کے بعد پاکستان چٹائی نہیں؟
 اور کون چاہتا تھا 40 سال بعد اسی کی طرح اس کے ایک درہم منصب نے لفظوں کو اسی طرح قوا
 کرنا دیا؟ اس نے بھی دو معنی انداز میں لفظوں کو چبوتے کہا تھا۔ "پاکستان۔ خدا حافظ۔"
 کسی کے پٹے جانے سے کاروبار بند نہیں ہوتا۔ صرف ہاری خواہش ہوتی ہے کاش ہمارے بعد دنیا نیست
 باور ہو جائے نہیں نہیں تو کچھ بھی نہیں اور بد وقت یہ سوار کیا۔ گولی سے حکمرانی کی اور سب تتر بتر کر کے چلا گئے۔
 ان کے لی اس کے امتحان مر رہے تھے۔ جب لگا لگا تو کیا حکمران تھی بد وقت کیا مارشل لا، حکم دہی، سناٹے اگر کسی
 نے تحریک سے لفظوں سے یا اشارے سے بھی مارشل لا کو غلط قرار دے تو اسے گولی مار دی جائے گی۔
 "ایک گولہ دائرے کا سفر، جمال سے ہے تھے ایک تاریک رات کاف کر مین خود کو چیں کھڑے کیا۔ سبے چاری
 تو ہیں۔"

نانکہ مہدی نے تاسف سے سوچا۔
 کیا کھویا گیا لایا۔ ایک طویل جدوجہد کے بعد حکمرانی ایک زبردستی کے حکمران سے دوسرے خود بخود آنے والے
 حکمران کی طرف منتقل ہو گئی۔ اپنی کامیابی سے تحریک چلانے کے بعد کچھ بھی حاصل نہ ہونے کا ناکہ کا پلہ بھر
 تھا۔
 وہاں ٹوٹنوں کیلئے آنے والا بٹا ناگم اور توڑنوں کیلئے چھ سال پہلے مختلف خطوں اور علاقوں سے آنے
 لوگ اپنی اپنی پشتوں کی طرف واپس پلٹ گئے۔ پھر چلانے کے علم میں آنسو بہاتے، لیکن پھر بھی پلٹ کر بھی نہیں
 آئے۔

پھر ایک کمل دائرے کا سفر جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔
 ہر صوبہ دوسرے صوبے سے غبار و غشا، بیٹھا تھا۔ مشرقی پاکستان جان کی کے عالم میں تھا۔ اور دوسرے پاکستان
 لینٹن کتا حساب اچھا ہے مشرقی پاکستان کی طرف سے اونٹناک خبریں آ رہی تھیں۔ وطن سے جہت دیکھنے والے
 بنگال سے کسی سے کہتے تھے کچھ کرو۔ ایسے میں ایکشن کے اعلان نے مردہ دوکوں میں ایک نئی زندگی جھونک دی کچھ
 ہو گیا تھا۔

اس کی پوزیشن عباس سے ملاقات ایکشن کے دور میں ہوئی۔ وہ ایک قلعی شخص تھا جسے اس عالم سے جو
 56 میں لالائشوں کی اس کالونی میں آئی تھی۔
 اس دوران بہت ساری چیزوں کے پیچھے سے گزرا۔ تابوت ہوئے کھائی اپنے اپنے کھروں میں کیا ہوئے۔ پہلی
 مرتبہ جس سے کسی تفریق کو آنسو مٹا پھوڑ کر فٹکی تھی۔ اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔
 اور نبوٹس کو لولہ کچھ کر گزرنے کی اسنگ جسے تک آپ ظلم سے رہیں گے آپ ظلم کیا جاتا رہے گا۔
 کوئی نہیں جانتا تھا ایکشن کا نتیجہ کیا آئے گا۔ لیکن جو بھی آئے گا 22 سال بعد انتخاب ہو رہا تھا۔ دونوں
 جگہ جگہ ساتھ بٹے جاتے تھے۔ دونوں کا تیس سال کا اس سے تھا۔ دونوں انڈیا سٹ تھے۔ دونوں مستقبل سے
 پر امید۔ دونوں کی منزل ایک تھی اور دونوں کی امیدیں ایک ساتھ ہی تھیں۔



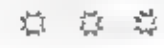
نانکہ مہدی بیل گئی تھی۔ لیکن ابھی بھی ہیں۔

یو نور شی بھر میں وہ سب سے سمجھ دار ملکی سمجھی جاتی تھی لیکن شاہد آفریدی بھی نہیں ہر باغی انقلابی عورت ہے
 اور ایک بڑی مدافعتی ملی کس چھپ کر بیٹھی رہتی ہے۔ وہ اپنے جیل کار نیم سالی سے جب جہد
 اٹھ کر جیلوں کی قیدت کرتی ہے اور جب لاٹھی چارج میں تھیں۔ ریلیاں، ڈکڑڈک۔ کب لی ہے اس انداز کی
 عورت کو جسٹس کر ایک طرف بٹھا جاتی ہے۔
 "مردہ جو چہ کر جاؤ گھیل۔"

پھر کس کوئی ایک لمحہ ایسا آتا ہے کہ ذہن کر بٹھائی تھی عورت کے اوپر اگر اٹھ بیٹھتی ہے۔
 اس نے پوزیشن عباس سے حقیقت کی اتنی جتنی لیا تھا وہ اپنے منہ پر جیلوں کی انگلیوں بھینچ کر
 تب پر پڑے بٹھائی ہو گئی۔ سب سے پہلے وہ وہاں کھڑی یا اس اپنی ذات میں کم خاموش طبع انسان تھا۔ بے ضرورت یا
 انسانی لفظوں کی تو اس سے کہ نہیں بانی تھی۔ اس کے منہ سے نہیں کوئی ایک مدافعتی بدلہ لینے کی حسرت
 میں اس نے عمر گنت دی۔

جب انیشن کا نتیجہ دیکھا گیا تو عباس کے مین مطالبات کو جب غصہ و نفی سیاستوں کا شکوہ ٹاپ کرنے سے روک گئی
 جب مشرقی پاکستان کا ایک پیش کیا۔ جب عباس کی والدہ کی مریدان کے کھڑے آئیں۔
 وہ ہر قدم پر مریدان پر اس کے ساتھ تھے۔ لیکن خاموش تھے جیسے ہو کر بھی نہ ہوں۔ زندگی بھر اپنی خواہش سے
 جتنی میں اپنی کر لی اس پر سچ و سچ میں گھر میں وہ اتنی تو گھر میں سائے ہوئے تھے۔ عباس اور اس کی تمام ماں سارا
 بیٹا خاموشی کے عالم میں تھے لیکن بے تحاشا بولتی کر رہی۔
 "جی نے اس کو حکم نہیں دیا تھا لیکن اس نے انقلاب سمیٹ کر ایک طرف ڈال دیا۔ سیاست اور گھر میں بار بار
 کی جا کا ہیں نے اس کا منہ چر کر رکھ دیا تھا۔"

عباس مٹھل ہوئے تو وہ کوئی کے ذریعے تلاش کرنے لگی۔ چل جاتے تو صبر سے دلیلی کا انتظار کرتی۔
 کوڑے کھاتے تو بغیر کچھ نہائے نشانوں پر مرہم کالپ کرتی۔ وہ ایک ناکام ترین عہد کی بیویوں کی نسل تھی۔ بہت کچھ
 گنوا کر خال ہاتھ اسی گولہ دائرے میں رقصاں۔ جس کی کوئی ابتدا ہے نہ انتہا۔
 قیامت قریب ہے اور ضروری ہیں کہ آپ گھر سے جائیں قیامت تب ہی آئے۔



"میرا ماضی؟ میں نے ایک طویل گہرا سانس لیا۔
 "میرے ماضی میں کیا رکھا ہے؟ گورنہ مجھے یاد بھی نہیں آتا؟ کیا کہتی تھی؟ ٹھیک جہاں انکڑیا کرتی تھی۔"
 "70ء کی جانی کی ناکام نسل، مہم سنی ناکام طلیس ہیں۔ ہم سے کچھ نہیں ہو سکا ہم تو تسماری طرف دیکھتے
 ہیں۔"
 وہ انھیں مٹھی میں بھینچا اور اوپن سے چر مر کر ناکانہ انہوں نے رضا کو تھمایا اور خاموشی سے اندھ بلی گئیں۔
 رضائے لمحہ بھر ناکانہ کی طرف دیکھا۔ یہ عداوت سے سوسل شدہ من تھا۔
 اس کے پیروں تلے زمین ٹھس گئی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

فہرست

گھر سے قدم نکالنے سے پہلے کلن کھول کر س لو
 مدیہ یکم اگر واپسی کے دورانے تم پر بند ہوں گے۔
 برید کا لوجہ سرسری مگر الفاظ سفاک تھے ہمیشہ
 مدیہ کو یاد سے مدھو کھا کرتا تھا اور آج اس کا مدیہ یکم
 کہنا ہی اس کی خطرناک حد تک پیچیدگی کا قدر تھا۔
 کمرے سے نکلے ہوئے مدیہ جہاں کی تھلاں روکھی
 تھی۔ قدم پیچے زمین میں کڑے گئے تھے۔ کھٹک تو وہ
 تب ہی مٹی مٹی جب اس سے بولت کر جیشید ملاوچہ
 کھٹک بھر ساس صاحب کے کمرے میں براہ من رہا اور
 اسے کال نہیں تھا کہ اس وقت کو ساس صاحب نے
 دوست مصروف میں استعمال کیا ہو گا اور ایسا ہی وقت
 مدیہ کے لیے جان کا آزاد بن جلیا کرتا تھا۔ مدیہ کا
 مطالعہ بچا ہی مگر اس نے غلط وقت غصہ کیا تھا یعنی
 وہی میکے جانے کی فرمائش جس پر بھی تو غرار ہوتی اور
 کبھی جیشید صاف ہاتھ بھاڑ کر آگ طرف ہوجا گیا یہ
 کہہ کر کہ "امی سے پوچھ لو۔" اور آج کی حکمران بھڑکنی
 تھی۔

مدیہ نے ترب کر کما تل نظموں سے اسے دیکھا
 تھا مگر جیشید اسی سرسری سے انداز میں سٹی پر نہ ہوا
 دستیابی بے نیازی کا مظاہرہ کرتا تو نئی سیکرین کے ورق
 اللہ ہاتھ

"عمر سو ہو۔" وہ دانت کچی کر رہی تھی۔ پس نہ چلا
 کہ اس بلا کے خود غصہ بندے کو آف آری تھی۔
 ایسے ہی دو قسمی کے لیے شادی۔ نام۔ مٹی جھانکی
 رہی مٹی سولہ کے بعد سے اسے تک بیٹ کر بھی نہ

دیکھا تھا۔ شادی کو پورے تین ماہ ہونے کو آئے تھے۔
 ساس صاحب سو سو کو میکے کی ہوا بھی لگانے کی فکر
 نہ تھی اور ہندوئی پلانے کے لیے جیشید کا شہ
 استعمال کرتی اور گن تو حد ہی ہو گئی تھی۔ جیشید نے
 محبت و موت کا انتخاب کر لیا اصل جوشہ کھا رہا تھا۔
 اس کا دل چاہا تمام مصلحتیں بلائے تھیں کہ کر
 ہی قدموں سے اس کے پوحتی چلی جائے۔ بھی اس کے
 اس کے کینوں کی طرف پلٹ کر دیکھے بھی نہیں۔ مگر
 سمجھوتے کے نام پر تمام کی تمام مصلحتیں ایسی کر
 گزری تھیں کہ وہ خود خیر امان کر دلی نہیں کر
 ان ہی لمحات میں کیا رباب کا پڑھایا ہوا سبق یہ تھا تو
 ہوجاتا تھا۔
 "یاد رکھو کہ اگر تم اپنے رت بھرور بھر سارے
 ہو تو تمہارا رت بھی مٹی میں سمجھوت کو قہقہے نہیں
 دے گا۔"

اور اس کا کرنا آدلی جیسے تر رہا جاتا اس نے رات
 اسی کو خواب میں دیکھا تھا اور تب ہی سے دل کھتا تھا کہ
 اڑ کر کرچی جی جگتے مگر جبوری کی جبوری تھی۔
 سب کی وہ پلٹ کر جہادی سائز پڑاؤں میں کرچی
 جی اور تکیے پر مکا کر ترب ترب کر رہے تھی مٹی
 اک پل کو جیشید کے دل کو کہہ ہوا۔ مگر ابھی کلاں میں
 اسی ہی کے الفاظ مانہ تھے اور وہ اسے کراچی پھوڑا کر
 کی اجازت لینے ہی تو ان کے پاس گیا تھا۔
 "مدیہ کا دل و کھوڑا۔ شہد کے دنوں میں زیادہ
 احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ چلا پچ ہے۔ چونکہ

چونکہ کر قدم رکھنا ہو گا۔ حیدر آباد سے کراچی تک کا
 سفر۔ گھاس پھوس چمکے ہوئے۔
 مدیہ اسے عزیز تر تھی۔ شروع کے دنوں میں تو
 یوں بھی میکے کی یاد نہ آتا ستانی ہے مگر ہی کافران مٹی
 اس کے سر آٹھو سار رہا کرتا تھا۔ جن کا خیال تھا کہ
 مٹی کی میکے کے لیے ایسی ترب بھی اچھی نہیں
 ہوا کرتی اور میکے کی یاد بھلانے کے لیے ان پر کھوڑی
 بہت تھی بھی کرنا چاہیے۔
 سو جیشید اس قسم کی روک تھام کو چاہتا تھا۔

قصور کی کرنا تھا۔
 سب بھی انہوں نے جلا کو سیکرین چھاننا اور گھر
 سب پر لگتے بیٹے گئے تھے۔

نقصہ تکراری مدیہ کی ساس صاحب کا خیال تھا کہ
 جلدی کے بعد لڑکیاں شوہر اور سرسرا کو قہقہہ کرنے کے
 سو کر میکے ہی سے سکھا کر لیں۔ سوہ سوہی کو میکے
 کی ہوا بھی لگانے کی فکر نہ تھی۔ تمہا لائے شہ
 کہ ہو کے نام مدیہ نام کی گھر حیا انیس و ستیاب ہو
 چکی تھی جس کے کھن انیسے کو وہ ہمہ وقت تیار رہا



آپ ہے؟ دو چار روزے کا سوچ لیٹے اور پھر دوسری تلقینوں سے
پھر یہ مشق اتنی زندگی ہے۔ آپ کو دیکھ سکتی ہوں تو رب کا
شکر ادا کرتی ہوں کہ کتنے معجزات سے دور رکھا ہے اس
سے ہمیں۔ ابلی تک دوسری ضرورتوں سے گمراہی نہیں تو
نہیں ہے۔ انہیں کھلے ہوئے رکھنا کیا تھا۔

”تم میرے بارے میں نہ سوچو کہ میں اپنے حال میں بہت خوش اور رب کی رضا پر راضی ہوں۔“ کیا رباب اور کھل کر مسکراتے ہی تھیں۔

缺

بالا پہنچے۔ اسی کھچ لائن میں کلادار کے بھی حصے
 خربے ہو گئے تھے۔ جشید لون کالا ڈالا اور آخری پٹا تھا
 اور ان کی امیدوں کا خود مرکز۔ وہ جشید سے بھی ہاتھ
 دھو بیٹھیں تو پوچھا کس کے سہارے کھٹک بواہوں
 نے چھانٹ کر نسیبنا متوسط طبقے کی لڑکی منتخب کی
 تھی۔ جسے اس کے سیکے سمیت جوتی تلے دیا کر رکھنا
 مسل ثابت ہو گا اور کی ہوا بھی۔

اپنی فطری فہم برداری کے سبب جشید تو ان کی
 مٹھی میں تعاقب نہ کر سکا۔ مگر بھی لے کے سے زبان بند کی
 اور ہر حال میں سمجھوتہ کا سبق سکھ کر نکلی تھی۔
 اگرچہ وہ دلچسپی کہ نفسیہ بیگم کی بہت کم کسی سے بن
 پاتی ہے۔ مگر نفسیہ بیگم کو بھی وہ سوں کو دیا ہے کا پتہ
 آتا تھا۔

جشید کی لٹلا دینے کی اطاعت کے سبب اس کی
 ساری تھوڑی سولت سے نفسیہ بیگم کے ہاتھوں میں
 منتقل ہو جاتی تھی۔ پھر وہ وہیں اور گھر کھلیا اور سفید اور
 محالہ گھر ہو یا مدح کی ذات سے وابستہ۔ جشید کا ہر
 فیصلہ نفسیہ بیگم سے شروع ہو کر ان ہی پر ختم ہو جاتا
 کہ اتنا تھا کہ میں روپے پیسے کی غمی نہ تھی اور نفسیہ
 بیگم کھلاڑ سونے کا لٹلا اور دیکھو شیر کی نظر سے والے
 حق پر عمل پیرا ہا کرتی تھی۔

گھانٹے پینے پینے لوڑھنے یہاں تک کہ گھونٹے
 پھر نے تک پر بند کی نہ تھی۔ بات گزرتی تو میکے جانے
 کے نام پر۔ جس پر اگر جشید صاف ہاتھ جھاڑ کر
 ایک چاہت ہو جاتا کہ "اسی سے بوجھ لو" اور یہ بات
 نفسیہ بیگم کے دل میں گھر کر گئی تھی کہ لڑکیوں کو
 لگاڑنے کے سوا کچھ نہیں سیکھتی ہیں۔ سو وہ دیکھ
 کو سیکھ کی ہوا بھی لنگھنے کی قائل نہ تھی اور یہ بات
 مدح کو بھی دیر سے سمجھ میں آئی۔

شروع کے کچھ دن تو انکلی میں ہی گزار گئے۔ لڑاں
 رشتے دار کا چہلم ہے۔ اچھکی بیٹی کا چہم متوقع ہے۔
 ابھی موسم سخت سرد ہے۔ اور۔ جب ٹھنڈی کے
 تیسرے ہی مہینے مدح کے چہرہ بھاری ہوئے کی خبر سن
 تب ویسے اس کے میکے نہ چلنے پر بھی مدح کی لگ تھی

تھی۔ حیدر آباد سے کراچی تک کا سفر قسمل کام ہے
 بھلا۔

اور آج تو حد ہی ہو گئی تھی۔ آج اسی ضمن میں
 جشید سے اس کی تکرار زور بکڑی تھی۔ جس کے بعد
 اس کے دل میں انکلی الفاظ۔ جیسے وہ کھڑے قدم سے کر
 گئی تھی۔ کہنا بھروسہ تھا اسے جشید کی محبت پر۔
 کہ وہ اسے روکنے قہانے کی کوشش کرے گا۔ یہاں
 کے سامنے اس کی حلیت میں کچھ تو کچھ گد گد کرنا ہی
 ۔۔۔ کتنے یاد ہو گئے تھے اسے قید بند کی مصوحتیں جیسے
 ۔۔۔ میکے کی یاد ستاتی تو اس کے اندر مدح کی کاسٹنگ ابھر کر
 آتا۔ جشید کی سفاکی اسے عمر سوجھو سے مثلاً
 محسوس ہوتی۔

اسے وہ وہ کر لیں سب کی یاد ستاتی۔ گھر کی بات
 فکر میں ہونے لگی۔ ذکر رکھتیں۔ ولیم کے بعد اس نے پلٹ
 کر بھی نہ دیکھا تھا۔ نہ جانے لوگ کیا کیا باتیں بیاتے
 ہوں گے اور یہ چارے گھر والے کس کس طرح کے
 جھوٹ گھڑتے ہوں گے اس کے کبھی سیکھنے آنے کی
 بات۔ ایسی باتیں تو ہوں بھی جھگڑ کی ٹانگ کی طرح
 پھینکتی ہیں۔ خود ان سب نے بھی تو کبھی اس کی خبر نہ لی
 تھی۔

اک بار کپا سمیت وہ سب لوگ اس کی محبت میں
 کھنچے جاتے آئے تھے مگر ساس صاحبہ کے تورا اپنے
 روٹے اور کڑے رہے کہ وہ سب جلد ہی سو جھانگے
 تھے۔ وہ جانتی تھی کہ نفسیہ بیگم کم و تہہ لوگوں کو متہ
 لگا پتہ نہیں کرتی۔

سیکے والوں کی بے عزتی پر اس کا دل دکھتا۔ مگر یہی
 تھا اور جشید کی تلخ وادی اسے مزید نوبت پہنچاتی
 تھی۔ جشید اس سے اپنے تعلقات خراب نہ کرنا چاہتا
 تھا اس لیے یہ بات اسی پر رکھ کر چل جائے کہ مدح
 سے محبت تھی کہ نفسیہ بیگم کی دل چاہی بھی مقصود رہا
 کرتی۔ مگر تھا تو ہر حال اک حدودی جوانی سے کلہاڑ کا
 پچا ثابت ہو جاتا تھا۔ آج بھی نفسیہ بیگم کی
 پڑھائی بیوی کی بدولت مدح پر زیادتی کر رہا تھا اور
 مدح کے دل پر جیسے یا تیشیں گزرتی تھیں۔ مگر اس نے

حیدر کے ان سفاک لفظوں کے بعد کبھی میکے کا ہم
 بھی زبان پر نہ لانے کا خود سے وعدہ کر لیا تھا۔ اور
 اس بچا جانا لگا سہل بھی کب ہو تا ہے۔ مقصود ساس
 صورت میں جب حقائق انسان کے اپنے ہوں۔

ان سب کی یاد اس کے دل میں مدح پر زیادتی
 جاتی اور اس کے فطرت کو ہوا ملتی رہتی۔ دل سیکھتی
 میں زیادتی تھا ہارش رہتی تو اسے گھر کی جتنی چیزیں کا
 خیال ان گھیرتا۔ نہ جانے گھر کی گاڑی کیسے چل رہی
 ہوگی یا اس کی گدی بندھی تھوڑی آلی تو ای دراز۔ سواٹیں
 میل بھر تھیں۔ بچن کا سلسلہ انکلی سے لے کر تھوڑے اور
 لپا کی پیشین سے لے کر انکلی گزرا تھا۔

رات میں سوئے ہوئے چھوٹی چھوٹی پارڈر کے اسے
 لپا کرتی تھی اور اس سلسلہ کو اسے پورے کا پورے دینا تھا
 اس کے انتظاروں کے دنوں میں وہ رات گئے تک جاگ
 کر رہتی پڑھاتی تھی۔ حق ہلا ہوا کو اس سے پانی بھرتے
 تو وہ سوتے پاتان ہاتھ کی وجہ سے نوٹی بند کرنے کے
 لیے کس بے چاری سے اوپر اوپر کھانکرتے تھے۔
 وہی کو تو ہر شے اپنے سہارے پر کار ہوتی تھی اور ساجد
 چھلکی کو بھی اسی سہارے پر تھکا جاتے کیا کچھ لائے ہوں
 گے اس کے لیے اسی لیے تو شادی کے نام سے رتے
 خزانہ تھی۔ کبھی کبھی تو وہ زندگی سے ہی بے زار ہو جاتی
 تھی کہ مدح کی طرح جو اس کے دوش پر سندھیے لکھ لکھ کر
 اس پر بندھنے لگے اپنوں کو بھیجا کرتی۔

بھل ہوا اس پار نہ لانے کیسے ہیں؟
 دور شہر میں پار پرانے کیسے ہیں؟
 چاند اترتا ہے لب کس کس آگن میں
 کہوں سے عروم گھرا لے کیسے ہیں؟
 لب بشت دروازہ دل پر کیا بیت تھی
 گلیوں سے منسوب فیلڈے کیسے ہیں؟
 جن کے جھرمٹ میں شاخیں دم توڑ گئیں
 وہ چارے پانگ ڈوبنے کیسے ہیں؟
 اس کا انتظار چاہتا کسی نہ کسی طرح اک سواگل
 ہی خیرے کراچی کو بھیجا دے کم از کم اس سب کی احوال
 پر ہی کتنی کوئی وسیلہ ہو کر۔

زندگی حقیقی معنوں میں اس پر ٹکڑے جاتی ہے کہ وہ کم
 وہ خود صلہ خود میں کھینچتی اگر نہ کیا کچھ سلیا گیا تو کل
 کا اور اس میں کی گد سے گدہ جابو مالور وہ جو اسے تمام
 معاملات اللہ سے سچو کر کے کا سبق تھا وہ اک میل کو نہ
 بھولی تھی اسی لیے جب منظر ہوئی۔ اسی بھروسے کا
 وہ اس تمام کر کے کھائے سر سے سے ہی ہمتی تھی۔

خشت حال دروازے کو درست کر کے نانہ رنگ و
 دوغن کے ذریعے فرمایا گیا تھا پھر پلستر کی پورا دیواروں
 پر پلستر چا کے نانہ کھلی کر لائی گئی تھی۔ اب گھر کے
 باہر ایک کی جگہ دروازے تھے اس نے چھلکے
 ہوئے وہی پرانا دروازہ بجا دیا اور برآمدہ ہونے والی
 کرخت صورت سے وہ پار دریافت کیا ہے۔ بھیا کا ہم
 لینے پر واپس دروازے کی جانب اشارہ کر کے کہ کرخت
 صورت غریب سے وہ باہر اندر دوپوش ہو گئی۔ پھر
 نے ایک گھری نظر پلو میں کھڑے جشید پر ڈالی تھی۔
 حیدر آباد سے کراچی تک ڈرا جو تک گئے ہوا اک
 کندھے پر سڑی ایک اور وہ سب کدھے سے فراز
 کو لگائے تھکن اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

"وہاں سہل" مدح نے وہیں کھڑے کھڑے ایک
 بار پھر دہرایا تھا۔ شادی کے پورے ڈھائی سال بعد وہ
 آج میکے آئی تھی۔ جب فراز ڈراڑھ سال کا ہونے کو کیا
 تھا اور شاید یہ حلیت اب بھی اس کے بخت میں درج
 نہ ہوتی اگرچہ قدرت احتساب نہ کرتی۔

اس نے ایک گھری سانس بھر کر اسے دروازے پر
 دھک دی تھی اور اس بار دروازہ کھولنے والی چھوٹی تھی۔
 جو کب بڑی ہو گئی تھی۔ انگلی بل چھوٹی نے گھر
 بحر میں شور مچا دیا تھا اور کچھ ہی دیر میں ہی وہاں کی مدح
 سے چلتی ہوئی تکی تھیں۔ مدح کے دل کو جھکا سا گنا
 ۔۔۔ وہ پیسے سے زیادہ کمزور مضمحل اور بیمار نظر آتی
 تھیں۔ نہ جانے اس کی جینم پوشی کے قلیل کیا بات
 خدائے جہیل ہوں گے کہ نہ کہ اٹھائے ہوں گے
 وہاں سے مل کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

ہم بھی تو رہے ہیں راہوں میں۔ کیا سچ کج
 اک اک دم اٹھتی رخصت کو جانے دینے سے انہی
 رہی تھیں۔
 مدد سکرادی۔ تو پھر سے تھیں۔
 ”تو! آپ کو معلوم تھا کہ میں آدمی ہوں؟“ وہ تو
 سے چلے گئے ہوئے شعلوں سی تھی ”میرا مطلب ہے
 آپ یہاں کیسے؟“
 ”وکیلہ۔ دل کو دل سے دلو ہوئی ہے اور جناب یہ
 رہنا دھونا بند کر دو اور فریض ہو جاؤ۔ ذرا جلد کا خیال
 کرو۔ کیا میل ہو رہا ہے بے چارے کا۔“
 وہی تو کی کی پل پل ہر اک کی خبر گیری کا انداز۔ مگر اس
 کی نظریں ہلنے سے وہاں تک دور دور ہلک رہی
 تھیں۔ ہوسارے گھر کی کلیا ہی پلٹ گئی تھی۔ مکان
 کے دو میاں دیوار کچھ کچھ کو حاکم اسے پوچھا کیا تھا ”یقیناً“
 مگر وہ وہ حصہ گھرا استہرا سا تھا۔ چھوٹی کی مرست اور
 دیواروں پر پڑا تر کر کے پیار لگے دو غم۔ نشانے نہ رہا
 لیکن وہیں سے نظر آ رہا تھا۔ کچھ کی بیوی دیوار سے لگا
 ہیں۔ رخصت کو جانے دینے کے ساتھ خراب صورت
 رہا لگ چکی تھی۔
 چھوٹی نے مصنبت دسترخوان کا ہشام کیا تھا۔
 وہ دو لول کے فریش ہونے کے دو میاں ہی سارا اکام ہو
 گیا تھا۔ پھر کے لیے مڑا اور مڑا۔ کما تھا۔ چھوٹی نے
 سلاوا لائے دیوار کبابے کے سٹوئے کے فرنگ میں رکھ دیا
 تھا۔ ڈونکہ بھر کے رات کے بچے کو فوٹی کے سالن پر
 بچھا لگا لگا۔ کیمپ فرنگ کی گئی کباب کی گیلیاں نکل کر گئی
 تھیں۔
 دسترخوان لگا دیا ہی اس پر بھی شرمسار تھیں۔
 ”بیٹا! اطلاع ہی دے دیتے کسی نہ کسی طرح۔“
 اسی کے لفظوں میں سادگی تھی مگر وہ نے اسی کاٹ ڈاؤ
 لفظوں سے جھبکی کی بات نہ کی تھی کہ وہ شرمسار ہو کر
 پلٹ پر جھٹک گیا۔ اسی اور تیا نشہ کی خاطر میں۔ کچھ جا
 رہی تھیں اور اس کی نظریں میں وہ وقت گھوم رہا تھا
 جب انہیں سینے میں بھٹکنا ہوا۔ بار بار ہی گھومت
 نصیب ہو یا تھا۔ بنا بھٹکے ہی اتار تھا۔ ہو گیا تھا۔

چھوٹی دسترخوان سینے لگی تو چاند دم سوچا تھی نہیں
 کے دل میں بہت کچھ چلنے لگی۔ کتنے لور سننے کی چاہ تھی
 گرا کی طویل دیر میں اسی دوا میں لکھا کے آرام
 کرتیں۔ اس کی گئی دھلیں جو کچھ ہونے لگی تھیں۔
 تب قہارے بھی نہ تھے۔
 ”کچھ دیر آرام کرو۔ شاید شام تک لوٹ آئیں
 گے۔“ (نثار) (نثار) سے تو اب رات ہی میں ملاقات ہو
 گی۔
 مدد شہری رہی۔ کوئی کچھ شکوہ ملاست یا لعین
 طعن۔ مگر جادو سو خاصوشی تھی۔ جیسے وہ سب اس کے
 اندر تک پہنچا۔ ان ڈھلی سادوں کا احوال پڑھ چکے
 ہوں۔ تو پلے تھا کہ وہ خطا کار نہ تھی مگر خود کبے خطا
 ثابت کرنا اسی باقی تھا۔ اس کا جانی ساز بیک اس
 کے طویل قیام کا غنا تھا۔ فراز جا کا تو چھوٹی اسے
 اٹھائے اٹھائے پھر۔ وہ نہ جانے کتنی دیر غافل رہی۔
 ✽ ✽ ✽
 ”کہتے ہیں کہ وقت کیسا بھی ہو بدلتا ضرور ہے۔ مگر
 کبھی کبھی بدلتا ہو وقت خود انسان کے بدلے کا۔“
 بن جاتا ہے۔ قدر جب احتساب پر آئے تو انسان
 از خود اپنے اعمال کو میزوں میں رکھ کر کہتا ہے۔ ”مجھ کو
 جانا ہے۔“ کبھی بڑی مصیبت کا شکار ہو تو پھر تاجھو رہے
 نہیں کوئی استعصال بد دعا تو کام نہیں دے گا۔ رہی نور
 قسمت سے اگر تدارک کاموں میں بہت ہو جائے تو کون
 ہاتھ کھینچ سکتا ہے۔ وہ بھی اس صورت میں جب زندگی
 داؤ پر لگی ہو۔
 شاید وہ بھی چھوٹی اس استعصال کا سرائے پکچا تھی مگر
 جو خود وقت کے انصاف کی پکڑ میں نہ آئیں۔
 وہ جیسے کہ سب کچھ کہہ ڈالنے پر کمر بستہ تھی اور
 تیا اپنی شخصیت کے تمام تر نحر و سمیت ہر تن کو کوش
 ”ہدایت میں رہت کا نشانہ اور اہل ہوا اگر کسی سے
 نے چن لیتا ہے۔ بہتری کے لیے اسے کسی نہ کسی
 طرح اپنی راہ سے لگا ہی لیتا ہے۔“ تیا کا یہی فلسفہ

ہدایت اس کے سفر کو سہل بنا دیا کرتا تھا۔
 ”شاید میں اپنا گھر گاڑتی دوں۔ حوصلہ تو کھوی ہوئی
 اگر جو تم کا بھٹا ہوا ایمان زور لہنہ ہوتا۔“
 ”تو یان نکلیں نا تم۔ کہ جب ہم اپنے رتبے پر
 بھروسہ رکھتے ہیں تو وہ رتبہ بھی کبھی اس بھروسے کو
 توڑنے نہیں دیتا۔“ تیا مسکراتی تھیں اور جیسے چار
 اچلا بھر بھڑکا گیا تھا۔
 ”گھر کی ہدایت تمہاری تمام فکریں بجا تھیں۔ جو ہر
 اک ذات جو ہم سے بڑھ کر اپنے بھول کی خبر نہ لے اور
 ان سے محبت کرنے والی ہے۔“ اک اور نہ تو مستور
 وہی کھوتا ہے۔ ہزاروں میلوں سے بعد اس کو راقی عطا
 کرنے پر قادر ہے مگر ہم اس کی رسی کو مضبوطی سے
 تھامے نہ تھیں۔ نا۔“
 ”اب درست کہتی ہیں کیا! ہم رتبے پر بھروسہ
 کرنے کے بجائے اپنی عقل و دانش کو ہدایت دیتے ہیں
 جتنی بات کھلتے ہیں۔ کچھ ہے کہ وہ اپنے بھول کو
 بہتر خبر گیری کرنے والے ہوتے تھیں۔ سب کیسے۔“
 ”پھر اس کے اندر کبلا نا سوال لیول پر آتے آتے
 ٹھہر گیا اور کیا سکرادیں۔“
 ”میں نے تم سے کہا تھا کہ رتبہ ایک درجہ کرنا
 ہے تو مستور کو لانا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ
 ہمارا وجود اس گھر کے لیے درجہ کی بڑی کی حیثیت
 رکھتا تھا۔ ہمارے گھر سے مدد جانے کے بعد معاشی
 ہی نہیں گھر کی مسائل کچھ منہ پھاڑے کھڑے تھے
 ۔ تمہاری تمام فکریں۔ نا تھیں۔ مگر وہ سب جس پر
 بھروسہ کر کے تھیں۔ نا تھا۔ ہم سے غافل تو نہ تھا۔
 کالے اک ٹھنڈی ساٹس بھری۔ مدد کھنگر اٹھیں
 دیکھتی ہی چلی گئی۔
 ”شاید یہ درجہ کھڑے اس یاد اس گھر کو سنبھالنے کا
 فریضہ تھے سوچنا تھا۔ شاید کامیاب نہ ہو۔ نا تھیں
 اک نے کا دیوار کی نیلہ ڈالنی تھی۔ مگر ان کی آمد کے
 ساتھ ہی گھر کے ہزارے کا غلطہ اٹھا۔ ہمارے پاس

جو رقم تھی اس میں یا تو ہمارا شروع کیا ہوا سکہ تھا یا گھر
 کی رخصت کی ہسراتی کہ مکان کے ہزارے کی مدد میں
 ملنے والی رقم سے تو اک پلاٹ بھی خریدنا ہوا تھا۔
 ”میں رخصت دور کچھ بھی لوہاں سب کو سہارا۔ اور
 شاید یہی رتبے کی فضا تھی کہ ہم اک دوسرے کے
 مسائل بٹھاتے ہیں۔“ شاید نے مکان کے حصے سے
 اسی کے گھر کے کوری حصے میں اک پورشن بنا لیا اور
 کا دیوار کی رقم سے اک سواٹل شلہ کھول لی۔ کچھ
 بھاگ دوڑ کر کے اپنی پرانی چاب کے حصول میں
 کھلیا ہونے تو ان بھر کے وقت میں شلہ انھار کے
 حوالے کر دی۔ سمجھو یہ اسی اتحاد و اتفاق کی ہر کتبہ ہے
 ۔ میرا کچھ انسان نہیں ہے۔ انھار اپنی مضوری کے
 سبب کسی وقت طلب کام پر تو قادر نہیں تھا مگر اس
 مویاٹل شلہ کی آمدنی سے گھر کی آمدنی کا وسیلہ بنا اور
 حالات میں بہتری آئی۔ کتنی کچھ تھوڑی سی رہی ہو۔“
 ”تیا!“ تفکر و مضمونیت سے اس کا کلا دندہ
 گرا۔ ایک ایک بل کیسے کاٹوں پر گزارا تھا اس نے۔
 اس گھر کی فکریں کو نچوڑے کے دھنسیں مگر تیا کو کچھ
 بے جا نہ تھا۔ ان سے بڑھ کر ایسی ہیالوہی چھوٹی کی خبر گیری
 کا وسیلہ اور کون بن سکتا تھا۔ اسے کیا خود سے بڑھ کر
 انھار تھا۔ کیا باب بھی جیسے اس کے اندر راتھتے بھنور کو
 پا کر مسکرا دی تھیں۔
 ”میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر ہم اپنے رتبے پر
 بھروسہ بھروسہ رکھتے ہیں تو جان لیں کہ رات رتبہ بھی کبھی
 اس بھروسے کو ٹوٹنے نہ دے گا۔“
 اور مدد کو کبھی کال بھروسہ تھا۔ جواب مزید پلٹ نہ گیا
 تھا۔



مریم نے فرار کی طرف دیکھا اس کی نظروں میں
اسکریں پر جمی تھیں۔ مریم کی نظروں نے اس کے
تغائب میں بی بی کی طرف رخ موڑ لیا کسی چپقلی پر
قسط وار ڈراما چل رہا تھا اس نے دوبارہ غزالہ کی
طرف دیکھا اور اس کے چہرے کے تاثرات کو جاننے
کی کوشش کی مگر کچھ دیر سے وہ محسوس کر رہی تھی
کہ غزالہ کے چہرے کے تاثرات کو جاننا مشکل کام تھا
یا اس کے چہرے کے تاثرات ایسے ہوتے تھے کہ فن
کے بارے میں حتیٰ راستے نہیں دی جا سکتی تھی۔
وقت کے ساتھ اس کے چہرے کے نقوش بھی بدل

”اچھا“ غزالہ نے بے یقینی سے اس کی طرف
دیکھا جیسے اسے مریم کی بات پر یقین نہ تھا۔
وہ سرے ہی لمبے وہ ہونے سے مسکرا کر بولی۔ ”شاید
تجھ سے غلطی ہوئی ہو میری عقل کچھ اتنا ٹھیک کام بھی
نہیں کرتی۔“
”تو یہ آپ کہہ رہی ہیں؟“ مریم نے حیرت سے
پوچھا۔
”ہاں تو غور کیا۔“ وہ ہر مسکرا کر بولی۔ ”میں کئی
چیزوں کو کول اور بچوں کے بارے میں غلط اندازے
لگاتی ہوں۔ علاوہ مجھے دھم ہوتا ہے کہ فن کے بارے

عقیدہ سید



مجھے تھے مگر بڑھتی عمر کے آثار نے بار بار ایسا کیا تھا اور
اس کے چہرے کے تاثرات ان نقوش کے کوئی
کھدو دل میں کس گڈ ہو جاتے تھے۔
”اس لڑکی کو اداکاری کے متعلق فیملی بچوں کے
بارے میں کچھ علم نہیں۔“
”کچھ دیر بعد غزالہ نے اپنی سہیلی کو بلادی ہو کر اور ادا
دیکھتے ہوئے اس کے وہن میں ابھری تھی اور جس کے
بارے میں اس کے چہرے سے انداز لگنا مریم کے
لیے مشکل ہو رہا تھا۔
”اگر یہ لڑکی تو کچھ کل غائب پر جاری ہے۔“
مریم نے بے ساختہ کہہ ”وہ سرے سے ڈال دی ہے۔“
لڑکھل کر رہی ہوئی ہے۔“

میں جو سوچ رہی ہوں۔ وہ بالکل ٹھیک ہے بعد میں
مجھے پتا چلتا ہے کہ میرا ان اہل خانہ کا شاید وقت آگے
نکل گیا اور میں بہت جیسے بھٹی ہوں۔ میں بیوی چلے
والہ ایک ایسا کامیاب مسافر ہوں اور وقت ایک تیز کام پر
سوار ہے۔“
”ہمیں نہیں ہوتا میری پیاری تو!“ مریم نے اپنی
جگہ سے اٹھ کر غزالہ کے قریب بیٹھتے ہوئے کہہ اس
کے ہاتھ غزالہ کے شانوں پر تھے۔
”وقت بول بول گئے پوچھا ہے ہماری عمر بھی
پوچھتی ہے بڑھتی۔ عمر ہماری حیات کو ضرور کمزور کرتی
ہے۔ لیکن ہماری سوچ کو بہت توانا بنا دیتی ہے۔ نتیجہ
میں زیادہ نامشہور اور ہماری سوچ کو بختہ بنا دیتا ہے اور

ہم نے فرد گرد کے لوگوں کو اسی تجربے کی عینک سے دیکھتے تھے ہیں اس عینک کے شیشے اتنے تیز ہوتے ہیں کہ ہمیں ہر شخص ہر چیز کی جذبات کا مشاہدہ ہو جاتا ہے ہمیں خفیہ خیال اور دھنگے چپے چور بھی نظر آتے دیکھتے ہیں مگر۔

"مگر کیا؟" غزالہ نے صرف اس کی بات سن کر ہی تھی بلکہ اس پر غور بھی کر رہی تھی اس کے دک جانے پر تیزی سے بولی۔

"تجربہ کہ تجربے کی عینک کی جیسے سے توکل اور چیزوں کا جائزہ لیتے ہوئے ہم اکثر بھول جاتے ہیں کہ یہ لوگ وہاں کھڑے ہیں جہاں سے ہم نے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا ہم میں بھی ایسی خفیہ خامیاں اور نا تجربہ کاری کے دھنگے چپے چور تھے ہم اپنی بہتر اصول جانتے تھے۔ ہر کام میں کتنی وقت کے ساتھ آتی ہے ہر فنکار وقت کے ساتھ جیسے سے بہتر ہونا چاہا ہے۔ آج یہ لڑکی اس لڑکی کی طرف اشارہ کیا وہاں کھڑی ہے۔" غزالہ کی منہ پر ہلکے آپ تھیں یاد کر س دلاں جب آپ نے اپنے گریس کا تیسرا چوٹا ڈراما کیا تھا یاد کریں آپ کے کام میں اس وقت کتنا کمال تھا اور اس وقت کتنا تھا جب آپ کا دور مروج چل رہا تھا۔

"ہمیں اندازہ ہے کہ ہمیں دور مروج پر پہنچنے کے لیے کتنی کن مراحل سے گزرنا پڑا" غزالہ نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے بار دیکھ لیں ہوا کرتے تھے۔

گفتگو کی مشقت کے بعد ایک سین لو کے ہوا تھا اور ہمارے کام کو اس کلمہ اور انتہائی مہارت کے میکاپ اور اور پینل سیشن کی سہولت بھی میسر نہیں تھی گوہ۔ "غزالہ تیزی سے بولتے ہوئے ایک دم خاموش ہو گئی" جیسے اسے اچانک احساس ہوا تھا اسے اس موضوع پر زیادہ نہیں دینا چاہیے۔

"گوہ؟" مریم نے ساری نظروں سے اسے دیکھا آگے بولیں اس کا چہرہ غزالہ کو دیکھتا ہے۔

جواب میں غزالہ نے خاموشی اختیار کیے رکھی۔ "اور میرا تو آغاز ہی ایک ایڈوانسڈ ورلڈ میں ہوا۔" خاموشی غزالہ کی خاموشی کے بعد غزالہ نے نظریں جھکا کر اپنی بات مکمل کی۔

"ہاں تو ہے اس وقت یہ کلمہ خاصا مشکل تھا۔" مریم نے اسے سچوت کرنے کی کوشش کی وہ چارہ ہی تھی کہ غزالہ کے ذہن میں جو کچھ بچہ کہہ ڈالے۔ "مگر ذہنی کیمی کاٹھ سے کج سے بہت مزہ" اور اداری عروج کمال برادری کا یہ لاجواب سب کچھ قاتل صریح لائننگ ایکسو سیٹ ریکارڈنگ مشوری سلمان کی کیمپ کے پاس ایک دم پر لپکتی میرا مطلب ہے جو چیز آخر میں سامنے آئی تھی وہ صلیت تھی۔

"کیا؟" مریم نے غزالہ کے شلے پر ایک بار پھر ہاتھ رکھتے آپ لوگ تو اس میدان کے شلیاب لیتے ہو۔

"جب ہی" غزالہ نے غلام دیکھتے ہوئے کہہ "جب ہی اس حال میں تھے ہیں میرا کام میرا فن میری پریکٹس میری زندگی کے کتنے سال کھا گیا۔ کچھ اعداد نہیں کسی کو اس کے چہرے پر وہ دلوں کی وحشت اترنے لگی جس سے مریم سمیٹ اس سے متعلق تمام لوگ خوف کھاتے تھے۔

"میرا قصور" کچھ دیر کی جا رہی تھی بعد غزالہ نے دوبارہ کنا شروع کیا میرا فن تھا میرا جرم مجھے مسلسل ٹی سال بہتر گوارا کا پلاوار ڈالنا تھا میرا گدہ یہ تھا کہ مجھے میرے ہم گروا نے دالے میرے

چاہے وہ لے ٹیل کی ٹیٹ میں میرا نام دیکھ کر ہجوم اٹھا کرتے تھے۔ میرے قصور میرے جرم اور میرے گتہ کی سزا مجھے کشتوں پر کھینٹ کر دی گئی تھی۔ مجھے لے لیا تے شعلوں پر پیر نہ پیر رقص کرایا کیا جنون کا رقص دیوانے کا رقص میرے صدمہ کو کوٹ۔ اس نے اپنا ہاتھ اٹھا کر چلی بولی۔ "فرار دے دیا گیا۔"

ایک سرٹیکٹ "بھراؤنی وحشت بھری نظریں مریم کے چہرے پر گاڑتے ہوئے بولی۔ ایک سرٹیکٹ وہ کار تھا انہیں کہ غزالہ ساطل فائز اسٹیل قرار دی جاتی ہے وہ ذاتی طور پر منظور ہو چکی ہے کسی کو پہنچاتی ہیں نہ کسی کی بات سمجھ نہیں سکتی وہ ٹھیک طرح سے بول نہیں سکتی۔ اس نے مریم کے بازو میں اپنے ہاتھ کی سخت انگلیاں گاڑ دیں۔ ہاں ایک سرٹیکٹ۔ وہ جو میری جگہ لینا چاہتے تھے وہ جنہیں میری موضوع کی اس انداز سے ہر مہلک ہوا۔ میری سی بھری سے خاک شہ کو دل کو ہر سرٹیکٹ مل بھی گیا۔ پھر اس نے مریم کو لپکا اس کی نظروں میں بعد وحشت کے ساتھ ہاتھ بے جا چلی گئی اور آہستہ بھی۔

"سرٹیکٹ اس کو لے گیا اور اس سرٹیکٹ نے میری زندگی سے ان رت سال کھا لیے۔ میری خوشیاں میری خوشیاں میرا شوق میری گھن میرا دشمن تھی کہ میرا نام۔" وہ کچھ دیر کو رہی اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ وہ میرے ہاتھ کو بھی کھا گیا۔ وہ سرٹیکٹ جس نے کچھ بھی سلامت نہ چھوڑا۔ وہ سب کچھ کھا گیا۔

لب و چپٹے کی تھی وحشت کا دور مکمل طور پر اس کو اپنے صدمہ میں لے چکا تھا مریم نے اسے اپنے ہاتھ پر کراہے بازوؤں میں جکڑ کر صدمے تکہ دالے اور ٹھیلنے کی کوشش کی وہ گھر میں موجود دونوں ملازمین کو لڑکی کو از میں لاد رہی تھی اور دل میں خود کو طاقت کر رہی تھی کہ اس نے اس موضوع کا آغاز کیا کیا جس کا انعام غزالہ کی یہ حالت تھی۔



"مجھے تو یہ حیرت ہوتی ہے تم یہ سب کیوں کر رہی ہو؟" مریم نے اس پر جیسے کاکھوٹ بھرتے ہوئے کہل "بلکہ پوچھو تو بھی کبھی مجھے بھنجا ہوا ہونے لگتی ہے۔" مجھے غم دار ملنا لاحق ہے۔ "مریم نے

مسکرا کر جواب دیا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے اس جواب پر مریم کی طرح لڑ جائے گا۔ "تو غم مائل۔" مریم نے ایسا لپکاتے ہوئے پوچھا۔ اس کا نام دانیہ تھا مانیہ کی بھی کچھ محجاش تھا۔

"مریم نے میری سطح پر چمک جانے والے دلوں کے چند نظروں کو نشوونما میں جذب کرتے ہوئے کہہ "اس کا بھی کچھ سوچیں گے غرمت لے پر۔" "میں یقیناً بہت دایوس ہوا ہوں۔" مریم نے صاف گوئی سے کہل "میں نے ایک عام سی بہت نادر سی لڑکی مریم ناقب سے محبت کی تھی۔ شاید قریب سے تین سال پہلے۔" اس نے یاد کرتے ہوئے کہا۔ "میرا مطلب ہے کہ محبت کا آغاز کیا تھا۔"

"پھر کیا ہو گیا ان تین سالوں میں جس نے تمہیں ازبک دایوس کیا؟" مریم نے دانستہ اس کو تنک کر رہی تھی۔

"وہی" وہ شلے اچکاتے ہوئے بولا۔ "میں نے بتایا تاکہ میں نے ایک عام سی نادر سی لڑکی کو پسند کیا تھا اس وقت جب اس نے یونورسٹی کو ناپا جو ان کیا تھا اس وقت جب وہ عام لڑکیوں کی طرح ہستی ٹھکانا لگی تھی ہر معمولی معمولی مزیدار اور دلچسپ بات پر محفوظ ہو کر رہی تھی جب وہ ایک انتہائی مترم فنی کی طرح تھی اس وقت جب اسے رنگوں پھولوں خیمہ شہزادوں چاند ستاروں بالوں ہاروں سے محبت تھی جب اسے دوستوں کے ساتھ مل کر ہلاک کرنے میں مزا آتا تھا وہ جہاں جاتی چھا جاتی تھی اپنی خوشگوار طبیعت اور خوش مزاجی کی وجہ سے۔"

"پھر کیا ہوا؟" مریم نے یوں کہا جیسے اسے اس داستان کو سننے میں بہت مزا آ رہا تھا۔ "پھر جیسے کسی نے جیل کی چوڑی تھما دی وہ مترم فنی ایسے ہو گیا جیسے ہے۔" مریم نے کسی مناسب نقطہ کا انتخاب کر کے لڑکی کو دیکھ کر "جیسے کسی میرا لڑکی کا گیت۔" مریم نے منجیدہ چہرے کے ساتھ اس کا جملہ مکمل کر دیا۔

”تقدیر ہے اور یہ اور“ کا جواب اس کی بدلتی صورت پر دیا کرنا
 کرنا۔ ”میں نے کتنا چاہا کہ اس کی بدلتی صورت پر دیا کرنا
 ہو۔ تم نے دیکھا کہ اس میں دین اور دنیا کے عباد کے چہر
 میں بالکل فرق ہو۔“

”الفاظ کے حکم میں تو تم خود بار بار کہتے ہو۔“ مریم نے
 مسکرا کر کہا۔ ”جب تم جانتے ہو کہ ساری بدلتی میری
 سمجھ میں آ رہی ہے تو اسے الفاظ کی شکل میں نہ دیکھو تو
 فرق نہیں پڑتا۔“

”پھر؟“ مریم کے چہرے پر بے بسی تھی۔ ”پھر تم
 یوں کر رہیں ہو ایسا تم جانتی ہو کہ تم نے خود کو کتنا
 محدود کر لیا ہے؟ تم جانتی ہو کہ تم ساری عمر میں
 زندگی ایسی نہیں رہتی۔ تم کیوں ایسا کر رہے ہو؟ خود اپنے
 ساتھ خود میرے ساتھ بھی۔ کیوں آخر کیوں؟ تم جانتی
 ہو کہ تم؟“

وہ اپنی بات کہتے کہتے روک گیا اس نے ہوئے۔
 سر کو تھکا لود کر دیا۔

”میں کیا کر رہی ہوں مریم؟ اس کو یوں مانوس دیکھ
 کر مریم کو افسوس ہوا۔ ”زندگی بہت کچھ کرنے کے
 لیے لی ہے نا ہمیں۔“ اس نے اسے سمجھا دیا۔ اس
 سے کیا فرق پڑتا ہے کہ کسی کی عمر کم ہے یا زیادہ؟ کسی
 مقصد کے لیے زندگی گزارنا ہی اصل جیت ہے۔ اسے
 لگا جیسے اس کا بچہ کسی دماغ کا سار کا اختیار کر گیا تھا۔
 اس نے فوراً اپنا لہجہ بدل لیا۔ ”کوئی بھی کام جو تم
 کر رہے ہو اس کے ساتھ ساتھ نارمل زندگی کے
 باقی کام بھی تو کیے جاسکتے ہیں اور وہ میں کر رہی ہوں۔“

”ایا کر رہی ہو؟“ مریم نے ذرا تیز لہجے میں کہا۔
 ”تمہارے پاس اس کا قدامت کتنے دن کا ہے؟“ وہ کسی اور
 کام کے لیے وقت ہو گا تو کچھ کر دے گی ہر ایک چیز سے
 زیادہ اہم تمہارے لیے وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ
 وقت گزارنے گزارنے تم بھی غل سے پہلے رہتی
 جا رہی ہو۔“

”خدا سے اور مریم؟“ مریم نے اصرار کیا۔ ”وہ
 لوگ غل سے عاری نہیں ہیں ان میں سے بہت

سے کسی وقت وہ لوگ کہ مریم کی تقدیر ہے
 تھے اس میں کسی بھی قسم کا وقت آ رہا تھا کہ
 اس کا یہ دور اس صورت حال سے کوئی بھی دور
 ہو سکتا ہے۔ ”میں نے تم میں سے کوئی بھی اس سے باز
 نہیں۔“

”یقیناً۔“ مریم نے اس بات پر قلمی بحث نہیں
 کی تھی مگر ضروری تو نہیں کہ ہم سب اپنی طور پر اپنی
 تعبیر ہیں ایک مغرب کی وجہ سے اپنی زندگی اس
 طرح منظم کر رہی۔“

”جب کے مجھے مجھے میں کہتا ہوں کہ مریم کو
 دیکھ سادہ۔“ ”یہ ایسا زندگی کو منظم کرنا ہے؟“ اس نے
 بے یقینی سے مریم کی طرف دیکھا۔ ”میرا خیال تھا کہ تم
 اس کام میں مجھے سپورٹ کر کے مجھے شہدائے
 لورڈ پر مل میرے ساتھ ہونے کا احساس دے گے۔“

”میں نے تمہیں بہت سپورٹ کیا تم شاید بدل
 رہی ہو۔“ مریم نے کہا۔ ”میں مانتا ہوں کہ تم ایک
 بہت اچھے کام میں مصروف ہو لیکن یہ جو تم نے اب
 غزالہ سلطان کی چونٹیں مجھے کی زندگی داری ایسے مریم
 اسے مجھے اس سے اختلاف ہے اور میری زندگی
 بات نہیں آتی کہ اس قسم میں سے تم کا سہارا
 ہو جو کام یا کارنامہ تم سرانجام دے رہی ہو۔“

”یہ تو واقعی طور پر اس قدر غور سے کہ کاغذ پر
 زندگی کے مختلف شعبوں میں سے کسی ایک بھی نہیں
 اس کی دایاں ناہیں ہے۔“ اس کے ساتھ ساتھ ٹریس
 کندھ ہو چکے ہیں۔“

”میں کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دے رہی ہوں
 سو۔“ ”مریم نے اس کی بات سن کر حائل انداز میں
 کہا۔ ”غزالہ سلطان اور اسے معاشرے کا ایک ایسا
 دیا جاتا ہے جتنا پھرنا اہم ہے کہ ہم اس پر جتنا بھی
 افسوس کریں کم ہے اس کے ساتھ جو زمانہ ہوئی وہ
 ہم سب کے علم میں ہے۔ غزالہ سلطان ایک مثیل
 ہے جس سے کسی اور ہوں گے جن کا ہمیں علم میں
 پھر جن کے بارے میں چل کر بھی ہم انہیں نظر انداز

کہتے ہیں وہ اتفاق کے سیر کے سانس پر آئیں۔
 اس نے ایک نظر سر پر ڈالا۔ ”وہ کچھ دیر ہو گا
 بیٹھا تھا مگر یہاں اس کی بات کو غور سے سن رہا تھا۔“

”میں نے اسے جس دن پہلے سنیے میں نے والد
 کو ”پہلے“ کے ایک ستر پر بڑے دیکھا تھا۔ ”میں نے
 اور مریم کو دیکھا تھا۔ یہ وہ خاتون تھی جس کو پہلے میں
 نے مریم کی وی اسکرین پر دیکھا تھا۔ ”میں نے والد کو
 اس کی اور اس کی تعریف میں زمین نہیں۔“ وہ طوطے
 طاقت تھیں اس کی آنکھیں اس کے اسلام کا
 ساتھ دیتی تھیں اس کے چہرے پر اس نے اس کے
 کردار کے تمام آثار پر حجاب کا اندازہ کر لیا تھا۔ ”ایا
 لوانہ تھی؟“ میں نے اس کا ہاتھ دیکھا۔ ”میں نے
 بڑی خاتون صرف اسے خود نہیں ہے ہی اس کا اصل
 فکاہ کی پرچا نہیں معلوم ہوئی تھی۔ میں نے سن رکھا
 تھا کہ وہ ایک بڑی ہی نہیں فکاہ تھی مگر شخصیت جو
 چہرے ساتھ ساتھ میں موجود تھی۔ اس کی تعلیم میں کا
 فن میں اس کا سارا ہنر اس کی ساری شان تھی کسی کم
 ہوئی تھی وہ سارا وحشت میں پہل تھی جس وحشت
 جو کسی کے بھی قابو میں آتی تھی۔“ ”مریم کی آنکھوں
 میں آنسو چمکنے لگے۔“

”الاصب لیک ہے مریم؟“ اس کے مریم قدرے
 نرم لہجے میں بولا۔ ”مگر تمہاری زندگی داری کے سن
 سنی وہ ایک قوی فکاہ تھی حکومت کے زیر نگرانی
 چلنے والے ایک لوانہ کا اٹھ تھی وہ تو اسٹیٹ کی ذمہ
 داری تھی مگر پھر تم نے اس دس داری کو اپنے ہاتھ
 میں کیوں لے لیا تم انار اور قریبی کی تاریخ میں اپنا نام
 کیوں لکھ کر لیا تھا؟“

”اسٹیٹ؟“ مریم نے سوالیہ نظروں سے مریم کی
 طرف دیکھا۔ ”کس اسٹیٹ کی بات کر رہے ہو؟“ وہ
 اسٹیٹ جس میں کام کرنے کے لیے بھیجے ہوئے لوگ
 برصغیر اس بات پر بحث کرتے رہے کہ کیسے اس ماہر
 فن شکار کو ایک اسٹیج پر لے جایا جائے؟ کیسے اسے

اس صورت حال سے دوچار کیا جائے؟ جس میں یہ
 گناہ کی دنیا کا قریب کرنا کی حوصلہ دیتی رہیں گے
 جس بار کرنے میں ہائی کی زندگی گزار دے؟ کسی
 حکومت اور کیسے سرپرست نہیں اگر یہ سچ ہو کہ
 اسٹیٹ ایسے لوگوں کو کسی بھی میدان میں اپنے کام کا
 لوانہ نہیں دیتے ہیں ہر طرح سے سپورٹ کرتی ہے تو پھر
 جنت سے لوگ گناہ کی زندگی گزارتے غافل حال نہ
 رہتے۔“

”یہ سب باتیں سلو گنو کی شکل اختیار کر چکی ہیں
 مریم! کیسے بن کر الفاظ محض ڈکشنری کا حصہ بن کر
 رہ جاتے ہیں ان کو دہرایا بھی جاتے تو کسی پر کوئی اثر
 نہیں ہوتا۔“

مریم اس کی گفتگو سے ذرا سا بھی متاثر ہوئے بغیر
 بولا۔

”حقیقت تو یہ ہے کہ مجھے تمہاری اس ساری
 مشقت کا کوئی مثبت نتیجہ نظر نہیں آ رہا ہے غزالہ
 سلطان کو بدلائے ذاتی صحت کا سرٹیفکیٹ کب دیا
 گئے اور کب وہ اپنی ایک نارمل زندگی کی طرف لوٹنے
 کی؟“ وہ بڑے سوال ہیں اور مجھے ان سوالوں کا کوئی الجھ
 کوئی جواب نہیں ہے۔ ”وہ تو اب تک کوئی امید نہیں نظر
 آتی۔“

”جو بھی ہے۔“ مریم نے اس کی بات بدل میں
 چوس کی اسے دلی لڑکھائی ہے اسے بات کو ختم کرنے
 کے لیے کہا۔

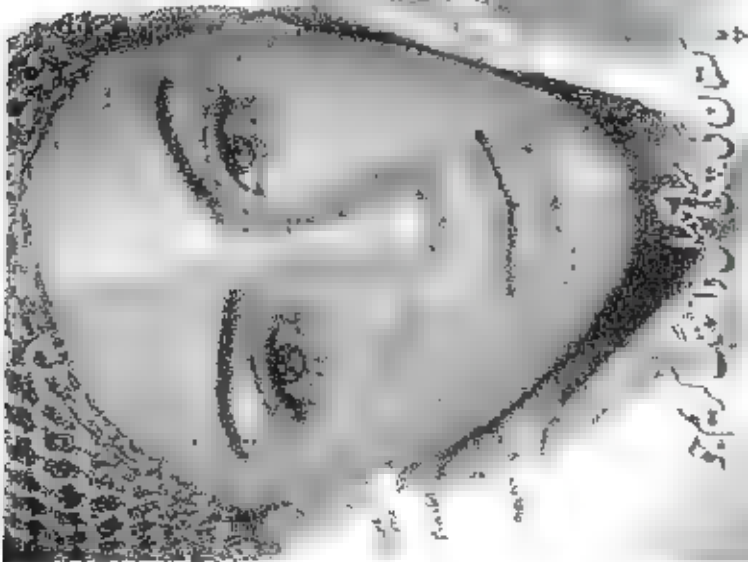
”میں غزالہ کی ذاتی صحت کی پہلی اسکے لیے بہت
 پر امید ہوں اور مجھے یقین ہے کہ ایک دن وہ ضرور
 آئے گا جب وہ ایک صحت مند ذاتی کے ساتھ ان
 لوگوں کے ساتھ کھڑی ہوگی جنہوں نے اسے اس حد
 تک چھوڑ دیا۔“

”اس کا جس کی کیا فائدہ ہو گا؟“ مریم نے کہا۔

”میں اسی معاشرے کی ایک فرد ہوں مریم! وہ
 ہونے نہیں کو بدلا کر کے کا ایک سوچ اگر مجھے ملا ہے
 تو میں اس میں اپنا کردار ادا کرنے کی کوشش ضرور

تھوڑی دیر میں لو مار کر س کریم

ANTI-MARKS CREAM



اور رات بھر لٹکائے
جیلان کو م کریم

پستان و پیشانی پر لٹکائے کریم کو

fair clear skin

KHYBER CHEMICAL COMPANY
392 GPO Lahore Pakistan
www.paflog.pk

کر لیا۔ ”مریم نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ”تم کو اگر یہ یاد آتا ہے تو صاف الفاظ میں کہو، ٹھیک ہے ضروری نہیں کہ جو ہم اپنے لیے چاہتے اور پسند کرتے ہیں وہی ہو جائے۔“

”تم ایک تیسرے فرد کو اپنے اور میرے تعلق پر ترجیح دے رہی ہو اگرچہ یہ بہت تکلیف دہ بات ہے مگر یاد رکھو کہ میں نے محض تمہارے چہرے اور ذہن کو نہیں چاہا میں چاہتا ہوں کہ اس چہرے سے زیادہ خوب صورت دل تمہارے اندر موجود ہے اور وہ مجھے اتنا سے زیادہ عزیز ہے۔ تم اپنی مرضی کرتی ہو، خون و عالم میری گرفت پر سی۔“ مریم ہلکی بارڈر سا مسکرایا۔ ”کوئی زندگی نہیں ہے۔“ مریم نے ایک بار پھر اسے یاد دلایا۔

”یہ بات یاد رکھ کر کہ مجھے تکلیف دہ نہیں ہو اگرچہ میں کوئی فرق نہیں دتا اگر ہمارے راستے الگ ہو جائیں مگر میں ایسا ہرگز نہیں چاہتا کیونکہ میرے لیے تم ہر صورت بہت ضروری ہو۔“

”اگر تم مجھے سمجھتے ہو تو تمہیں ایسی بات کہنے کی ضرورت نہیں پیش آتی،“ مریم نے غلطی کا اظہار کیا۔ ”میں نے اس لیے کہ جب میں تم کو خود سے غافل دیکھتا ہوں تو مجھے سب کچھ بھول جاتا ہے،“ مجھ سے ایسی صورت حال برداشت ہی نہیں ہوتی میں یہ نہیں چاہتا کہ تم میرے علاوہ کچھ اور نہ کو میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم کچھ بھی کرو مجھے نظر انداز مت کیا کرو۔“ میں نے دل کی بات کہی۔

”وہ ہے تمہارا کہ میں تمہیں نظر انداز کرتی ہوں میں اس خیال میں ہوتی ہوں کہ میں جہاں بھی ہوں جو بھی کر رہی ہوں تمہاری مکمل رہنمائی کے ساتھ کر رہی ہوں اور تمہیں میری کوئی بھی بات ہی نہیں لگتی۔“ مریم نے اس پر اپنے اہتمام کو ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

”پھر ٹھیک ہے میں مجھے نظر انداز ہونے کا احساس نہ دلایا کرو،“ بلی سب ٹھیک ہے۔“ مریم اور ”یہی سلطان ہو گیا۔“

”اچھا بھریہ بتاؤ کہ تم نے غزالہ کے کتنے ذرا سے ڈاکٹر لیا کر لیے لب تک اور سب مجھے مل جائیں گے۔“

”میرا خیال تھا کہ لب کوئی روزہ منہ تک ہی گھنٹہ ہوگی اور تم ہو کہ پھر وہی غزالہ۔“ مریم نے سر ہلکا کر جیتے ہوئے کہا۔ ”ترقیہ دہیہ کا روپ دھار لیا ان فخر سے توت۔“

”مریم پلیز! یہ چیز اس کی ذہنی صحت کے لیے بہت ضروری ہے۔“ مریم نے اسے یاد دلایا۔

”بہت جلد یہ ہی ایک دہان تک۔“ مریم نے اسے یقین دلایا۔

”تم صحت اچھے ہو۔“ مسکرا کر بولی۔

”تمہاری چوائس اچھی ہے دراصل۔“ وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

✽ ✽ ✽

غزالہ سلطان بی بی ڈرائے کی دنیا میں جھلکا کر مقرر ہو گئی جس وہ اپنی ذات میں ملن لوٹاری کی ایک پلیٹی بھری ایکٹیویٹی کی طرح تھیں جن کے بعد آگے وہ ملن فنکاروں نے ملن کو نقل کرنے کی کوشش کی مگر غزالہ وہیں غزالہ سلطان اپنے کردار میں ڈوب کر لوٹاری کر گئی تھیں جن کے چہرے کا ہر جھلکا ہن کے پورے ہونے ڈانٹ لاک کا ساتھ دیا تھا ایک نو اوائل رسائی سے شری تاؤوں کوئی کا کوئی ہو، شہر پرورش عورت کا ایک لہو اسی بے نیاز لڑکی کی گہلی ہو یا ایک بشور کچھ داروہ نگہبوں کا کردار غزالہ اپنے ہر مدخل میں جان ڈال رہی تھیں کچھ اس طرح کہ دیکھنے والے کو کہیں بھی لوٹاری کا مکمل نہیں ہوتا تھا غزالہ سلطان جیسے ڈاکر۔

”وہ ہی ایک سے الفاظ وہ ہی ایک ہی باتیں۔“ مریم نے آکا کر ہاتھ میں پکڑا میگزین میز پر رکھ دیا جس میں ماسی کی بلیہ تازہ لوٹاکہ غزالہ سلطان پر کوٹھے سے ایک آرٹیکل شائع ہوا تھا۔ ”لگتا ہے کہ خلی سطحوں کے پیٹ بھرنے کے لیے لفظوں کے لہار لگا دیے

مصلحت علمہ موجود تھی۔
 "میرا لکھن غزالہ" ڈاکٹر فاروق نے کہا۔ "دوست
 لوہا پاکستان میں تو نہیں ہے نا۔"
 "ہاں پاکستان میں تو نہیں ہے نا۔" اس نے پھر
 یہ تہہ ہرائی۔

"پہلے تو کیا ہوا جس کی شوٹنگ کے دوران؟" مریم
 نے سوچا وہ اسی ٹریک پر لے جاتا ہوا تھا۔
 "ماجد علی تھا نا۔" اس نے ایک مشہور سینئر اداکار کا
 نام لیا۔ "اے یہ نام بھی ٹھیک یاد تھا۔" اس کے ساتھ
 ایک روحانک سین اور باقاعدہ ہلالی نے ری ٹیکس کا
 سلسلہ شروع کر دیا۔ رات کا سین تھا۔ ماجد کو کھانا تھا کہ
 میں تمہارے بغیر کی کر کیا کروں گا۔ جینا بے تو تمہارے
 ساتھ روز مرہ جاتا ہے اور میں نے جوب میں کتنا تھا۔
 "میں تمہارے دشمن" بھی ماجد غلام بے بول جاتا۔
 "بھی میرا لہجہ ہلائی کو پسند نہ آتے تھے۔" اس کی ٹیکس پر
 ماجد نے کہا۔ "میں تمہارے بغیر کی کر کیا کروں گا۔"
 اور ساتھ ہی کر گیا۔ کٹ پلائی کی گواہ آئی سین اور کے
 ہو گیا تھا۔ ملائکہ یہ ہوا میں تھا کیا شکل دار اور انکاری
 کی بہت ہلائی خوش ہو رہا تھا اور لائٹ میں ماجد کی
 طرف ہوا کا تھا۔ وہ بری طرح کر رہا تھا۔ کب تک اس کے
 پر پر ہو سکیں گی ڈیٹا کے مطابق تھے تھے کوئی کبڑا
 کٹ گیا تھا۔ اس کے بعد میں دن تک اس کے چہرے
 ورم رہا اور وہ کھڑا ہونے سے بھی گیا۔ مگر ہلائی بے انتہا
 خوش کہ کمال کی یاد انکاری کر گیا تھا۔ "غزالہ بہت ملتے
 ہوئے چہرے کی تھی اور جیسے جیسے اس کی آنکھوں میں
 پانی آتا تھا۔"

"اس سوچاؤ۔" ڈاکٹر فرح نے کہا۔
 "بھٹو دی آر۔" ڈاکٹر فاروق کی "وازی۔" مریم
 اس کو کہہ اور ڈراموں کی ہیڈ رول کھانا جو شب پر سب
 موجود ہیں۔ غزالہ کے لیے نہ سہی اس ڈراموں کی
 دوسری کٹنگ کے لیے سی۔
 "ہاں میں کر چکی۔" مریم نے بتایا۔ "اور آج کا یہ
 سیشن بھی کامیاب ہے۔"
 "کر سکتے۔" ڈاکٹر فاروق نے اسے شگوش دی اور

ڈاکٹر فاروق کی شگوش کی کہ جو نیز کے لیے بہت بڑا
 امر ہو کر رہی تھی۔ وہ اس روز غزالہ کے دہن کی
 رانی کا دورانیہ پر چھاپا اور محسوس کر رہی تھی اور انہیں
 یہ ایک امید افزا بات محسوس ہو رہی تھی۔
 "میں باہر عین ملن پر غزالہ کے چند ہم عصروں کو
 دعوت دی جاے گی" عرف یہ دیکھنے کے لیے غزالہ کا
 روم مل گیا جو گاؤں گاؤں میں لگتا تھا۔
 "گود یہ بھی دیکھنے کے لیے اس کے ہم عصروں کا
 روم مل گیا ہو گا۔" رشتے منکراتے ہوئے کہا۔
 "ہم راستے پر چلنا شروع ہوئے ہیں مگر منزل بہت
 قریب نہیں ہے۔" ڈاکٹر فرح نے اسے یاد دلایا۔
 "تہذیب ہم منزل سے لگاؤ دور نہ ہوتے" اگر غزالہ کی اسی
 اور پھر اس کے بعد نام کی وفات نہ ہوتی۔ "ہاں مریم کے
 ساتھ میں کی طرف جا رہی تھی۔
 "میں کی کچھ میں یہ نہیں آتا کہ پر میں کو کیوں بڑا
 لگتا ہے" اگر غزالہ کے لیے کچھ اچھا ہو رہا ہے۔ "مریم
 نے کہا۔

"میں نے اس کے اندر وہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے اس
 کی ذہنی صحت کے متعلق شکوک پھیلائے" اس نے
 کہہ کر بگاڑنے اس کے ہاگ پرین کے دوروں کے
 بارے میں مبالغے کی حد تک غریب بیٹھانے میں
 کلیدی کردار ادا کیا تھا وہ کب چاہیں گے کہ قرآن
 ٹھیک ہو جائے اور ان کے بارے میں پتہ نہ تھے ان
 کے چہروں سے تھک چکا تھا۔ انہوں نے لوگوں کو پور
 کر رہا تھا کہ غزالہ فائر العقلی کی اس اسٹیج پر پہنچی
 تھی ہے جہاں سے وہ جی نا ممکن ہے۔"

"میں اس سب میں فن کا کیا فائدہ ہے؟" مریم
 کے دہن میں یہ سوال ہمیشہ لگتا تھا۔
 "یہ وہ ملک ہیں جن کے لکھے اور کے ہوئے الفاظ
 کسی کو انہیں کی ہدیوں تک پہنچا رہے ہیں اور کسی کو
 عیش سے فرشتے تک لے آتے ہیں۔ غزالہ کی ذہنی
 بد حالی کے ابتدائی دنوں میں انہوں نے ہی اس کے
 بارے میں لوگوں کے کہنے پر کالم اور خبریں لکھیں جو
 غزالہ کی جگہ لپٹے پٹے اندر لوگوں کو سامنے لانا چاہتے

تھے۔ غزالہ کے پہلے شو پر نے جو زیادتیوں اس کے
 ساتھ گئیں وہ ان کی لوگوں کی پھیلائی تھوڑی خیروں کا
 نتیجہ تھیں۔ جب غزالہ نے پھر سنگ آرٹ اکیڈمی
 بنانے کا ارادہ ظاہر کیا تو اس کی لوگ تھے حسوں نے اسے
 ایسے رنگ میں فائر اکیڈمی قرار دیا کہ پھر سنگ آرٹ
 اکیڈمی تو کچھ غزالہ کا اپنا ہیڈ کوارٹر نہیں تھا ہو گیا۔
 "مگر غزالہ کا ایک نام ایک مقام تھا پھر اس نے اس
 سب چیزوں کو آنکھیں کھولی کر میں میں نہیں لیا۔"
 "ہاں یہ حد حاس تھی انسان جسے خود کو بہت کچھ
 سمجھ رہا ہو اور اس کی اس خوش قسمتی کو بھلا لیں قرار
 دے دیا جائے اور اسے نظر نہ آئے۔" درحقیقت وہ تو
 بالکل تھکا ہوا وہ بیٹھ جاتا تھا اور کڑوا ہوا تھا اور
 تو خواب ہوا اس پر اس کی اپنی زندگی میں بھی اتنی
 دواڑیں ہوں کہ کچھ نہیں بھڑکانا ممکن ہو جائے تو پھر وہ
 ایک کے بعد ایک غلام لپٹے کرتا چلا جاتا ہے غزالہ
 نے بھی ایسی ہی کیا اس نے حالات سے لڑنے کے
 لیے جن لوگوں کا سامنا کیا وہ عقلی طور خود غرض تھا اور
 ایک ایک کر کے اس کا ساتھ بھی چھوڑتے چلے گئے۔
 "لکھنا بڑی طور پر حاس ہو گیا ہے ہم دنیا کے بھی بھی
 ملک میں فن کی انویسٹمنٹ دیکھ لو اپنے وقت کے نای گرامی
 فنکاروں کو جب کسائی کی مار کی میں جانا پڑا تو میں کی ذہنی
 حالت پر کیا کیا کراؤں؟" انہوں نے چند ہی دنوں کے جو
 حالات سے سمجھو آ کر گئے اور مہر کی زندگی گزارتے
 رہے۔ پیشتر کے ساتھ یہ ہی ہوا جو غزالہ کے ساتھ
 ہوا۔

"مگر حتمی طور پر ہے کہ کوئی بھی اس کی مدد نہ کیا" آج
 بھی پاکستان میں ڈرامے کی کمال لکھتے ہوئے اہم ترین
 ناموں میں اس کا ذکر ہوتا ہے اس کے ڈرامے آرٹ
 اکیڈمی کی لائبریریوں کا حصہ ہیں اس کے فن پر کالم
 لکھے جاتے ہیں مگر خود وہ کسی کیمپری اور بے کسی کی
 زندگی گزار رہی ہے اس کا کسی کو خیال تک نہیں
 آتا۔ "مریم کے لیے میں بتانا چاہتا تھا۔
 "مہر نے غزالہ کی ذہنی بد حالی کے لیے اس کے
 علاج کے لیے خود کو ذریعہ ہم شروع کی ہے اس کے

سارے اہم نکات مجھے سنائے ہیں۔ یہ خود متاثر ہوئی
 ہو رہا تھا۔ بہت ہے کہ جو اردو کر کے اسے ضرور پورا
 کرے گا میرا خیال ہے کہ اسے بہت سے کاتوں پر ہوں
 رہے گی۔ "فرح نے اسے چونکا دیا۔ "خوبی خبر سنائی۔
 "میں تم کو اسے کاتوں پر نہیں نہیں آیا۔ وہ یا
 کر رہا ہے اس سلسلے میں مجھے تو اس نے نہیں بتایا۔"
 اس کی آواز بلند ہو گئی۔

"میں شاید تمہیں سہرا تو دے چاہتا ہو" فرح نے
 مسکرا کر کہا۔ "مجھے سے غلطی ہو گئی تھی تم سے اس کا
 ذکر نہیں کرنا چاہیے تھا بھی۔"
 "مجھے یقین نہیں آتا۔" مریم نے اپنی آواز میں
 جھٹکتی صرست پر چھوڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔
 "وہ تو بری طرح اس بات کی نفی کرتا رہا ہے کچھ
 دن پہلے اس نے اٹی لوریا کو بھی فاکس کیا کہ وہ مجھے غلطی
 سے منع کر دیں" میں کیوں نامہ کے قتل پر احتجاجی
 جلوس نکال رہی ہوں اور قاتلوں کو پکڑنے کے
 مطالبے کوئی خبر تو اس نے کامراں بھٹی کے کلن ایسے
 بھرے کر انہوں نے مجھے سختی سے کہہ دیا۔ میں نے
 اب کسی محال سے رابطہ کیا اس سلسلے میں تو وہ مجھے کمر
 ہی سے میں لپٹے دیں گے۔"

"خیر ایسا تو یہ تمہاری حفاظت کے خیال سے کیا
 ہے نامہ کے قتل میں ڈوگ مارا کا ہاتھ ہے اور وہ لوگ
 کتنے خطرناک ہوتے ہیں اس کا تمہیں ابھی طرح
 انداز ہے۔"

"مگر پھر بھی مہر۔" مریم کو یہ خبر ہضم کرنا مشکل
 ہو رہا تھا۔
 "تمہاری محبت میں وہ یہ بھی کر کر رہا مریم؟" خوش
 قسمت ہو تم۔" فرح نے شجارت بھرے انداز میں
 کہا۔ مریم بے اختیار مسکرا دی۔

 "ایک تھی شہزادی۔" کرے کے سکوت میں ایک
 آواز ابھری۔ "شہزادی میٹھے میں گئی" میٹھے میں چہنچہ
 لوگ تھے وہ سب کے سب شہزادی کو زندہ کرتے تھے۔"

شہزادی بہت پرہیزگار تھی، مہر سے پہلے اور گوری
رنگت والی شہزادی تھی، اور سارا دن شہزادی بیٹے میں
کھیتی رہی، کھوتی بری لوگ اس کے لیے ناراض
ہوئے۔ وہ اس کی طرف گرتے رہے، یہ وہاں
میلے پر رات تھی، چٹیاں جل انھیں یہ دیکھا
مرد فطیما ہر طرف تھیں شہزادی خوش تھی کہ وہ کسی
میں وہ اور بھی اچھی اور بھی پیاری لگے گی۔ پھر یہ ہے
کیا ہو؟" کچھ دیر کے لیے خاموشی چھائی رہی اور گور
سکوت رہا۔

"پھر" ایک سوچی ہوئی توازا بھری۔ "پھر ہوا
کہ ایک طرف سے گرد تود آمد مٹی اٹکی اچانک اتنی
جیز اتنی تونل لڑ لڑ بھر میں ملے کو اجازت دیا اس
آمد میں نے وہ فطیما اڑ گئیں، دکانیں اور گھر اور ہر
کوئی بھاگ اٹھا۔ شہزادی بے چاری کے ساتھ کیا ہوا
بتاؤں؟" سوال توازا آئی اور پھر سکوت چھا گیا۔
"شہزادی کی آنکھوں میں موت چھپنے لگی اس کے
چہرے سے ہوتے نکل گئے اس کے سنور پہل بھر
گئے، اس کا خوب صورت لباس گرد اور ہو گیا وہ سختی
چھائی پھر اوجھڑا ہونے لگی اسے راستہ نہیں ملا۔
اٹکی تھی اور بھرا سیلہ اڑ گیا تھلا وہ بھٹکی رہی، پہنچی
رہی پکار رہی تھی، مگر کہیں سے کوئی جواب نہیں آیا۔
اس کے سامنے دوست سب غائب ہو گئے اور راستہ
گولہ ہو گیا۔ شہزادی بے چاری ابھی تک بھٹکی پھر
رہی ہے، ایک بھر سے پہلے میں جلنے کی سزا بھگتی پھر
رہی ہے۔"

سکینوں کی توازا کمرے کے سکوت میں ابھری
رہی۔ مریم اور رشتا مانے صوفے پر بیٹھی غزالہ کو دیکھ
رہی تھیں جو گور میں ایک لٹھ لٹھوٹا بٹھائے اسے
کھلی سار رہی تھی۔ فن وہ لوں کی آنکھوں میں آنسو
تھکے غزالہ چند دن پہلے کے بیشن میں جس طرح
باداشت کے ٹیک پر سوار ہوئی تھی اس وقت اس
سے بالکل مختلف راستے پر چڑھ گئی تھی۔ اسے بہت
بکھوڑا تھا۔ مگر تمام یادوں کو گڑھ کر دھکی دیا تھی۔ اسی
طرح کی کہانی اس نے اس کھلے اسٹیل تھی۔

"اس کو اسی طرح بولے یا جانا چاہیے
تھوڑے سے بہت غور سے اس کے لیے۔" رشتا
نے اسے کمرے سے نکلی غزالہ کی سن فون سے
کہا جو غزالہ کا ہاتھ سختی سے تھوڑا سا غاموش کرا
رہی تھی۔
"تو یہ کیوں اتنا شور کرتی ہے؟" فون نے کہا۔ "میں
میں اتنا حوصلہ ہے کہ اس طرح کی بے تکلیف گفتگو
رہے۔"

"جب تم پہلی بار اسے "ہند" میں لائی تھیں اس
وقت یاد آئے اس کی وہی حالت کیا تھی؟ رشتا نے کہا۔
"یاد کرو" تم کیا کرتی تھیں کہ تمہارا گراں غزالہ کی
کالی پر پٹنا تھا اور تم لوگ اس کے یوں ہار ہو جانے پر
مفلوک لٹل تر ہوئے چلے جا رہے ہو مقبوض ہو۔
اور قرض خول جان کھاتے ہیں اس وقت تم دوڑ کر
پاؤں دوڑ کر اس کی دوستی اور جسامتی صحت کی بیکسٹا
کرتی تھیں۔ یاد ہے۔" جو لمب میں فون پر غاموش
رہی۔

پھر تم بھی اس کو تھوڑا کر غائب ہو گئیں اور یہ
بے اسراف صرف "ہند" کے پہلے کے رخم، گرم پرانہ رشتہ
گزارتی رہی۔ کتنا ساتھ دیا اور کتنا ساتھ لے لیا۔
تنتی خدمت کی تم نے اس کی؟ اس ساری کھانا
کے عوض ہی مٹی خاں کی وجہ سے تھیں۔
تھیں۔"

رشتا کے لیے میں سختی اور غصہ تھا۔
"اور سب سے تم نے اس سے یہ شکایت کی کہ غزالہ
پہلے سے بہت، بہت اور یہ کہ سب اور اس کے
ساتھ اس کی کوششوں سے صوبائی حکومت کے کاروں
تک اس بنیاد اٹھانے کی دھم بھری داستان کی ہوں
رنگت کی سے اور قریب ہے کہ حکومت اس کو اپنی
سرپرستی میں لیتی ہے اور اس کی مالی طور پر مدد بھی کرتی
ہے تو تم کہیں سے اچانک نمودار ہو گئی ہو۔" رشتا کا کچھ
مزید کہو اور ناہیا تھا۔

"غور اگر کچھ ملے گی اس میں آئی ہو تو ذرا غلطی
کر کے کھلنے کی کوشش کرنا چاہیے نہیں۔" مریم

نے کہا۔ "تم رنجیدگی ہو کر بچوں جیسا نازک زمین
ہو دکھاتے غزالہ کا در اس سختی، تھوڑی سی رو تھی اس
کے ذہن کو داپس ہی جگہ لے سکتی ہے حمل سے یہ
چلی تھی پر اسے گرم دھاری اتنی قبول سخت کو سہل
مت کہہ۔"

"میں کسی لائی میں نہیں آئی میں اس کو صرف یہ
بتانا چاہتی ہوں کہ تاہم جس لڑکی کے چکر میں تھا اسی
کے بار دوستوں کے ہاتھ مرا ہے۔" فون نے اپنے
شیں فن دونوں کے خیال کی تردید کی۔
"میں کو تاہم سے متعلق ہر بات قبول جاسکے وہ
خدا کا واسطہ ہے۔" رشتا نے کہا۔

"میں کیسے بھول جاسکتا ہوں؟" فون نے براہ
میان صریحا تھا اس کا میں جانتی ہوں صرف کہ سختی
معیشتوں سے یہ اسے اس کے ظالم باپ کے چنگل
سے نکل کر لائی تھی کبھی محنتوں سے اسے لایا تھا اس
نے ہمیں کیا ارمان تھے اس کے دل میں تاہم کے لیے
اس کی یاد میں ہی تو اس کی زندگی ہے، ہمیں کی موت نے
ہی تو اس کا یہ حال کیا ہے پہلے اس کو کیا کم ظلم ہوئے
تھے جو ظالموں نے جو ان میں بنا بھی ملہ ڈالا، میں سے
ٹھیک ہو کر میں لگی تھی اپنے گھر کسی کو بھلائی نہیں
اس کا چین انہیں نے جو ان میں بنا بھی ملہ ڈالا، میں سے
لے رہی تھی اس کے ٹھیک ہونے کی کو بھی نہیں رہی۔"

"یہ باتیں اتنی بار دہرائی جا چکی ہیں کہ سب فن کو
مزید دہرانے کا کچھ فائدہ نہیں بھول جائے وہ اس کو یہ
تکلیف دہاتیں۔" رشتا نے لب کے سختی سے کہا۔
"میں نے بہت سوں کے ساتھ ہوتے ہیں، ایسے بہت
سوں کی زندگی کا حصہ بن جاتے ہیں، مگر سب اللہ کی
طرف سے ہوتا ہے، اگر اللہ کی طرف سے آئے
حالات پر مبر کر کے زندگی کو اس کے پورے حق کے
ساتھ گزارنے کا موقع ملے تو ضرور گزارنا چاہیے۔
غزالہ کو بھی زندگی کا حق لینے کی اجازت دے دو تم لوگ
لب بہت احمق ہو چکا گزرو سوا قحطت کا۔"

"تم مل نہیں ہو تا، میں کے جذبات کا تمہیں کچھ
علم نہیں ہے نا اس لیے ایسی باتیں کر سکتی ہو میں

دیکھتی ہوں کیسے تم لوگ اس کو سمجھا لو گے کہ تاہم کو
بھول جائے اس کا تم بھول جائے، یہ ممکن ہی
نہیں۔" فون نے اسے اسے پہنچا دیا۔
"تاہم اللہ کی امانت تھی اس نے واپس لے لی۔"

فون نے عقب سے غزالہ کی توازا آئی۔ رشتا اور مریم
کو جیسے کرکٹ لگے یہ الفاظ مشہور ہیں لڑکا لڑکا کر
پور عباس نے "ہند" کے کورسے کے موٹیخ پر غزالہ
سے کئی تھی اور اس وقت ایسا لگتا تھا جیسے غزالہ نے
اس کی یہ بات سنی ہی نہ تھی۔

"اللہ کو اختیار ہے وہی ہوئی چیز واپس لے لے اور
واپس لی ہوئی چیز پھر دے دے۔" غزالہ کا اکثر تہور کے
الفاظ بلا کہ کاست دہرا رہی تھی۔ "تمہارے سب کی
آواز بھری رہی ہے اس میں ہاں کے قصوں سے جن کے
جوان بچے واپس لے لے گئے اور وہ اللہ کی رضا میں
راستی مبر شکر کرتی رہیں۔ فن کا مقام اللہ کے نزدیک
بہت بلند ہے۔"

نہ جانے زمین کے کس گوشے سے یہ بات محفوظ کر
رہی تھی، چونکہ اس وقت دہرا رہی تھی رشتا اور مریم
کی جیسے عید ہو گئی تھی۔

"ابو یہ آؤ غزالہ قبا" مریم نے سرخوشی کے عالم
میں غزالہ کو کھلے کھلا کہا۔

"مجھے بھوک لگی ہے، مجھے کچھ کھانا ہے، کچھ
کھانے کو ملے گا؟" وہ ایک دم پچھل بات بھول کر
ایک نئی بات کرنے لگی، لیکن مریم اور رشتا کے لیے یہ
ایک بہت بڑی بھلائی تھی۔ فن کی طویل عنت کچھ کچھ
رنگ لائے لگی تھی اور یہ شادی مرگ کی سی صورت
حال تھی۔



"غزالہ کی آواز گور زور و زور اٹھا تک پہنچ چکی
ہے اس کا سلطان اور اس کی کفالت سب حکومت اپنے
قدر لینے والی ہے، اسی سالے "ہند" کے ننڈا بھی زبان
ہو جائیں گے اور تم لوگوں کو آسانی بھی ہو جائے گی
آگے والے سالوں میں۔" مریم نے اسے بتایا تھا۔

”میرے لیے ہو گا“ مریم نے تکرر پھر تپوں سے اسے دیکھا۔
 ”تم جانتی ہو“ پھر بھی پوچھ رہی ہو؟“ مریم کی نظروں میں اس کے لیے محبت تھی۔
 ”ہاں“ پھر بھی پوچھ رہی ہوں۔“ اس نے اصرار کیا۔

”میری ماں سب لوگ ہی پرے اور غور غور نہیں ہوتے مریم“ اس نے کہا ”تھیک ہے کہ غزالہ کی شخصیت کے اس بگاڑ میں بہت سا اچھا برٹھ میڈیا کا ہے۔ مگر اب وقت اس نسل سے کلنی آگے نکل چکا ہے۔“ لب میڈیا پہلے سے زیادہ طاقت ور لیکن ثابت ہو گیا ہے۔“ اس نے کہا ”اب تک بات پہنچانے کا طریقہ آنا چاہیے۔“ ہم نے یہ سارا کام اسی میڈیا کے ذریعے کیا جو غزالہ اور اس جیسے نئی لور فنکاروں کو اس صورت حال تک لے آیا تھا۔ جسوری حکومت کی مجبوری بن جاتی ہے کہ وہ ایسی خبروں کا نوٹس لیں اور اس پر ایجنس بھی لیں۔ اسی لیے بہت جلد وہاں تک پہنچ گئی اور نہ تو سامان سال شماری طرح پتھر اٹھا کر سڑکوں پر احتجاجی جلوس نکلتے دیکھ کر کوئی بھی نہ سستا نہ ذلیل کیا ہے۔ اب ایسی بہت بہت جلد ایٹھ بن جاتی ہے۔“ حکومت کو ایک پلانٹ کرنا آسان ہو چکا ہے اور یہ ساری آسانیاں میڈیا کی وجہ سے ہی ممکن ہوئی ہیں۔“
 ”مجھے یقین ہے کہ اس سب کے پیچھے ہماری نیک نیتیں ہیں۔“ ہاتھ ملے جو غزالہ کے لیے کیا ہوئی نیک نیت کے ساتھ کیا یہ اسی کا اثر ہے۔“ مریم نے کہا۔
 ”پتلا کا جو کردار ہے سو ہے“ اس میں تمہارا وہیل سب سے اچھی ہے مریم“ مریم نے نرمی سے کہا۔ ”تم نے ہی پتلا جو اس گرنے کے بعد غزالہ کو لپاٹ لیا اور پتلا وہاں کی توجہ اس کی طرف کرائی۔“ اس کے ماضی کے حقائق اس کے ساتھ پیش آئے حدیثوں کے متعلق اس کی سانس کے حوالے سے جو کچھ تمہارے کھوجا جتنی محنت تم نے کی اور جیسی کیسی سبزی تم سے تیار کی اس کے بغیر ڈالرفنڈاق اور ڈاکٹر فرح ہاتھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ میں جانتا ہوں کیسے تم اپنے گھر

سے غزالہ کے لیے غنیمت جس لائی رہی ہو کیسے لپکا لیا۔ تم نے رانی طور پر اس کا پسینہ دیکھا۔ اس کی کوئی بار بار اس کر کے معافی مانگی مگر غزالہ کی خاطر۔“ کہہ رہا تھا اور مریم غناوشی سے اسے سامنے کی دیوار پر ہوا کے ساتھ لکڑی سے کھائی تیل کے تپوں کو دہکتی رہی۔

”مگر یہ مصل غزالہ کی خاطر نہیں۔“ مریم نے پھر سے کہنا شروع کیا۔ ”میں جانتا ہوں کہ تم نے ایک زندگی کی خاطر سب کچھ کیا غزالہ جو تھی اور جو بن گئی تھی۔“ ہمیں اس سفر نے قہر کیا۔ ”مریم نے کہا۔ ”مجھے غزالہ کے ماضی کی تصویریں بہت اچھی لگتی تھیں۔“ زہانت ہماری خوابیدہ آنکھیں مستحکم تاکہ خوب صورت ہونٹ ایک گرمی کی شکل میں غزالہ میں نے پتلا میں دیکھی وہ بہت تکلیف تھی اور میرا دل اس بات پر اٹک گیا کہ حالات کی ستم خیزی کی شکار اس عورت کو واپس اس حالت میں لانا ہے تو لانا ہے اس کو عطا کی تھی۔ گئی بار میرے دل نے سوچا کہ میں بھی نظریں پڑھا کر کل جاتوں غزالہ میری زندگی تو نہیں تھی۔ ماضی اس کے حالات کی میں خبر دار تھی۔ تمہارے تو عمل کوئی بار مجھے اس کام کو چھوڑ دیتے۔“ اس کے لیے یہی رہے مگر نہ جانے کیوں مجھے نہیں تھا کہ جو میں سمجھتی ہوں وہ ممکن ہو جائے۔ کل میں تو اگرچہ ایک ہی دور ہے مگر پتلا ہمیں دے رہا ہے۔“
 ”مگر تم کیسے اس کام میں دوہرے کو تیار ہو گئے تو جلا“ مریم نے سسر اور مریم کی طرف دیکھا۔
 ”تمہاری جانی ہو مریم“ وہ بھی مسکرا رہا۔
 ”میں جانتی ہوں پھر بھی نہ تو۔“ اس نے ضد کی۔
 ”ایک دور جب میں تمہارے خود کو اکتوبر کرنے پر یہی طرح تپا ہوا تھا میں نے خود اپنا تجربہ کیا اور بہت اچھا لگا رہا۔“ اس نے کہا۔ ”میں نے سنی لیا تھا کہ اگر میرا اندر یہ کہہ دے کہ اگر مریم کو تمہاری پڑا ہی نہیں تو تمہارا راستہ بدل ڈالو تو اس کو توڑ کو تھکانا نہیں اور وقت کو مزید آگے لے لے بغیر راستہ بدل لیتا ہے۔“

”مریم نے جیسی سے اس کی طرف دیکھا۔
 ”ہاں“ میں ہاں دیتی ہوں، ”سودے سے ملا ہے ہونے لگا۔“ لیکن کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے میں اس بات پر غور کرنا چاہتا تھا کہ کیا واقعی تم کو میری کوئی پڑا نہیں۔“
 ”پھر تم نے غور کیا؟“ وہ بے مہربانی سے بولی۔

”ہاں میں نے“ پھر سارا غور کیا۔ اور اس سے پہلے یہ بھی کہ لپکا راستہ بدل ڈالنے والی تو از پر ایک کہہ کر وہ حقیقت میں ہمیں ملا اس میں ڈال ڈال کر دیکھ کر غزالہ والے کام میں وہی نہیں کے ساتھ تھی ہوتی ہو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں میں جس جانتا ہوں اور صرف میں ہی جس جانتا ہوں اور صرف میں ہی جس سہوت کر رہا تھا۔“ اس نے تائید طلب نظروں سے مریم کی طرف دیکھا مریم نے زہانت میں سہکتی۔

”میرا راستہ بدل لیتا شاید اتنا مشکل نہ ہو جتنا اپنی محبت کے لیے اب کھڑے کرنا ہے۔“ میں نہیں دیکھ کر تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا میں جانتا ہوں کہ تم میرے بغیر خوش نہیں رہ سکتیں۔ اس لیے میں نے اپنے اندر سے کچھ نہیں پوچھا اور اس وقت مجھ پر انگشٹ ہوا کہ جو تم کر رہی ہو وہ تو ایک بہت بڑا کام ہے۔ تھیک زندگی کو زندگی کی طرف واپس لانے کا مشکل کام یہ تو صرف وہی کر سکتا ہے جس کے پاس دل صرف ایک گوشت کے ٹکڑے کی شکل میں نہ ہو جس کا دل محض زندگی کے تپا پودوں سے دیکھنے کے لیے نہ دھڑکتا ہو بلکہ جو واقعی دل ہے جس کے اندر وسعت تری اور روشنی ہے جو وہ سول کے لیے خود کو مشکل میں ڈال لینے کی بہت رکھتا ہے۔ میں اس دلی کی روشنی نے مجھے بھی متور کر دیا اور میں اس کی روشنی میں ایک نئے راستے پر چلنے لگا لپکا راستہ جو لپدی نور کی طرف لے جاتا ہے۔ جس پر چل کر انسان خدا کو بھی پاس لے جاتا ہے۔“ وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔
 ”مگر ڈاکٹر“ مریم نے اس کی بات کے سحر سے نکلنے کے لیے نہ تھی۔

”ہاں۔“ تھیک سمجھیں۔“ وہ ہنس لے سوجھا۔
 ”تم ایک اداکار کے ساتھ نہ تو ڈاکٹر لپکا کر رہی ہو۔“
 ”میں نہیں دیکھتی اب وہ پتلا لپکا کر رہی ہو۔“
 ”میں نہیں دیکھتی۔“ مریم نے آنکھوں میں اتاری۔
 ”نئی آنکھ کرتے ہوئے کیا۔“ حقیقت یہ ہے کہ تم لور تمہارے ساتھی شامل نہ ہو جاتے تو پتلا والے شاید تھک جاتے تھے۔ اب اگر حکومت اس چیز کا نوٹس لے رہی ہے تو آگے غزالہ کو شاید کچھ مسئلہ نہ ہو۔“
 ”پھر میرا نام؟“ مریم نے پتلا آگے کیا۔
 ”اس کا نام؟“ وہ ہنسنے لگی۔
 ”میں نہیں جانتا ہوں۔“ وہ فوراً بولا۔ ”لی لی میرے“
 ”حال پر دم کو“ پھر بھی برس ہو گئے تمہارے پیچھے غور ہوتے اب پتلا میری خوار کی کو سکوں میں بدل ڈالو۔
 ”مجھ سے شادی کرلو۔“ وہ ملتی جلتی سی شکل بنا کر کہہ رہا تھا اور مریم جس رہی تھی۔

”پھر کبھیوں کیا اور کیا کو اس مقصد کے لیے۔“ وہ فوراً فری ہوں۔“ کل لور آتی تو پہلے ہی رضامند ہیں۔“
 ”کامراں اپنا دست آوی ہے کسی کو کچھ اعتراض نہیں اور یہ کام بہت پہلے ہو جاتا۔“ اگر غزالہ جگہ جگہ میں نہ ہوتا۔“

”ہاں“ پتلا نے جب مجھے غزالہ کی طرف سے قدرے اطمینان ہوا ہے۔ مگر ایک شرط پر کہ تم مجھے میرے کام سے نہیں روکو گے خود کو نظر انداز کیے جانے کا ہمان بنانا کرنا۔“ پتلا نے ہنسی سے بولی۔

”میری قرب۔“ اس نے فوراً ”کاں پکڑے“ بلکہ میں تمہارے کام میں تم سے چار قدم آگے ہوں گا۔“
 ”مجھے تمہاری خوشنودی جو منظور ہے اور شادی نسبت شدہ کے رفتار چار قدم آگے پائے جاتے ہیں ہر کام میں۔“ وہ پتلا کو از میں ہنسنے لگا۔



”میں پتلا اور ناکی ٹیم کی نامزد اسٹار ہوں گی۔“ جنہوں نے مجھے نئی زندگی عطا کی۔ جو اگرچہ اللہ کی طرف سے ہے مگر اللہ نے پتلا وہاں کو میرے لیے

چونکہ یہ واقعہ کی دنیا کے منظر پر غزالہ سلطان کے ایک مختصر انٹرویو کے پیش نظر ایک میں لکھا تھا۔

"پہلے میرا گھر ہے اور اگرچہ انہوں نے تصدیق کر دی کہ میں ذہنی طور پر صحت مند ہو چکی ہوں لیکن مجھے یقین دہانے کے لئے ان لوگوں کے ساتھ کام کرنا ہے جن لوگوں کی خدمت کرنی ہے جو اس حالت میں ہیں جس میں کل میں تھی۔" پیش نظر نمبر وہ میں لکھا تھا۔

"اگرچہ غزالہ سلطان کو صحت مندی کا سرٹیفکیٹ دیا جا چکا ہے اور یہ سرٹیفکیٹ وزیر اعظم کے محکمہ خصوصی برائے فن و ثقافت نے ایک خصوصی تقریب میں دس لاکھ روپے اور اس گھر کی چیزوں کے ساتھ غزالہ کو پیش کیا جو صوبائی حکومت کی طرف سے فن کے لئے ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر انہیں دیا گیا لیکن فن کی اہل صحت ابھی بھی قائل رہ چکا ہے قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کسی بھی موضوع پر روایت سے بات نہیں کر سکتیں اور اکثر جتنے عمل کرنے سے پہلے بھول جاتی ہیں لیکن یاد رہے کہ غزالہ سلطان اپنی انتشار کی ایک مندرجہ شدہ خطرناک اسٹیج سے واپس واپس صحت کی طرف ایک لمبا سفر طے کر کے پہنچی ہیں۔

سلطان قتل یہ شیو فرمایا جسے سرخ میں جھانپنا میں پہنچائی گئی تھی۔ وہ کسی کو بھی بچا لینے سے قاصر تھی اور نقیب بھی وہاں کا مسلل شکار تھی۔ ہلاک کے عمل کی ان تھک کو ششوں اور حکومت، غائب کی خصوصی سرپرستی کی وجہ سے آج غزالہ اس قتل میں کہ اپنی زندگی میں ہونے والے حادثوں خصوصاً اپنے جوان سال میں ہی کی حادثاتی موت کے دکھ کو اللہ کی طرف سے آئی آزمائش قرار دیتے ہوئے انہیں ذہنی طور پر تھیل کر چکی ہیں۔ اپنی فنی زندگی کے بارے میں بات کرتی ہیں اور انٹرویو واقعات کا حالہ بھی رہتی ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد وہ لی دی کے لئے ڈولہ لکھیں یا کسی بھی شکل میں اپنے گھر کے کوئی دی کے لئے استعمال کریں۔ وہ آلے والے لوگوں کے لئے اچھی امید کرتی ہیں اور انہوں نے وزیر اعظم کے احاطہ

خصوصی سے اپنے لئے ایک حوالہ دی ہوئی کے چھکی بھی فراہم کی ہے۔ گناہی کے اندھیوں میں چلی جانے والی ماضی کی اس ظلمت فکاہ کی ذہنی صحت کی بحالی ایک خوش آئند واقعہ ہے اور حکومت وقت کی فن و ثقافت کے مسئلے میں والی دلچسپی کی آئینہ دار بھی۔

"مریم بلند آواز میں پھر رہی تھی۔

"مردہ مست" "مردہ نے تلی بجا کر کھل۔

"کہہ سہی بی فاختہ اور کوئے اندھے کہا میں۔

حکومت وقت۔" اس نے لفظا پر زور دیتے ہوئے کھل۔ "جو اس عرصہ میں کی بار بدلی گواہی دے چکی ہے۔

کہہ رہا تھا کیلالت ہے بھی۔"

"سیلو کیا فنی پڑا ہے۔" مریم نے کھل۔ "میں جس کسی کا بھی وہ کام نو سیدھا ہوں یہ دیکھو غزالہ کی تصویر آج پہلی مرتبہ یہ مجھے چہرے سے بھی صحت مند نظر آ رہی ہے۔" وہ بھی کی پیدائش کی وجہ سے پچھلے کی ہلاکت سے پہلے جاسکی تھی اور اس تقریب میں بھی نہ جاسکی تھی۔

"ہمارے وقت میں سو قیس کم مگر ذرا اندھے آج۔

کلاس ہو تھا کب سو قیس زیادہ اور ذرا اندھے اپنی گلوں کو بیٹھا ہے۔"

"ہمارے وقت میں نہ اور بھول۔ کچھ ہوتے تھے۔

تالیسے زور دست سہیں" سب چیخول کو تو آواز اور لو آواز سے ہی گور کرنا ہو تھا اور یہ کرتے تھے اس میں صحت زیادہ تھی اور محاذ کب اب وقت بدل گیا ہے اب تمہاری یاد ہیں اور کت تک۔" "مردہ نے اس کے ہاتھ سے اخبار لے کر غزالہ کی باتیں پڑھنا شروع ہیں۔

"بہت ممکن ہے کہ کبھی غزالہ سلطان فی دی یا بیوی کے لئے کوئی ڈراما لکھ لیں مگر ذرا سے میں کام کرنا شاید ناممکن ہو۔ غزالہ کی ذہنی مدد بھی بھی وہاں نہیں ہے اور چرو اکثر بے تاثر رہتا ہے۔ ایسے میں ڈراما لکھنا زیادہ کرنا اور لو آواز کی کے وہ ان چہرے سے تاثرات دینا جن کی لو آواز کا طرہ امتیاز سمجھا جاتا تھا۔

آپ ان کے لئے ممکن نہیں رہا اگرچہ وہ ذرا سے میں کام کرنے کی خواہش ظاہر کیا کرتی ہیں۔"

انٹرویو کرنے والے نے اس انٹرویو کی اختتامی محفلوں میں لکھا تھا۔

"کاش" "مریم نے اخبار سونپنے سے کرایہ بار پھر غزالہ کی تصویر پر نظر ڈالتے ہوئے کھل۔

اس انٹرویو کے بعد آواز کا خبریں غزالہ کے حوالے سے اخبار میں شائع ہوئی ہی رہتی تھیں کسی وی کے کچھ چھپو بھی کبھی کبھار اس کے کام کی حسیک لکھا جاتا کرتے تھے۔ پول غزالہ استانی گناہی سے بھر رہا تھا۔

نکل رہی تھی۔ یہ وہی واقعہ ہے جسے اپنے غلہ میں جگہ دے رکھی تھی اور وہ پلاک کے لئے فن تھک کام کر رہی تھی۔ اس نے اپنی ذاتی زندگی کی باتیں اور فوری زندگی کے حالات کو بھی اللہ کی آزمائش قرار دیا تھا۔ اب وہ اللہ کی ذات پر بھروسہ نہیں کرتے تھی۔

"مجھے ایک فی دی مجھ کی طرف سے ملی غم میں کام کرنے کی پیش کش ہوئی ہے۔" "تمن مل بود غزالہ نے مریم کو بتایا۔

"میرے مجھے" "مریم نے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ "یہ بہت سی اچھی خبر ہے۔ آپ نے کیا جواب دیا؟"

"میں ششوں میں ہوں۔" "کہہ رہی تھی "کام کا انداز بدل گیا ہے۔ آج کے ناظر کے لئے میرا چونا ہے اور پھر کیا میں کیا دلی؟"

"سب کہتے ہیں کہ میرے ساتھ بارداشت کا مسئلہ ہے" میں بھول جاتی ہوں" سب کہتے ہیں میری آنکھوں میں دھبے نہیں رہی سب کہتے ہیں کہ۔"

"لیکن سب کہتے ہیں بھی؟" مریم نے پوچھا۔

"سب کو بتا ہے غزالہ لگا کہ یہ وہی سب ہیں جنہوں نے آج سے کئی سال پہلے آپ کو مار کر ہلاک کیا کہ آپ ذاتی اپنی کاشکار ہو کر اپنی فتن کو چھپی ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں صرف ان کے چہرے بدل گئے ہیں۔"

"لیکن۔" غزالہ نے کچھ کہا تھا۔

و جس کا یہ مریم نے فری سے اس کا ہاتھ دیا۔

اگر اب سب قیس، قسطنطنیہ میں کہ وہ آپ کے ساتھ ہوا۔

و آواز میں تھی اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو ہمیشہ سے "ہمارا بھی کرتی ہے اور نکال بھی سکتی ہے تو یہ کیوں نہیں سمجھتیں کہ اسی اللہ نے آپ کو لکھا تھا۔

علاحدہ میں سے لواز ہے اب آپ کا کام یہ ہے کہ ان علاقہ جاتوں پر سے رنگ اٹاریں اور ان سے کام لیں۔

آپ کی ذہنی صحت مکمل طور پر بحال ہو جائے گی۔

سب آپ دلوں اپنے کام سے پڑ جائیں گی۔"

"مگر وہاں کیا میں ہے جگہ نہ لوگوں کی میں نے طور طریقوں سے واقف نہیں۔"

"میرے منہ کھی اپنے ہنر کی باتیں ہے جگہ نہیں ہوتا۔

تباہ چہرے "کام کا انداز" جگہ میں ہے شک بدل جائیں" ہنر کی شہرہ دی رہتی ہے" موت کو نہیں گھڑیں اور اپنے لئے پیدا ہونے والے موقعوں سے فائدہ اٹھا لیں۔" مریم نے اس کو یکساں کیا۔

اس نئی جہل کی طرف سے کئی پیش کش کا وقت جواب آپ ہی کا کیا غزالہ کے فن کے کئی سے سب واقف تھے اور بہت سوں کو انہوں نے ہونے لگا کہ یہ خیال انہیں کیوں نہیں کیا۔ مریم غزالہ کے ساتھ

خواتین ڈائجسٹ

نمبر 250

کوئی ایسا اہل دل ہو

فہرست مضامین

پیشہ ورانہ

نمبر 250

نمبر 37

کو کھائی عورت

اس کے بڑی شاندار کرلی رہیں۔
 "وہ بہ زندگی میں کسی دیکھ کو تمہاری قیمت نہیں
 نہیں ہوگی۔"
 "تمہیں۔" اسے ہاتھ کی انٹی انگلیوں کا لمس ٹھوڑی
 سے کلن کے لوتک سرکا کیا۔ "تمہاری خوشیاں تم پر
 نچلا کر دوں گا اور سارے سو کو میں اپنی محبت سے چھن
 لیں گا۔" صوفیہ ہاتھ شاندار پر آگئے۔

مستعلیٰ نے ذلیل سے بے زارہ کہا اس نے
 آئینے میں اپنے عکس کو دیکھا۔ قہقہے سے اس کے
 عکس کو ایک دم مستزاد کر دیا۔ اس نے اپنی گردن پر اس کا
 چہرہ نظر آیا۔ جس کی دہلیز واکس واکس کے عین نیچے
 بے خوالی کا چھوٹا لٹکا تھا۔ ایک لٹک ٹکٹکے میں
 ابھرے اس سے عکس کو دیکھتی رہی آہستہ آہستہ اس
 کا عکس ہٹا کر اصل چہرہ نمودار ہوا۔ آنکھیں سرخ ہو کر

دھڑکیاں طرف سے گرد آلود ہونے لگی تھیں۔
 "اس نے کھد ملی میں جن بھی تھا بہ میری بے
 پرچہ۔
 "ہاں جن بھی تھا وقت کا جن جس کے کالے اور
 لمبے دانت تھے۔"

"تو شہزادی کو کھا آیا؟" میری بے زارہ سوال کیا۔
 "نہیں۔ اس نے شہزادی کو راست بھلا دیا۔ میلے
 کے باقی لوگ کہیں کم گئے اور شہزادی راست بھول گئی
 اس کی آنکھوں میں ریت چھپنے لگی تھی اس کے پیچھے
 سے جوتے نکل گئے اور وہ گر کر پڑی۔ روٹی چھتی اور مرنے
 کو عزت چھتی رہی۔"

"پھر وہ مرنے کی کوئی شراہ آیا؟"
 "وہ مری نہیں تھی چھکتی رہی اور پھروں ہو کر
 مہلوں وقت کے شہزادے سے ہماروں وقت کے جن کو
 اپنی نگوار سار دیا۔"

"اگلے دن؟" میری بے زارہ اور سوال کیا۔
 "ہاں اس رات کے بعد دن اور دو دن پہلے
 گئی ہماروں وقت کا جن مرنے والا وہ مہلوں وقت کے
 شہزادے نے شہزادی کی انگلی تھام کر اس کے گلے
 تک پہنچا دیا۔"

"ان کی شہزادی نہیں ہوئی؟"
 "وہ ایک مہربان اور نہ ختم ہونے والے رشتے میں
 بندہ تھے ایک دوسرے کے رت اس کے دوست بن
 گئے باری شہزادی اور مہلوں وقت کا شہزادہ بھی خوشی
 رہے تھے۔" میری بے زارہ کی طرف دیکھا جو اپنا کام
 چھوڑ کر ابھی کھلی من رہا تھا۔
 "اس گمانی کا نام کیا ہے اس؟" میری بے زارہ ہوتی
 آنکھیں کھول کر پوچھا۔

"اس کا نام کیا ہے؟" میری بے زارہ نے اس کی
 چشمانی پر ہوس دیتے ہوئے کہا اور سود کی طرف سوکھ کر
 مسکرائی۔
 "نی دی اسکرین پر غزالہ سلطان کی ٹیلی فلم کا پہلا
 سین چل رہا تھا۔"

میں نے برجلے گئی غزالہ کو بیتیہ۔ ایک مہلوں کی
 ضرورت تھی۔ اسے اٹھ لا کر دیکھو اسے میں مریم اور
 ریشا کا بڑا ہاتھ تھا۔ گردن دلوں یہ کرنا چاہتی تھیں
 کہ تک یہ ہی وہ مثل تھی جس کے لیے اتنا بے سرفراہ
 کیا گیا تھا۔

"وقت جتنے لمبے ڈگ بھرے توئی نے آگے
 نہیں نکل سکتا کیونکہ توئی کو اللہ نے شہور اور عقل
 عطا کر رکھی ہے جو ہر د میں صدیوں کا فاصلہ محلوں
 میں طے کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ سو وقت توئی
 کو نہیں پیش توئی وقت کو بھاڑتا ہے۔"

"گشت؟" غزالہ کی ٹیلی فلم کے فاصلہ ڈیڑھ لاکھ
 ایک ہی ٹیک میں اس کے ہو گئے اور مریم جھوٹ اس
 کے کام کی پرفیکشن میں کھو کر رہ گئی تھی۔
 اس آخری سین سے پہلے وہ کتنا اٹکی اور کتنا بھول

کتنے دی تکی کے سو سین لوکے ہوا تھا مگر اس
 آخری سین تک آتے آتے وہ کو بے جگہ محسوس
 کرتی غزالہ سلطان ایک بار پھر سے اپنی دنیا میں جگہ
 پا چکی تھی۔
 یہ ٹیلی فلم اس کے فی کیر کے سے دور کا نقطہ آغاز
 ثابت ہونے لگی تھی۔

"ایک نئی شہزادی۔" میری بے زارہ نے کاغذ
 کرتے ہوئے مریم نے ایک نظر سود پر ڈالی جو اپنے
 کسی دفتر کی کام میں مصروف تھا۔
 "شہزادی ایک میلے میں گئی، میلے میں موجود لوگ
 سب کے سب شہزادی کو پسند کر رہے تھے شہزادی
 بہت پیاری تھی۔ سارا دن شہزادی میلے میں کھو سنی
 رہی اور کھاتی رہی لوگ اس کے نیچے آتے جاتے
 رہے اس کی طرف سے رہے پھروں ہو کر میلے پر
 رات آگئی۔ جہاں جل انھیں روٹھایا ہی وہ خوشیاں
 دو شہزادوں میں شہزادی اور بھی رہی تھیں۔
 "پھر؟" میری بے زارہ سے کہنی تھام رہی تھی۔



اس نے سارے وعدے دل کے پل میں باندھ لیے اس لیے کسی طرح وعدہ سے قطعہ اس کے الفاظ میں پرکھیں بھی ٹھیک کر کے وہ گناہ کی سرکوب نہیں ہو سکتی تھی۔ اسی چیز نے ساروں تک اس کا ایمان محکم رکھا۔ بے کی کی تو وہی شریہ کی اپنے شریک مقرر اٹھ کر مقرر نہ کر سکی۔

گزرتے دنوں کے ساتھ جہاں سسرال کی بے چینی بڑھی تھی وہاں شریک طرز زندگی بھی۔

"اللہ! اللہ! جب راضی ہو گا تو اولاد بھی ہو جائے گی۔" وہ اس کرمل کو دل ساوتا تو سسرال کے اندر کی توانائی بڑھ جاتی مسعد اس کی چھان چھانست ہر گزری وجوہ سے بچنے والا اسے چپکے چپکے آنسو بہاتے دیکھ کر دہریہ بن جاتا۔

"مست رویا کرو ہم نے ان آنکھوں سے محبت کے خواب دیکھے اور تعبیریں پائیں ان آنکھوں کا گریہ دیکھنے کی ہمت نہیں بچھ میں۔"

وہ اس کے رخساروں سے آنسو پیتے ہوئے جذب محبت سے روکتا۔

اسعد اور مرے ہیں کا لہجہ میری پشت پر سارے کی طرح میرے ساتھ ساتھ چلا ہے میں نہیں بھی جاؤں وہ میرا کسی آسیب کی طرح چھپا نہیں چھوڑا۔

"مست کو ایسا ہمارے خلیل ہماری محبت ہے سننے کی وہ محبت جو بچپن سے ہمارے ساتھ ایک ہی محسن میں بی بی ہوئی۔ ہمیں ایک دوسرے سے باندھ کر رکھا ہم نے ایک دوسرے کو ہی نہیں اس محبت کو بھی جینا ہے ہم بھلا اتنی چھوٹی سی کی سے کیسے ہار جائیں؟"

وہ کھوکھلی صورت، پیش اس کی محبت کے آگے ہار جاتی تھی۔

ڈاکٹر اور ہسپتالوں کے چکر لگتے لگتے آٹھ سال بیت گئے اور اس کی سانس کا صبر بولابولے کیا چمر انہوں نے لڑکی پسند کر لی اور رشتہ بھی مانگ لیا۔

مسعد کے اندر میں جو شدت پہلے رہا تھا وہ

گزرتے وقت کی جھل میں اب تو اسے اور شدت فتح ہو جاتے تھے سارے جد بے سہہ جتنی وہ چاہتا ہے۔

پھر اس فی ماں سے باقاعدہ منگی کی تقریب بھی منعقد کر دی۔

اس رات وہ اپنے کمرے میں تنہا ہو گئی تھی۔ ایک پورے ساتھ جس نے جسموں جوں کو بٹکان کر دیا تھا۔

"کیا تمہیں مجھ پر یقین نہیں؟" اس نے انہیں انگلیوں سے اس کے آنسو پونچھے جس سے فی ماں کو گھوٹا ہونا پڑا تھا۔ "تمہاری اہمیت ہمیشہ محبت میں کی نہیں آئے گی سننے میں نے تم سے محبت نہیں ختم کیا ہے۔ اور یاد رکھنا عشق کبھی نہیں مرتا۔"

اس نے اس کی چربی کے پل میں دلاسل کے ساتھ ساتھ وعدے بھی باندھ دیے۔

مگر گزرتے وقت نے ثابت کیا کہ اس چیز کی سارے دھک کے تھے۔ زندگی کی ساری خوشیوں رنگینی سحر کا پلو آج کر کے والی فی ماں پر کار لے گئی۔

آٹھ دن گزر گئے وہ شری حقوق کی پاس داری کے قرض سمیت سارے وعدے بھی بھرا۔

سالہ انداز زندگی اور تین سالہ شریہ محبت کہیں کونسی کسی طبع میں ڈوبی خوشی کی طرح اثراتی یا اپنی موت آپ مر گئی اس کا ان کے دھک بھی بچنے سے قاصر و محروم تھا۔

بی بی بھی نہیں تھی کہ وہ اس کا خون اٹھانے سے گریزاں نہ ہو جاتا۔

بے حجاب آنکھوں میں وہ بچہ سے آمو جوہر۔

وہ تم گزرت کرتا۔ "وہ لڑکیاں اس کے پاس تو تھا اس کی سوتی آنکھوں میں گدگد لپکتے اندھنوں کو جھانپ گیا۔

انہیں سب کچھ تم ہو بیوی محبوبہ دوست ہم سفر بھی وہ تو صرف میرے بچے کی ماں بنے گی۔ صرف بچے

کی ماں۔"

اس کا حوصلہ ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ محبوب کو فی ماں سے کسی وار کے حوالے کرتا ہے یہ کرب محبوب ہی جانتا ہے۔ لبت سے ریزہ ریزہ ہوئے وجود نے اس کے مہاں شانے پر سر رکھ کر سارے اندازے دلچسپے آنسوؤں کی صورت اس کے گریبان میں پرو دیے۔

وہ عورت تھی عورت ہونے کے حالات کے سامنے مجبور سوائے صرف محبت کے بندھن سے نہ بڑھ سکتی۔ اسے پر لیا ہوتے دیکھنے کی نہ اس میں ہمت تھی۔

ندم سو کر میں سو جوروں۔

اور وہ شادی ہل سے نئی دکان سے ساتھ نئے پار فٹ میں شکل بہ انور سندی کی مان خوشبو بدن کی تزیینات تھی عورت کے تحریریں کہہ کر وہ گیا۔

اور اس کی آنکھوں میں غنیمت کی جگہ کلنے آگ آگ صورت کے ایک نئے سفر نے دل کے پاؤں چھو لیے۔

وہ کرب کے وہ گزراؤں میں اپنی محبت کی تلاش میں بھٹکتی رہی۔ اس بات سے بے خبر کہ اس محبت کے سارے دھک کے کچے وعدوں کے چرختے پر بنے ہوئے تھے۔ جو جیتے اور جیتے نہیں لگتے۔

وہ جو خود کو موکھی سمجھتی تھی اور موکھی کی طرح اپنی محبت میں مست تھی۔ اسے ہٹاؤ نہ چلا مسعد سے اس کا نشہ کب اترا اور کب وہ دوسری کی طلب میں جلا ہوا اس نے تو یہ ہی ساتھ "جتنی شراب پرانی اتنا نیا نہ" مگر شاید اس کی محبت کی شراب سدا نشہ ہو چکی تھی۔

ہر جاہر کر کو چاہہ گری سے گریز تھا۔

ورنہ ہمیں جو دکھ تھے بہت لاوا نہ تھے۔

وہ مسلسل سکسز کے ذریعے رحم کی دیکھیں سمجھتی رہی۔

"راج میں کون گا۔"

لاقدار میسج پر رحم کی اپنی سلامت کے لیے منظر ہوئی اور وہ خوشیوں کے لیے ترستے کسی ایسے

بچے کی پسند خلیل اٹھی جس کو اس کا پسندیدہ مکمل حاصل ہونے کا یقین مل جاتا۔

ایک ماہ کے بعد اس کی ماری اکی تھی وہ مست دونوں کے بعد تیار ہوئی۔ ٹکڑی لباس میں اس کا وجود گلاب کی طرح صاف تھا۔ انجیر پر سارے سہرے کا چولہا لدا اور شام رات میں داخل ہوئی۔ مگر وہ نہ آیا۔ دلت گمراہ ہونے لگی تھی۔ جب وہیں کو چیکے چھوڑ کر وہ اس کے پاس گیا۔

اس نے پھر بھی حکم ادا کر کے کھانا جن دیا مگر وہ تو کھانا کھا کر آیا تھا سسرال سے۔

"تم کھانا کھاؤ مجھے بالکل بھی طلب نہیں۔"

بے پروائی سے کہنے کمرے میں چلا گیا۔

وہ دن بھر کی بھوک تھی مگر اس کی بھوک ختم ہو گئی۔ وہ اس کے پیروں کے نقش میں دفنا کی بکریں دھوڑتی بیڈ روم تک تکی تو وہ نے نشے میں مدھوش پڑا خروارے لے رہا تھا۔

وہ صرف خانہ پری کے لیے گیا تھا اس کی طلب محبت کہیں اندر ہی سرچک چنگ کر آنسوؤں پر غاموش ہوئی۔

وہ بند آنکھوں کے درمیان سے ماضی کے خوشگوار لمحوں کو آواز دیتی رہی مگر حقیقت کے ہاتھ شکار نہ ہو سکے اسے ماضی کی لور سے بچنے کر کے آگے بڑھنا پڑا۔

نیا بیڈ پر سوئے ہوئے اس شخص کے خراالے صور اسرائیل کی طرح اسے بد صورت حقیقت میں زندہ کرتے رہے۔

وہ ساری رات روٹی مسکاتی جاگتی رہی۔

صبح اس کی آنکھیں دھجکتے سے لالہ تو اوزدک کے پورے سے تھاری اور بدن بے اعتدالی کی جھکن سے چورچور تھا مگر وہ ناشتا ہانے میں گن سانس کی حواس میں تکی رہی جو وہ اپنے بیٹے کو دے رہی تھی باپ بنے کی۔ اس کی سانس پر وہ سرے دل توڑی دیر جا کر بیٹے کو دیکھ آئی مسعد ناشتا کر کے جلا اٹھ گئی۔ ناشتا مسعد بھی کر چکا تھا مگر اب اٹھنے کے لیے پر توڑے کسی

استغاثی جیل کی تلاش میں تھا ہے رشتی اور جلت اس کے دینے میں کوتاہی کرتی تھی۔
 "تم نے ناشائستہ کیا؟"
 "سوک نہیں تھی۔"
 "کیوں؟"

سرسری استفسار پر اس نے بہت کمری نگاہ سے اسے دیکھا۔
 "یہ کون تو ہے از گئی جب تم نے راستہ الگ کر لیا۔"

"میں نے کوئی راستہ الگ نہیں کیا نہ تمہیں چھوڑا ہے نہ طلاق دی۔" وہ دھڑکی سے بولتے حد درجہ بے زار ہوا۔ "شادی کی ہے کوئی گناہ نہیں کیا۔" اسے نظروں کی کلفت سے زیادہ سچے کی بے زاری نے بھی یک۔

"محبوب اگر محبت سے بے زار ہو جائے تو بد چلتی کیا ہے۔ سوائے جبر و زلف کے شغلے میں پھنسے آنسوؤں کے گولے کو بھٹکتے خود گھائی سے گویا ہوئی۔

"محبت کرنے والے اپنا کپ دے کر بدلے میں تم سے بھی آپ کا وجود وقت اور توجہ مانگتے ہیں۔" دراصل وہ اپنا گھوا وجود آپ کے وجود میں تلاش کرتے ہیں۔

"میں باتوں میں تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تم بیٹ بہت خوب صورت بولتی ہو۔" وہ سیدہ درجہ اوجھ لکھ کر دیکھتے بولا اس کی باتوں میں نہ اُمید کی کہبت تھی نہ دلائلے کلور ملے۔

"جو محبت کو برتا جلتے ہیں وہ نظروں کو برستے کے ہنر سے بھی آگاہ ہو جاتے ہیں۔ لفظ اپنی پہچان آپس میں کر جود لہجہ کی طرح جلتے ہیں۔"

اس نے نہ جلدی نظریں سامنے اٹھا میں تو کرسی غلط تھی جو اس کی باتوں پر سر تاور اس کی محبت پر پرت تھا وہ لب شاید یکسانیت سے بے زار ہو جاتا تھا۔

کیا اُمید عورت کی ذات سے متصل کر دیا جاتا ہے کہ جمال آگاہ کو ملے پروں چڑھے وہی گھر و خصلی

کے بعد پر پائیں جاتا ہے۔ وہ بے پرائے گھر میں جیس جاسکتی تھی سو نہ تھی بے رشتی ہے جیسی بے وفائی کے بعد بھی اس کی ماں کی خدمت نگاہیں کر اسی چوکھٹ سے چٹنی دیتی۔

سننے کے دل و دل کے زخم دماغ کا کرب جاننے والے سمجھا دیے ہی کم ہیں مگر عورت کے لیے بے پائے اس نے جب بھی محبت کے لیے میں دلی ہولی زخمی ذات کو باہر نکالا تو خور کو اصلی صورت میں نہ پایا اصلی صورت تو وہ کھو چکی تھی۔

آٹھ ماہ گزار گئے سو سرسری عورت کی گود چری نہ ہو سکی اس کی سانس پر ملاون لٹی اور پوچھنے جاتی مگر مایوس ہوتی اس آٹھ ماہ میں وہاں نہیں آتا۔

بیوی اس کے پاس گئی گود میں جا کر دیکھ آئی تو مر جھائے ہوئے پھول کے پاس کہیں آگاہ اور اب تو وہ شمع کرنا بھی بھولتی جا رہی تھی بات کرنا تو سیکھ ہی بھول چکی تھی۔ کون سا اس کی آواز سننے کو بے چین گور جھک رہا تھا۔

اس بار اس کی سانس بیٹنے سے مل کر کئی تو دیکھی تھی اس نے قیدیت کچھ کہہ دیا ہو گا ورنہ وہ آٹھ ماہ بعد لینے کے لیے تے والے پرائیوٹ کو غلط نہ سمجھتی۔ پوچھنے کی عادت نہ اس میں تھی نہ ہی سانس بے نقابا جب بعد سرے بٹنے بھی گاڑی غلط ابھی کئی تو وہاں کو دیکھنے چلا گیا۔

"ماں کا خیال رکھا۔" لیکن میں اپنے لیے چلے جاتے رہاتی عورت سے خطاب ہوا۔ "ہی کا درجہ تو وہ اب اسے ملتی نہیں تھا۔"

اس کی ماں اس کی ذمہ داری نہیں تھی پھر بھی وہ تکلیف لیکن داری سے بھرا ہی تھی گود ہر ذمہ داری سے مبرا اسے احتکالت دیا تھا اس نے نہ شکو کیا نہ وضاحت دی خاموشی سے چائے بے شک مسو سے اس کے سامنے رکھے۔

"ہیما لگا ہے جیسے ہم دونوں ایک دوسرے سے

بے زار ہو گئے ہیں۔" وہ اس کی تھوڑی دیر کی خاموشی بھی برواشت نہ کر لیا۔
 "تھوڑے چھوٹے طرف کا مالک تھا وہ تو ایک سال سے اس کی خاموشی کی ہنسی میں جل جل کر کوئلہ بن چکی تھی سعد کا علس آنکھوں میں چھپتی تھی میں دھندلا ہوا۔

"ہم دونوں نہیں صرف تم سعد۔" گلے میں آنسوؤں کا لولہ ایک میل۔
 "میں تو اسی دائرے کے اندر گھوم رہی ہوں یہ جاننے کے بعد بھی کہ تم اب اس دائرے سے باہر ہو۔ اندر تو صرف تمہاری پرچا پائیں رہ گئی ہیں۔ مجھے پرچا تھیں کہ طوطا۔" بے عمل ضرور کیا ہے مگر بے زار نہیں۔ "تو گھائی سرگے سعد تک پہنچی۔"

"تو ہم سے تمہارا مصروفیت بہت بڑھ گئی ہے کلب میں نہیں رہا۔"

"میں تو سعدا میں تمہاری زندگی کی کتب کا ایسا رپاڑہ رہ گئی ہوں جس کو بھارت بھی دیا جائے تو کتب میں کوئی فرق نہیں پڑتا اثر کم ہوتا ہے نہ دلچسپی۔" وہ اس کو متاثر چلا گیا لنگے بیٹنے سے گاڑی غلط نہیں لگی مگر کھل طور پر غلط ہو کر کوری کتاب د گئی۔

گرتے تین سالوں میں دوسری عورت بھی کوئی خوش خبری نہ دے سکی تھی اس کے جسم میں دوڑتے خزان کا اک قطرہ گھر بچے گور کلیق کی اطلاع صورت میں آنے کے لیے بے قرار تھا مگر وہ عورت تھی اس لیے ناختم نہ ہوتے ہوئے بھی بانجھ بنادی تھی اس کے اندر متاثر گری بدستور موجود تھی اس کا سامنا ہی گور نکلتا تو اس کا کیا تصور مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی سزا کا تھی ہی۔

وہ گور مایوسی اور سے خوشیوں کشید کرتے لنگہ بلا خرہ عورت راز آشنا ہوئی سارے ٹیسٹ خفیہ طریقے سے پلے ہی معلوم کر لی رہی۔ وہ اس کی طرح

جس تھی جس نے صرف اس کی زبان پر اعتبار کیا؟ جسکی گود ٹیسٹ رپورٹس دکھانے کی خواہش کا اظہار نہیں کیا۔ محبت اندھا کر دیتی ہے وہ اس کی ہر بات پر آنکھ بند کر کے اعتبار کرتی رہی تھی۔

مگر وہ سرسری عورت تھی اسی مانتا کو کورے ہیں بر فزوں نہیں کر سکتی تھی جبکہ پیچھے اک مہو کو جھک بھی چھوڑ گئی ہو سو اسی بلانے غلطی کے مرتکب تھی۔

وہ دن دسمن سے گورا مہو اک بار پھر اس کے پاس آگیا۔ اک محبت کے آسرے پر تو وہ جیون کورے مہو کے ساتھ تھلی پر رپاڑہ محبت بھی نہ رہی تھی۔

وہ خود بھی کوری کتاب بن گئی تھی بالکل صاف سفید جس پر اک لفظ کی کس پائی بھی نہ دی۔ عورت پشیل سے لکھی ہوئی ایسی جی تحریر ہے جسے مود جب چاہے اپنے عمل کے راز سے متا سکتا ہے اس کے طے پر گناہ تحریر بھی ہو کہ دعا قریب ہے کب کی مٹا دی گئی۔

ماں کو نظریں ملانے کی بہت نہ رہی۔ شرمندگی اور بیٹے کے بے لولہ ہونے کے غم میں گھر سے جا گئی وہ اس کی خدمت میں نہ جاتی۔

"میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔" ایک دن اس نے سائوں کی دایاں پائے کی تاکم کو شش کی۔ "میں نے واقعی تم سے زیادتی کی مجھے سہل کر دو۔"

"کلم کی بیماری کی وجہ سے میرا دل کے پاس رہنا بہت ضروری ہے" قریب سے میں ان کے کمرے میں رہوں گی۔ سوئیے تھی میں کھ کھلی عورت ہوں، تمہیں بچہ نہیں دے سکتی۔" اپنے شانے سے اس کے ہاتھ ملاتے ہوئے کھ کھلی عورت نے فیصلہ سنا لیا۔

"اور اس فیصلے کو قبول کرنا اس کی مجبوری تھی کہ اس جیسی خدمت نگار اس کی ماں کو نہیں مل سکتی تھی۔ مگر اس کھ کھلی عورت کی محبت کو کھ کر اس کے پاس بھی تو کچھ نہ رہا تھا اس کے ہاتھ ہی نہیں بل بھی غلط تھا۔

دل دروازہ کھولے

”ملاوے کر کے ساتھ شادی سے انکار کر دیا ہے اور منگنی کو ختم کرنے پر اصرار کیا ہے۔“
 یہ الفاظ بہ مشکل یہ سہل نہیں سمجھا جس نے اس کی بازگشتی ہستی کے پرچے اڑا کر رکھ دیے تھے۔
 دلت تو جن ہتھکڑیوں کے جانے کا احساس گویا گلوں میں بارود بن کر چھٹنے لگا تھا۔ وہ بے حس و حرکت پلک جھپکائے بنا دوسرے میں دیکھے جارہی تھی یا ہر تو بہار کا موسم تھا۔ گلے کے پھول کھل رہے تھے پھر یک دم آنہ حیاں کیوں چلنے لگیں؟ جھڑکیوں درود یوں ابلانے لگے تھے۔

”کیوں ملا حسن! کیوں کیا تم نے ایسے؟ نہیں ملا حسن! نہیں تم نے مجھے رعب کھٹے کیا ہے میری نسل کی ہے ہاں! ہاں میں مانتی ہوں محبت کے سفر میں میں اس کی ہی میرے دل کی ہستی میں یک طرفہ محبت کے پھول کھلتے تھے۔ پھر بھی ملا حسن! پھر بھی تم نے مجھے قبول کیا تھا۔ یہی تھی تو پچھو نے پوئے اداؤں سے نہیں منگی کے اس ناوک دہشتے میں جکڑا تھا اور تم نے ملحق کی اس یاد کو کس سواست سے نکلی اسلی سے تو ڈالا ملا حسن! کیوں۔ کیوں آخر؟“
 جیسے بتاتا رہے گا کیوں کیا تم نے ایسے میں ہرگز کسی اور کو اپنے اداؤں کی قبر پر خوابوں کا گلہ ملنے میں لالہ کی ہرگز نہیں۔“

”خفی ادا میں اٹھی تھی ملا حسن سے اپنا حق چھین لیے کاہرے کر۔“

”کرنا شہنشاہ! کیا تم اتنی گری ہو رہی ہو کہ سنکھول پھیلا کر محبت کی بجائے کھوکھی؟“ شہنشاہی گھبراہٹ تو کبھی بھی

نہیں تھیں کرنا محبت تو انسان کو دکھ بخش دیتی ہے اسے یاد دہکے تم میں اتنی ہمت ہے کہ اس کی بے وفائی کے بار کا پروا نہ کر سکو۔“
 اور وہ جو بے حس کے ساتھ اٹھی تھی پھر بیہوش ہو کر بستر گر گئی ایسی خوشیوں میں جس میں ہوش کے ناخن نہ پڑتی تھیں جن کی قیمت اٹانا ہوتی ہے غور واری ہوتی ہے۔

ملا حسن اس کی پچھو کا سب سے بڑا مٹا تھا۔ صرف کہ وہی میں بڑا نہیں تھا بلکہ خاندان کے تمام افراد سے بڑا تھا اور اس بڑے بن کا اسے خوب احساس بھی تھا۔ خوب رعب جھاڑا کرتا تھا۔ ملا حسن اور کرنا کی عمر میں چند سال کا فرق تھا۔ جب وہ بچپن کو یہ خود اس کو دانت رہا ہوتا تو وہ اپنی یاد چھٹی۔ کہوں میں قد میں روشن کیے اسے دیکھ جاتی۔ محبت کیا چیز ہوتی ہے یا شادی جیسے بندہ جس کا اہمیت دیتے ہیں۔ اسے تو اس اس کی ہر بات پر اپنا جی ملتی تھی۔ اسے تو بندوں کا شعور بھی لب کیا تھا کہ جین کی دھاریاں! وہ پسند نہ کر سکتی تھیں۔ اس کے جذبے کی شروعات تھیں۔ کتنا دل فریب کتنا لطیف احساس تھا کہ وہ مجبوراً اٹھی تھی۔ ملا حسن کا علم کے سلسلے میں امریکہ گیا ہوا تھا اور پچھو کو وہیں لانے کی پڑی تھی۔ تیس دن بعد پہلے نہیں نہ کہیں لڑکی دیکھنے جارہی تھی اور کرنا کی جان چل جاتی تھی۔ اس روز بھی پچھو پچھو کے ساتھ ان کے کسی دوست کی لڑکی کو دیکھ کر آئی تھیں۔ وہ سب سابق لڑکی پسند نہیں تھی۔ کرنا ہے۔

”مجھے کسی صوفیوں کی سولی نہیں کاٹنے ہوتی۔“
 ”تو بڑے دلدار! ایسا ہے۔“
 ”پہنچاں سے کرنا سارے شہر کے قریب بیٹھ کر لڑکی اور اس کی لڑکی باتیں کرنے لگیں۔ گریں پچھو سے قریب آکر بیٹھنی اور باتیں سننے لگی۔“
 ”تو میری بہت سے پچھو اس کی برائی نہیں کرتی جا پچھو۔ سب لڑکیاں اچھی ہوتی ہیں۔“ کرنا کو

”جی نہیں۔“
 ”پچھو! تم نے تو ساری لڑکیاں دیکھی ہیں۔“
 ”جی نہیں۔“
 ”تو میری بہت سے پچھو اس کی برائی نہیں کرتی جا پچھو۔ سب لڑکیاں اچھی ہوتی ہیں۔“ کرنا کو



واقعی برائے گناہ تھا۔
 "ہاں چھوٹا لڑکا تھا جسے میں نے گھسیٹ لیا تھا۔"
 "تپ بچہ مت کیجئے، بس اپنی قربت کی طرف چلیں۔"
 "کروائیے۔" خاصی کمزور لگتی ہے۔ "وہ شوخی سے
 لکھتا ہے انہیں تلے دیا کرو لیکن وہ آصف بچہ تو ایک طرف
 اس کی بات کی گرائی تھکنہ پہنچ گئیں۔
 "مطلب قربت کی چیزیں آپ کو نظر جو نہیں
 آتیں۔" وہ تو یہ کہہ کر ہلکا کی۔ "وہ لوں خواہیں ایک
 دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ پہلے کا قہقہہ فضا میں گونج
 گیا۔
 "نیا سمجھیں بیکرا! پچھلے بیکر کی آنکھوں کے
 ملتے جلتے لہرائے۔
 "میں تو کچھ نہیں سمجھی۔"
 "اُسے بیکر! آپ میں سمجھ ہوئی تو بات ہی کیا
 تھی۔ بھائی! آپ کہنا گوارا ہی نہیں دیتے۔"
 "جی۔" آصف کے ساتھ شاکر بیکر بھی حیرت سے
 ان کو دیکھ کر رہ گئے۔
 "جی تو بات آپ کو خود سمجھنا چاہیے تھی بچی کو
 خود سمجھائی پڑی۔"
 "اُسے یہ بات ہے تو سمجھا اپنی کرن سے بڑھ کر کون
 ہے میرا وحیاء اس لیے اس کی طرف نہ گیا کہ عمر
 میں۔ بھائی جیلا آپ۔ آپ کو تو اعتراض نہیں؟"
 شاکر بیکر خوش تو تھیں لیکن مگر لانا تو وہ لڑکی ان
 کو کھٹک رہا تھا۔

وہ کس قدر خوش تھی۔ اس نے کتنا شکر ادا کیا تھا
 خدا کا کہ انہی نہیں جانتا تھا۔
 "میرے پروردگار! میرا شکر ادا نہیں کیا تو میرا
 ادا نہیں کر سکتی۔" وہ مجھ سے میں گری کہہ رہی تھی۔
 اسی وقت عمو کے چھوٹے سن بھائی عمو اور صفیر
 آگے خوشی سے من کے چہرے پر ہنس رہے تھے۔
 "کرن بھائی! یہ سب کیا ہے؟"
 "اچھا ہو بے موت۔" وہ تو پہلے تو کسی کو خیال آیا

نہیں۔ خود ہی پچھو سے میرے بارے میں کہیں نہیں
 بے حیرت بن کر بیٹھ کر سوچنے لگے کہ اس کا احساس دلانا
 پڑا۔ "وہ لوں! تو توں سے تھا ہوئی ہوئی ہوئی صوفیہ اس
 سے لپٹ گئی۔
 "قسم سے کہنا باقی! آپ ہانسی نہ ہو! ہنس تھیں مگر
 ہم سوچا کرتے تھے کہ ایک تو آپ دونوں کے مزاجوں
 میں دشمنی آسکتی تھی تو فرق ہے! دو سرا عمریں تو وہاں
 کیسے ہو سکتا ہے؟"
 "نیت صاف اور جذبے صادق ہوں تو سب کچھ ہو
 جاتا ہے صوفی! جو کام اللہ کو منظور ہوتے ہیں وہ ہو کر
 رہتے ہیں۔"
 وہ سرشار لہجے میں بولے تھی۔ زندگی سستی خوب
 صورت ہو گئی تھی۔ خوابوں کی دلو گزر جاتا تھا
 تھی۔

"اُسے پچھو جلی! آپ اتنی لو اس نہ ہوں۔"
 آصف بیکر اسے گلے سے لگا کر شدت سے رو
 دیں۔ آخر کو ان کی لڑائی پہنچی تھی جس کو بیٹھنے
 دیکھ کر وہاں تھا ایک تو بچی کے دل ٹوٹے تھے۔
 لوہر سے بھلی بھلی سے شرمندگی۔
 "اُسے چھو! اُوں کیل نہ بھل۔ میں تو اس اندر
 خوش تھی کہ میری بہن کی بہن بن کر آئے کی مگر
 میرے اپنے ہی بیٹے نے میرے ارمان پر اوس ڈال
 دی۔"
 "پچھو چال! آپ دیکھی نہ ہوں۔ ہو سکتا ہے اسی
 میں پہنچ رہی ہو۔" وہ انہیں مٹلی دیتے ہوئے بولی۔ کرا
 کل وہ پچھو کے گھر رہنے لگی ہوئی تھی۔
 اسے اپنا چہرہ اپنی اناہت عزیز بھی وہ عمو حسن
 کا ہار کرنا چاہتی تھی مگر اسے منگنی ٹوٹنے کی بالکل پروا
 نہیں ہے! وہ مطمئن ہے۔
 "پچھو! میں آپ کے سر میں تل لگاتی ہوں۔
 آپ کو ابھی خبر نہ آجائے گی۔" وہ تل لگانے کے لیے
 اٹھتی ہے عمو ان کو لہو لہو کرتے ہوئے عمو کے سر

پر دھرتے لگا۔ وہ سر قہقہہ کر رہا تھا اور اسے گھورنے لگا۔
 وہ اس قسم کر کہہ دیکھ کر اندر تک لگی تھی اسے دیکھ
 کر بے نیازی سے بولی۔
 "اُوہ! ہم نے تو آپ کا دل ٹوٹنے کی دعا مانگی تھی۔
 مگر آپ کا تو سر ٹوٹ گیا۔ چہرے کوئی بات نہیں اور لے
 آئیں گے باڈا سے۔"
 "شٹ آپ۔" وہ دھار دھار گھورتا ہوا آگے نکل
 گیا۔ اور ایک قہقہہ چھٹی ہوئی گزر گئی۔

"کیا سوچ رہی ہیں پچھو؟" وہ بچی کی منہ مٹی آنی
 چھوٹا چھوٹا کھانٹتے ہوئے بچائے کن سونچوں میں
 غم ہو گئی تھیں۔
 "کیا سوچتا ہے میں تو بے فکر ہو چکی تھی کہ میری
 اپنی بچی گھر سنبھالے گی۔ میری تلاش ختم ہو گئی ہے مگر
 اس لڑکے نے پھر مجھے چکر میں ڈال دیا ہے۔ جبکہ کسی
 اور طرح سے مجھے لو بھی میرا دل نہیں چاہتا۔"
 "جائے دیجیے پچھو! زندگی میں سب کچھ ہانسی
 لینا پڑتا ہے۔" وہ اتنا کہہ کر کھڑا ہوا کہ اس نے
 انہیں بہت دیکھ کر چاہنے کے باوجود بھی اپنا بازو نہیں
 میں آپ کو اپنی لڑکیوں کو کھانسی کی۔ یہ بتائیے کہ یہ جو
 آپ نے ستر رنگ گھول کر کھا ہوا ہے ضروری نہیں تو
 مگر اسی؟"
 "ہاں چھو! اگر وہ آپ تو بے کار ہے۔"
 وہ بچے کی پیالے لے کر سب کی طرف بڑھی۔ اسی
 وقت چمن کا دروازہ کھلا اور عمو بھائی اندر تو میں اندر گیا
 اور کرن سے کھڑا گیا۔ اس کی سفید برق شرٹ سبز
 رنگ میں لٹکائی۔ عمو سنا گیا۔
 "یہ یہ کیا بد تمیزی ہے تم اسٹائیڈ تیز اور پھوڑ
 لڑکی ہو اور تھیلے خود کو کیا بھجوتی ہو۔ کیوں کی ہے تم
 نے یہ حرکت میرے ساتھ؟" وہ جسم شعلہ ہوا تھا۔
 "مجھے کوئی شوق نہیں ہے آپ کی شرٹ رنگتے کہ۔"
 اندر دیکھتے ہی وہ حمل کر صاف ہو جائے گی۔
 "خاک صاف ہو گی۔ دل رنگ گئے ہیں کسی نے

اسے خلوص ہے غم دیا تھا اور محترمہ نے ہر مطلق کر
 دیا۔"
 "کچھ ٹائی سری تو گئے ہیں حمل کر صاف ہو جائیں
 گے۔ انہیں اگر وہ سب دل چاہتا ہے۔"
 اس کے لیے میں کمر لائی تھی کہ وہ جو تک سہا پہل پھر
 حیرت کے اسی احساس کو لیے وہ باہر نکل گیا۔ شرٹ
 اندر کر اسے بھول دی اور خود کا کھسکا دیکھنے لگا۔
 "یہ بچے شرٹ جو آپ کو کسی نے تحفے میں دی
 تھی۔"
 اس نے لفظ "کسی" پر دھڑکی ہوئے شرٹ اس
 کی طرف بڑھائی تو اسے یقین نہیں آیا۔
 "یہ یہ۔ وہی شرٹ ہے؟ یہ کسی نے دھوئی ہے؟"
 اسے واقعی یقین نہیں آ رہا تھا کہ اپنی خراب شرٹ
 اتنی صاف بھی ہو سکتی ہے۔
 "عمو صاحب! خود کو بہت کچھ لورو دوسرے بندے
 کو حق سمجھنا سنا ہے چھٹی بات ہے یہ شرٹ میں نے
 ہی دھوئی ہے۔"
 وہ گھر سے لے کر لفظ چاچا کر لیتی باہر نکل گئی اور
 وہ اس کے لفظوں پر گور کر رہ گیا۔

"نہیں بار سوری! سوری اسائنمنٹ تیار نہیں
 ہو لیتا یا تو تھا نہیں سب کچھ۔"
 "وہیے عمو! اس بارے الٹا ہی وجہ میری تو سمجھ میں
 نہیں آتی یا ر! اتنی اچھی لڑکی ہے شوق ہے ذرا تو کیا
 ہوا؟"
 "یا ر ایک تو عموں میں اتنا فرق ہے۔ لوہر سے اس
 کا اصرار ہو رہا ہے۔ لوتو! میرے ساتھ میری عمر کی
 دیکھئے مزلج کی سوری لڑکی ہوئی چاہیے نہ کہ یہ
 اٹھالی بل کھائی لڑکی۔"
 "بڑے ناشکرے ہو! اتنی بڑے اسائنمنٹ جلدی
 تیار کر دو ورنہ یہ ذلیل ہاتھ سے نہ نکل جائے۔"
 "اُسے نہیں تم فکر نہ کرو میں دولت کو بیٹھ کر عمل
 کر لوں گا۔"

ساتھ ہی ملو گرن کو کوٹھو لائے گا ہول
اور کس جو پائے لے کر تکی جس۔ خاموشی سے
لوٹ گئی۔

و شش بھی یں شعوری نہ اچھ کر دیا۔

ملو نے کن انکھوں سے خاموش خاموش ہی کرن
کو دکھا جو کچھ میں ملاد کل دی تھی تکی بڑی بڑی
لور سویر لیک رہی تھی۔ صوفہ جو کھانے کے برتن میز پر
لگا رہی تھی۔ بھائی کی نظروں کا تقاب کیا تو گرن کو
توجہ کرنے کے لیے لڑو سے بولی۔
"گرن بھائی!"

لورہ جو سلاد کل دی تھی چھری اس کے ہاتھ
میں تھی اور خون چھٹے لگے۔ ملو تیزی سے اس کی طرف
بڑھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔
"اجن لڑکی! انا گمراہ زم ہے لور تھیں احساس
نہیں۔"
وہ پریشانی سے اس کا ہاتھ تھامے کہ وہ ہاتھ اک
کلک سی یا تھی بل میں۔
"جگرے زخم کب نے دیکھے ہی نہیں یہ تو معمولی
زخم ہے عدوان میں بھر جائے گا۔"

"اوش! میں آپ کو میرے کرتے میں۔"
مطلب وہ انکا کرٹی پانچہ ہاتھ لورہ وہ اسے اپنے
لپے میں پریشان سا رہتی رہی۔
"محتاج کرنا کب پالی میں ہاتھ نہ ڈالنا۔" وہ اسے
ڈاکٹر کی طرح روایت دے رہا تھا تو ایک دھمکی سی
مسکراہٹ اس کے لبوں پر آئی۔
"کاش اسارے زخم نظر آتے ہوں۔"
"کیا مطلب؟" وہ پھر اس کے اندر اس کے لیے پوچھ
چو تک گیا۔

"ضروری نہیں ہر بات کا مطلب ہو۔ ویسے
شکریہ ادا ہو رہی کل۔"
وہ ہنسی آنکھیں لیے جلدی سے باہر نکلی اور
اپنے لیے کاموز چھوڑ گئی اور نہ چاہے وہ نہ بھی وہ
کسی ای دیر ای کے بارے میں سوچا رہا۔ یہ شعوری

"ای! ان رات کھانے پر میں نے اپنے ایک
دوست کو اہواٹ کیا ہے اچھا سا کھانا ہے گا۔" تاکہ
کے بعد وہ ملان کر رہا تھا۔
"اے بیٹا! میں تم کو کھانا بنا دوں گی۔ خدا کا شکر ہے
کرن بیٹی ہے ایک سے ایک کھانا بنا رہی ہے۔ میری
بچی دلتے گی۔"
"اور میں تو کیا کرن باقی تو ایسے ایسے کھانے بناتی
ہوں کہ بعد وہ نگلیاں چاٹنا نہ پائے۔" صوفیہ نے بھی
خود انگلیا۔

وہ وہی سے اٹھ کر آئی اور ملو اس کی پشت پر لڑائی
چوٹی کو رٹھا ہوا آگے چہ کیا رات کھانے پر ملو کے وہ
دوست تھے۔ کھانا واقعی بہت اچھا تھا۔ انتہائی سلیقے
کے ساتھ پیش کیا گیا تھا کہ ملو حیرت سے اس لالچلی سی
لڑکی کو دیکھے تھک اور اندر کہیں پچھتوے کے احساس
کے ساتھ اک منسوب احساس بھی جاگاس کوہ کوئی
تاہنہ وہ سک۔

وہ ملو بعد ملو نے اپنی کسی کو رنگ پڑا ہوا لوٹ کیا کہ
ان تینوں کو تھیں ہو تاکہ اس کمالی کی "کسی" کا کردار
فرا کرنے والی نہ رہے۔ تیسرا بھائی تھا۔
"تم کو کب خورنا ملے گی شفق ہے۔" کسی جس نے اس
کو شربت چھینے میں رکھی اور۔
"تو ہوا کر کے تم تو کب بھی کی زندگی میں داخل
ہو لے تھک دیں گے۔"
"چھوڑو تم کو کب کسی کے گھر میں تو رہو سکتی ہو وہ
تھکی سکتا ہے گھر میں نہیں لور تھکے ملو کے دل
میں جب چاہے تھی جو کہ نہیں مل سکتی تو زبردستی۔
نہیں۔" تھکے کو آواز نہیں۔

"ایک تو کب بہت بڑی جلدی ہار جاتی ہیں۔ انسان
کو کوشش کر کے رات نہ اچھوڑ دینے چاہئیں۔ پلو
بہن نہانے استقبال کی تیاریاں کرتے ہیں۔"

"ایسی کچھ میں آپ لوگ کلام کرنا لور میں نہایتیم کو
رہل سے ناک کوٹ کر دل کل۔"
"نہیں ملو! یہ بری بات ہے وہ ٹوکی ہے اور ہماری
مصلحت ہے۔"

"کب رہے دیجئے آنکھیں کس سے حاتم ملان ہم
آپ کی طرح حاتم طرف نہیں ہیں کہ۔"
لور پھر جب خوب صورت سی اسارت سی بیٹا ملو
کے ساتھ چلتی۔ اندر آ رہی تھی تو کھڑکی کی لوٹ
میں چھپی کرن ایک دم جو تھی تو اس کا سرک۔
برسی طرح کھڑکیا کہ ملان میں ملو نے نظر آتے صین
اسی وقت ملو اور بیٹا اندر آئے۔ ملو نے کرن کی
طرف لے آیا جس کو اس وقت کچھ بھی نظر نہیں آ رہا
تھا۔

"بیٹا! ان سے لیے میری کرن ہیں کرن اور۔۔۔
کرن بیٹی! میں میری کو لیک۔"
"میرا کوئی نہیں۔ بہت دکھ ہوا آپ سے مل کر میرا
مطلب ہے کہ تارے نظر آتے ہیں سرخ سفید نیلے
پیلے۔"
اسے واقعی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے بیٹا کے
بجائے ملو کا ہاتھ پکڑ کر لایا تو ملو کا رے تخت کے برا
جل ہو گیا۔ بیٹا گرن کی حالت دیکھ کر افسوس کا اظہار
کرنے لگی۔

"وہی سیدہ ملو اسے کسی ڈاکٹر کو دکھایا نہیں۔
یہ چاروی اچھی خاصی لڑکی اور۔۔۔"
"نہیں بیٹا! یہ مل نہیں ہے زور دینی ہے۔"
ملو نے دودھ سے کرن کا ہاتھ دلیا اور چھوڑ کر اندر
چلا گیا۔ بیٹا مڑ مڑ کر اسے دیکھتی رہی۔ پھر کھانے کی
تخلی پر ملو لور صوفیہ کی بہن تیزی کرن کا خشک قد یہ بیٹا
کو برا لگا تھا۔ ملو تو تھکے سے پائل ہو گیا پھر شام کو لب
تینوں سر جھکائے اس کی عدالت میں سزا سننے کے منتظر
تھے۔

"شرم تو چاہیے تم لوگوں کو! ایک مملان کے
ساتھ تم لوگوں نے یہ کیا کیا سوچتی ہو گی وہ ملو سے
بارے میں لور مملان تھی ہے کہ وہ ملو سے نہیں اس کی

یہ تھک ہے۔"
"کھانا ہے ایسے ایسے کہ۔" تینوں نے ایک ساتھ
ایک دوسرے کو دیکھ کر کہا۔

"میں ہاں کہہ دلاؤں گے بے پاس کی تھک سے اور ان
بہن ہی میری ڈھنگ ہے مگر اب۔۔۔ اب آخر کیا تھا تم
لوگ! کھانے کے بعد میں نے کھانا کیا تم لوگوں نے ایسا۔ میں
بہت جا بجا ہوں یہ کارنامہ کرن بیٹیم کے علاوہ کسی کا
نہیں ہو سکتا لیکن کرن جو تم چاہتی ہو ملو۔ وہ بھی
نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ نفرت ہے مجھے تم جیسی
اچھوڑ قسم کی لڑکیوں سے۔"

ملو تو اس وقت خیمے میں آپ سے باہر ہو رہا تھا۔
کرن کی دو کون میں خون اگلنے لگا۔
"شٹ آپ مشر ملو! آپ وہ سوں سے نفرت
کرتے ہیں مگر خود کیا ہیں کبھی سوچا؟ آپ میں تو کسی کو
بھگنے کی صلاحیت ادا نہیں ہے۔ میں تو خود غم مند
ہوں۔ کہ میں آپ جیسے سلی مو کو بچھن سے لب
تک چاہتی رہی جس کو اتنا مملان نہیں کتب کو بڑھے
بغیر اس بارے میں رائے قائم کر لینا انتہائی حماقت
ہوتی ہے۔"

وہ جو اتنے عرصے سے پک رہی تھی۔ آج پخت
پڑی لور وہ وہ انداز سے من گھڑا ہر شکل گئی۔
"بھائی! یہ جو کچھ بھی ہوا اس میں کرن بیٹی کا کوئی
قصور نہیں ہے۔ لی وہ کسی بات میں شریک نہیں۔ یہ
بہنوں نے کیلئے تو ہمیں معافی کرنی رہی۔"
"کب بہت برے ہیں بھیا! کرن کبھی لڑکی کو کتب
نے ڈھکے بٹ کر کے اچھا نہیں کہا جو کتب کو لانا چاہتی
ہیں۔"

ملو اور صوفیہ اس کے پھولے بہن بھائی اسے سنا
کر رہے تھے۔ کہ وہ کس طرح ریل کرن کا تھلا روپ
اس کی باتیں نظروں میں نہ آتیں میں گھومتی رہیں۔
ایسا قد یہ اپنی باتیں بھی یہ واقعی رہیں۔ بہت سڑ سڑ ہو
گیا تھا۔



"ملو بھائی! اپنا ہے۔ کرن بیٹی کا بہت اچھا

We at Paksociety.com giving you the facility to download urdu novels, Imran series, Monthly digests with direct links and resumeable direct link along with the facility to read online on different fast servers

If site is not opening .or you find any issue in using site send your complaint at

admin@paksociety.com

or

send message at
0336-5557121

بر لوٹل کیا وہ اب اور ہو سکتا ہے اس بار کرن ہلکی ہلکی
چھی کر دیں۔" صوفیہ نے بتایا تو وہ چونک اسے دیکھنے
لا۔
"کھانا ہے جی کرن ہلکی میں گئی مس بات کی ہے
اتنی حسین ایلینڈ شہار پر بھی کسی تو ہیں۔"
"کرن کے علاوہ کوئی موضوع نہیں ہے تم لوگوں
کے پاس بات کرنے کو؟" وہ چڑ کر لواتو دونوں خاموشی
سے اٹھ گئے۔
مب لوگ ہی خوش و خرم تھے مگر ایک بے چینی سی
تھی تو ملکی تھما لے وہ بے قراری کے کمر راستے پر
چل پڑا تھا کہ کسی بل قرار نہیں آ رہا تھا نہ چاہتے ہوئے
بھی سوچوں پر کرن کا قبضہ تھا۔
اور اس خبر نے کہ عید کے بعد اس کا رشتہ اس ڈاکٹر
سے ملے کر دیا جائے گا جس نے اسے لپٹ لپٹنگ میں
دیکھا تھا وہ بے قرار ہو کر اٹھا۔
کرن عید کے چاند کو دیکھنے کے لیے ٹیرس پر کھڑی
آنکھیں موندے دعا مانگ رہی تھی۔ علاوہ اس کے
سانے گل کھڑا ہوا اس نے دعا کے بعد منہ پر ہاتھ
پھیرے تو غلام نے شوق سے کہا۔
"آئیں۔" کرن نے چونک کر آنکھیں کھولیں تو
سانے مستم کر موجود تھا جو بچپن سے دستہ طلب
میں رہا تھا۔
"کیا ملتا ہے اللہ تعالیٰ سے۔" وہ اسے دیکھ کر
"کم از کم آپ کو نہیں ملتا۔" ٹھکرائے جلنے کا
سار اور اس کی آنکھوں میں اتر گیا۔
"کتنی عجیب بات ہے تم نے مجھے نہیں مانگا اور تم
میری دست طلب میں آنکھیں کھولیں اس عید کے چاند
کے سانے میں لگد سے جس میں مانگا ہوں۔" اللہ
میں جی آپ عجیب سی لڑکی مجھے عزت فرماوے۔ تیرا
بے حد شکر گزار رہوں گا۔"
"آنکھیں موندے صدف بل سے دعا مانگ رہا تھا۔
کرن حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔



ما تسمى من الكتب والاحكام



مر ملک تعلق معظم جاوہر پان پچوے چن ری
 جس۔ جس کا انداز بدلیا مانی ساہو رہا تھا اور
 پان پچوے چن کی یہ چیز پان میں رہا تھا۔ یہیں کوئی
 اتنا تھا کہ سو سو مرتبے پان مرتبے تھیں اور وہ
 لوں کی مرچ ہیں۔ سر ملک تعلق بھی لور معظم جاوہر
 کی۔
 آدھ لوں کا ایک سی خاص در ایک ایک۔ آدھ اور
 ایک ایک در کی است بھی ایک ایک۔ یہی تھی کہ
 چھ بار ہی نہیں لور وہ چپ کڑا تھا۔ اتنا چپ
 کی موصو۔ لور وہ اتنا چل رہی تھی۔ خلی مر۔
 ”چپ ہو جیو ملک اقلہ“ کہہ کرے کا موصو کو کچھ

ٹھیک ہے کہ زندہ ہے۔ "مظلم نے ان کے روم کے
 آئینے سارا دے کر اٹھا۔ ان کی کوشش کی قسم وہاں
 موجود تمام افراد میں سے صرف ایک "مظلم ہی تھا جس
 کے چہرے پہ کوئی ناخوشی تھا۔ وہ مٹی سے بنا کدو
 تھا جس میں وقت بھر نظر آ رہا ایک اور بندہ۔
 "واٹر؟" "تو بڑی شخص کا رونا نہ کھلا تو سب
 سے پہلی نظر "مظلم کی ہی پڑی تھی اور سب سے پہلے
 ان کے ہونٹوں پر بھی "مظلم ہی تھا۔"

بے خبری

"کدو مارنگ نام؟" "موسو تیزی سے رونا نہ کھول کر
 اندر داخل ہوئی تھی۔
 "کدو مارنگ سوئٹ ہاؤس آج اتنی جلدی کیسے
 اٹھ گئیں؟" "انہوں نے حیرت سے پوچھا۔
 "وہ مسرور "مظلم کے ساتھ شاٹنگ پہ جاتا تھا اس
 لیے "مظلم نے فون کر کے چکاوا۔ "وہ اس کے گلے میں
 بانڈا لٹے ہوئے لٹاؤ سے بولی۔
 "اور تمہارا ایکسٹنٹ؟"
 "مظلم کی طرف کراں کی۔ "اس نے لاپرواہی سے
 کہا۔

"لو کے سوئٹ ہاؤس حفظ۔" "وہ لون کا رخسار
 چمکتے ہوئے پیچھے ہٹتی اور ہاتھ ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی
 تھی۔
 وہ پہلے چلتی ہوئی اپنے گھر سے نکلی اور اپنے نام میں
 مقدم چلو کے گھر میں داخل ہوئی تھی۔ اس کا رخ
 ڈانگ روم کی طرف تھا۔
 "مظلم۔" "مظلم! وہ اسے تواریں دیتی ہوئی آ
 رہی تھی لیکن ڈانگ روم خالی پڑا تھا۔
 "موسو! ابھی اوپر اپنے کمرے میں ہیں۔" "اس نے
 نے کچن سے آواز دے کر اسے اطلاع پہنچائی تھی۔
 "لوپر لیا کہ رہا ہے؟" "جی ہاں بولی۔
 "سورہ ہیں۔"

"واٹ؟ لیکن مجھ سے تو کہہ رہا تھا کہ میں تاشی کی
 میز پر پہلے آتم جلدی آجیو۔" "موسو کی بات پہ اسی
 سکران کی تھی۔

"اس میں سے سارے ساتھ لڑاق کہا ہو گا؟" "مظلم نے
 اندر نہ لے کر شاٹنگ ہی نہیں۔
 "یو پیو جی سول اسے۔" "موسو حلقہ لاتی ہوئی
 میز چھایاں چرت گئی۔ اسے اپنی قیمتی خیرات اب ہوسلے
 خیرات آ رہا تھا۔
 "مظلم! اس نے دھڑام سے اس کے بیروم
 کا دروازہ کھول دیا تھا لیکن وہ کمرے میں کہیں بھی نظر
 نہیں کیا۔ وہ اندر آتی تب ہی وہ ڈرنگ روم سے
 نمودار ہو کر کھلی دیا تھا۔

"تم نے مجھے اتنی جلدی کیوں چکاوا؟" وہ حیرت کر
 بولی۔
 "شاٹنگ پہ جانے کے لیے۔" اس نے لاپرواہی
 سے جواب دیا۔
 "تو خود لٹا لٹ کر کیوں تیار ہو رہے ہو؟" اس نے
 "مظلم کی تیاری کی سبب اشارہ کیا۔ وہ باہل میں جیل کی
 کراٹھیں کوئی لاشاغل دے رہا تھا۔
 "شاٹنگ پہ جانے کے لیے۔"
 "موسو کھستے آواپے کپ کو؟" "موسو نے استہزاء
 پوچھا۔

"اسی دن سانسے کمری ہو تو بندہ اپنے کپ کو کھینچ
 سمجھ ہی لیتا ہے۔" "اس نے موسو کو دیکھتے ہوئے
 دہائی۔
 "مگر کہاں ہے؟" "موسو ہلٹ کر سنبھل گئی۔
 "جیو یوئن سے نہیں مگر کدو یاد دہائی؟" "مظلم نے
 سوالیہ نظروں سے دیکھا۔
 "کیونکہ وہ جیو یوئن نکلتی ہے۔" "پہلی بیویوں
 کدو میں تے پات۔" "گھری گھری سلیقہ مند کدو
 سلیم ہوئی۔" "موسو نے اس کی تعریف کی۔
 "وہ جیو یوئن نکلتی ہے اور تم واقعی جیو یوئن ہو۔"
 "مظلم نے شرارت سے کہا۔
 "مجھے بلاؤ مت۔" "جلدی کرو۔" "وہ کہتے ہوئے بڑے
 پیچھے گئی۔

"کیا تم بھل جاتی ہو؟"
 "ہاں مجھ پہ تو اثر ہوتا ہے پانچوں کا پتہ نہیں۔"
 "نے شاٹنگ چکاوا۔"

"تم اپنی جیسے ہوتے ہو؟" وہ تیار ہو لے کے ساتھ
 ساتھ اس سے باتیں بھی کر رہا تھا۔
 "بالکل ایسے جیسے انکی ہوا ہے۔" "موسو نے مجھے ہدایا
 ہے اور میں بھل گئی ہوں۔" "موسو نے اسے تیز کی
 شکل دی اور "مظلم کدو قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔
 "اچھا چو! تمہارا شاٹنگ کرتے ہیں۔" "وہ دوبارہ لاشاغل
 اسے اشارہ کرتے ہوئے باہر نکل گیا تھا۔ موسو بھی اس
 کے پیچھے لپکی تھی۔

"میرا اس کی۔" اسے پک کر "موسو" نے
 میز چھایاں اترتے ہوئے پوچھا۔
 "اسے پک کرنا مجھے۔" "وہ انہیں اس سے کہتا
 میز چھایاں اتر رہا تھا۔ "موسو" نے لاشاغل اور یہ اشارہ
 کر خود بھی پیچھے لپکی تھی۔
 "کہانہ کہاں ہے؟" "مظلم نے بھڑکی ہنس کا پوچھا۔
 "موسو یہ اپنی۔" "اس نے کچلے نشاۃ عینم
 سے جواب دیا تھا۔

"میں خندے کو خیر کے علاوہ کچھ نہیں سوچتا۔"
 "اور یہی سنڈے کو شاٹنگ کے علاوہ کچھ نہیں
 سوچتا۔" "مظلم موسو کو دیکھ کر ہنسا تھا۔
 "شاٹنگ کرنے کا پروگرام تمہارا ہوتا ہے ورنہ مجھے
 بھی خیر کے علاوہ کچھ نہیں سوچتا۔" "موسو نے اسے
 گھورے کہا تھا۔ گھوٹے چمرنے کے پروگرام "مظلم
 دینا تھا۔

"او کے تم نہ جایا کہو شاٹنگ میں صرف مگر وہی
 لے جاتا ہوں۔" "اس نے کدو سے اچکا۔
 "لے جاؤ اور میں آکھ بھی نہیں جاؤں گی۔"
 "موسو نے ہنسی دی۔
 "تم نہ بھی جاؤ تو میں تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا۔"
 "مظلم نے اس کی طرف جھٹکتے ہوئے اس کی ہے کہا اور
 موسو کے ساتھ ساتھ اس پر بھی مسکرا دی تھی۔
 وہ ان کی اچھی طرح پیٹ پوجا کرنے کے بعد کمرے ہو
 گئے تھے۔
 "تم جا کر گاڑی میں بیٹھو میں آ رہا ہوں۔" "اس نے

موسو کے کالور میز چھایاں چرتے کہا تھا تو وہی دیر بعد وہ
 واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک گہری ٹیک تھا۔
 "یہ کیا ہے؟" "موسو نے اس کے گاڑی میں بیٹھتے
 ہی پوچھا۔
 "توڑ کے لیے گھنٹہ۔" "جب مری گیا تھا تو تم سب
 کے لیے لے کر آیا تھا لیکن مرنے کا بھی تنگ رکھا ہے
 اس حوالی نہیں۔"

"اسے توڑوں کالب دے رہے ہو؟"
 "ہوں! اتنے دنوں سے نہ وہ میری طرف آتی ہے
 اور نہ ہی میں اس کی طرف کیا ہوں اس لیے جوں کا توں
 رکھا ہے۔" "مظلم نے گاڑی نکالتے ہوئے کہا تھا۔
 "گھنٹ کیا ہے؟"
 "یہ تو وہی دیکھنے کی۔" "مظلم شرارت سے مسکرایا
 تھا۔

"کیا چھپا رہے ہو؟"
 "سوئٹ چھپا رہا۔"
 "جب کیوں تیار ہے ہو؟"
 "تم سے چھپا بھی تو نہیں سکتا۔"
 "تو کس اتنی عزت افزائی کے لیے۔" "وہ سرخ
 کرتے ہوئے بولی۔
 "تم تو اپنی خیراوی میو بار؟" "مظلم نے اس کا ہاتھ
 اپنے ہاتھ میں لے کر دیا تھا اور جوں جوں موسو بھی مسکرا
 دی تھی۔

مگر کے گھر کے سامنے پہنچ کر اس نے گیسٹ ہاؤس
 دیا تھا۔
 اور پھر تو وہی ہی دیر بعد وہ چار لوڑھ کرانیا پر
 لے کر آگئی تھی۔ اس کے بیٹھتے ہی "مظلم نے گاڑی
 آگے بڑھادی۔
 "کیسی ہو؟" اس نے پک دیا مگر اسے اسے دیکھتے
 ہوئے پوچھا۔
 "بالکل ٹھیک۔" آپ سنا نہیں کیے ہیں؟" "موسو نے
 اک نظر مری مستہ کھا اور پھر نظر حلقہ کی تھی۔

"آپ کے سامنے میں دیکھ لیں کہ ہم بے ہیں؟"
 اس نے کندھے اچکاٹ
 "اچھا، کچھ دیکھ رہے ہیں۔" مہربان آہستہ سے
 "نہیں، میں رہا ہوں۔" وہ مسکرایا۔
 "ڈراؤنگ پوچھنا دیکھ رہے ہیں، ہم میں کوئی بھی
 اچھا معلوم نہیں رہے گا۔" مہربان نے اسے دھکیلتے کہا
 تھا۔
 اور پھر ایک کامران دونوں کی باتوں میں گڑا تھا۔
 شاہنگ مال میں داخل ہوئے ہی ان کی مصروفیت
 شروع ہو گئی تھی۔ مہربان نے اپنے لیے ایک سوٹ اور
 پیرسینہ کی بھی البتہ عظیم اور مہربان نے کافی شاہنگ
 کی کسی پچھن اور مہربان نے پیرسینہ کے بعد انہیں گھر کا
 خیال آیا تھا کہ تھک شام کرنی ہو چکی تھی۔
 "میرا خیال ہے کہ آپ ہمیں گھر پہنچا چاہیے؟" مہربان
 نے کہا۔
 "اتنی جلدی؟" مہربان نے سناٹا کیا۔
 "یہ طوطی ہے؟ ہم دوسرے گھر سے نکلے ہوئے
 ہیں اور اب شام ہو رہی ہے۔" مہربان نے سوچ سمجھ وار
 مہربان نے کہا۔ "جی سوچ گئی۔" بلاناہنگی گھر آچکے ہوں
 گے۔
 "چلو ہمیں ڈراؤنگ کر دوں۔" عظیم ڈراؤنگ
 بیٹ کی سمت بڑھا تھا اور فرشتہ ڈور کھول دیا۔ مہربان
 مہربان کی سمت دیکھا۔
 "تمہاری باری ہے۔" مہربان مسکرا کر کہتی پچھلی
 بیٹ پٹھ گئی۔
 "مہربان کی باری ہے۔" مہربان آہستہ سے بولی۔
 "کس لیے؟" وہ گاڑی بٹارٹ کر چکا تھا۔
 "مہربان پر اہم سمجھنے کے لیے۔"
 "میں نے تمہاری پر اہم نہیں سمجھی بلکہ اپنے لیے
 آسانی پیدا کی ہے۔" وہ مسکرایا۔ "آج اگر ہمیں پتہ
 پھر ڈراؤنگ کر دوں گا تو آئندہ ہمیں پک کرنے کا موقع
 ملاوے گا۔" مہربان نے گورنہ...
 عظیم نے بات اور مہربان نے پھر ڈراؤنگ اور مہربان کا نام

اس کی چالاک پ...
 "مہربان پوچھ رہے ہیں۔" عظیم نے اسے کرپل مہربان
 مہربان
 "مجھے پھر میں مہربان پہلے سامنے دیکھنا ہے۔" مہربان
 نے اسے ٹوکا۔
 "میرا دھیان تو پتہ نہیں کس کس طرف ہے؟"
 عظیم نے کس اکھبوں سے مہربان دیکھا تھا وہ چوہا جھانکی
 تھی مہربان کی والدہ نظر میں اسے اکثر نظریں جھٹکا ہے
 مجبور کر رہی تھیں۔
 "لوہ آپ بھی کمال کے ہیں، میرے گھر سے بھی
 آگے جا رہے ہیں، بیک لگائے جناب۔" مہربان
 اسے ٹوکا۔ عظیم نے چوک کر اسے دیکھا۔
 "شاہنگ میں نہیں اپنے گھر لے کر جا رہا تھا۔"
 عظیم کے انداز میں مہربان نے فری تھی۔
 "ابھی وقت نہیں آیا آپ کے گھر جانے کا۔"
 مہربان بھی اس کے سے انداز میں عظیم سا جواب دیتی
 گاڑی سے اتر گئی تھی لیکن جیسے ہی وہ گیٹ تک پہنچی
 عظیم کو کچھ یاد آیا۔
 "مہربان کو؟" اس نے تواتری اور تیزی سے دو واٹر
 کھول کر اپنے آتر پہنچلی بیٹ سے ایک اٹھا دیا اور اس
 کے قریب جا پہنچا۔
 "یہ تمہارے لیے۔" اس نے بیگ اس کی
 طرف بڑھایا۔
 "جب مری گیا تھا تو تمہارا بے لگے لے آیا تھا۔"
 "تمہیں کس؟" وہ آہستہ سے بولی۔
 "اب ابھی جا رہا ہے اپنے گھر کی کوالتوں تلے
 کھڑے ہو چکے جو؟" مہربان نے بار بار پتہ رکھتے
 ہوئے اپنے گھر کے گھر۔
 عظیم کی آنکھیں کھلتے ہوئے خدا حافظ کہہ کر بیٹ گیا
 تھا۔

مہربان کے چٹکی اس کے ہاتھ بھر رہے ہیں۔
 مہربان نے اسے دھکیلتے کہا۔
 "تمہارے لیے؟" وہ مسکرایا۔
 "میرا دھیان تو پتہ نہیں کس کس طرف ہے؟"
 عظیم نے کس اکھبوں سے مہربان دیکھا تھا وہ چوہا جھانکی
 تھی مہربان کی والدہ نظر میں اسے اکثر نظریں جھٹکا ہے
 مجبور کر رہی تھیں۔
 "لوہ آپ بھی کمال کے ہیں، میرے گھر سے بھی
 آگے جا رہے ہیں، بیک لگائے جناب۔" مہربان
 اسے ٹوکا۔ عظیم نے چوک کر اسے دیکھا۔
 "شاہنگ میں نہیں اپنے گھر لے کر جا رہا تھا۔"
 عظیم کے انداز میں مہربان نے فری تھی۔
 "ابھی وقت نہیں آیا آپ کے گھر جانے کا۔"
 مہربان بھی اس کے سے انداز میں عظیم سا جواب دیتی
 گاڑی سے اتر گئی تھی لیکن جیسے ہی وہ گیٹ تک پہنچی
 عظیم کو کچھ یاد آیا۔
 "مہربان کو؟" اس نے تواتری اور تیزی سے دو واٹر
 کھول کر اپنے آتر پہنچلی بیٹ سے ایک اٹھا دیا اور اس
 کے قریب جا پہنچا۔
 "یہ تمہارے لیے۔" اس نے بیگ اس کی
 طرف بڑھایا۔
 "جب مری گیا تھا تو تمہارا بے لگے لے آیا تھا۔"
 "تمہیں کس؟" وہ آہستہ سے بولی۔
 "اب ابھی جا رہا ہے اپنے گھر کی کوالتوں تلے
 کھڑے ہو چکے جو؟" مہربان نے بار بار پتہ رکھتے
 ہوئے اپنے گھر کے گھر۔
 عظیم کی آنکھیں کھلتے ہوئے خدا حافظ کہہ کر بیٹ گیا
 تھا۔

مہربان کے چٹکی اس کے ہاتھ بھر رہے ہیں۔
 مہربان نے اسے دھکیلتے کہا۔
 "تمہارے لیے؟" وہ مسکرایا۔
 "میرا دھیان تو پتہ نہیں کس کس طرف ہے؟"
 عظیم نے کس اکھبوں سے مہربان دیکھا تھا وہ چوہا جھانکی
 تھی مہربان کی والدہ نظر میں اسے اکثر نظریں جھٹکا ہے
 مجبور کر رہی تھیں۔
 "لوہ آپ بھی کمال کے ہیں، میرے گھر سے بھی
 آگے جا رہے ہیں، بیک لگائے جناب۔" مہربان
 اسے ٹوکا۔ عظیم نے چوک کر اسے دیکھا۔
 "شاہنگ میں نہیں اپنے گھر لے کر جا رہا تھا۔"
 عظیم کے انداز میں مہربان نے فری تھی۔
 "ابھی وقت نہیں آیا آپ کے گھر جانے کا۔"
 مہربان بھی اس کے سے انداز میں عظیم سا جواب دیتی
 گاڑی سے اتر گئی تھی لیکن جیسے ہی وہ گیٹ تک پہنچی
 عظیم کو کچھ یاد آیا۔
 "مہربان کو؟" اس نے تواتری اور تیزی سے دو واٹر
 کھول کر اپنے آتر پہنچلی بیٹ سے ایک اٹھا دیا اور اس
 کے قریب جا پہنچا۔
 "یہ تمہارے لیے۔" اس نے بیگ اس کی
 طرف بڑھایا۔
 "جب مری گیا تھا تو تمہارا بے لگے لے آیا تھا۔"
 "تمہیں کس؟" وہ آہستہ سے بولی۔
 "اب ابھی جا رہا ہے اپنے گھر کی کوالتوں تلے
 کھڑے ہو چکے جو؟" مہربان نے بار بار پتہ رکھتے
 ہوئے اپنے گھر کے گھر۔
 عظیم کی آنکھیں کھلتے ہوئے خدا حافظ کہہ کر بیٹ گیا
 تھا۔

We at PakSociety.com giving you the facility to download urdu novels,Imran series,Monthly digests with direct links and resumeable direct link along with the facility to read online on different fast servers

If site is not opening .or you find any issue in using site send your complaint at

admin@paksociety.com

or

send message at

0336-5557121

"مجھے بھی جانتا ہے مجھے پک کر لانا۔" اس نے پھر
 سرخ میں جلتا ہوا جانتا ہے۔
 "علاج مشکل ہے تو نہیں۔" وہ فتنی انداز میں
 بولا۔
 "ہاں مگر طبیعت کوئی اور بننا چاہتا ہے۔" عمر نے
 دھڑکتے سے کہا تھا لیکن معظّم کا پاؤں بیکدم بریکسپ جا
 پڑا گاڑی کے ٹائری میں چرخ اٹے تھے۔
 "کوئی اور؟" اس کے لیے اور انداز سے پریشانی
 جھلک رہی تھی۔
 "میرے لیے ایک ہی رونا تھا۔" اس نے
 "میرے رونا؟" لیکن کیوں؟ معظّم کی رگت ہی بدل
 گئی تھی۔
 "میرے رونا کیوں آتے ہیں؟"
 "وہ تو ٹھیک ہے لیکن میرے ہونٹوں تو آٹل رہ گئے۔"
 "یہ بات ہمارے ہاں پایپ تو نہیں جانتے ہیں؟" عمر
 نے اسے حقیقت سے آگاہ کیا۔
 "کس پائپ رونا ہے؟"
 "میرے پائپ کا اسٹوڈنٹ ہے جنہاں درانی۔"
 "اسٹوڈنٹ؟" اس نے ہمیں کیس دینا۔
 "ہاں ایک بار پائپ سے ملنے لگا تھا گاڑی میں
 میں بھی کہ آپ ہوں گے میں نے کوٹ کھلی ہو۔"
 "ڈیشن انفل کس کہتے ہیں؟"
 "وہ تو کافی خوش ہیں جنہاں درانی کی بیٹی ان کو بند
 ہے۔"
 "تو پھر ہمارا کس ہو گا؟"
 "میں تو چاہتا ہوں۔"
 "تم لیکن حوصلہ دو میں علی سوچ رہی ہیں؟"
 "آپ کو چاہیے کہ آپ مجھے حوصلہ دیں نہ کہ میں
 آپ کو حوصلہ دلاؤں۔" عمر نے فٹنی سے کہا تھا۔
 "لو کہ کیا یہ کون سا مشکل کام ہے لاؤ اور ہارنا ہاتھ دو
 میں تمہیں حوصلہ دوں۔" اس نے میرے ہاتھ کی
 طرف ہاتھ پھیرا لیکن اس نے اپنے ہاتھ پیچھے
 لیے تھے۔
 "آپ ہوش میں تو ہیں؟"
 "مجھے بھی جانتا ہے مجھے پک کر لانا۔" اس نے پھر
 "آپ کی کرم لادوی کس لیے؟"
 "نہیں مگر وہ عیب ہے ملنے کو دل چاہتا تھا۔" اس
 نے اسے بتا دیا۔
 "میرا بھی کسی سے ملے کو دل چاہتا تھا۔" لب کی
 بار معظّم نے لکھ کر بھیج دیا تھا۔
 "کس سے؟" عمر نے بھی بے ممانعت سے سچ کر دیا۔
 "اپنی بیوی بھی کی تھی۔"
 "پھر بھی کی تھی؟"
 "ہاں یار! مگر وہ بھی کی تھی ہی تو ہے۔" معظّم
 نے حسیب بے باقی کر لیا تھا مگر۔ چاہے ہوئے بھی
 نہیں پڑی تھی۔
 "آپ کہاں کھڑی ہو؟" اس کا ایک اور سیج
 کیا۔
 "کسی خیال میں ملتی کی تھی۔"
 "خیال میں چلائی تو خواب ہو جاؤ گی۔"
 "پھر اس خواب کو کوئی پورا بھی تو کرے گا؟"
 "کوئی کون؟" وہ پوچھ رہا تھا۔
 "میں تو کہہ رہی ہوں۔"
 "آپ کون کیوں؟"
 "میں سچ میں نہیں بتا سکتی۔"
 "لو کہ میں تھوڑی سی میں آ رہی ہوں۔" اس نے
 معظّم پر ہر کے سیل ایک سائڈ میں رکھ دیا تھا۔
 "تھوڑی دیر بعد گیت پہ معظّم کی گاڑی کا مخصوص
 باران نکل دیا۔"
 "اچھی اچھی غلام کی طرف جا رہی ہوں۔" وہ اسی کو بتا
 کر نکل آئی تھی معظّم گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولنے انتظار
 میں کھڑا تھا۔
 "چند سیکنڈ پر تو نئی خاموشی کی اندر ہو گئے پھر کئی دیر بعد
 اس نے کروٹ موڑ کر میری سمت دیکھا تھا۔"
 "کیسی ہیں آپ؟"
 "ٹھیک ہیں۔"
 "لو کہ تو نہیں رہا۔"

اور جو تم نے دس سواکھ شروع کر رکھا ہے وہ سواہی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔
 "وہ تو اس لداوے کو جانتا تھا۔"
 "یہ بھی؟" جانے گا تو پھر شادی کب کرے گی؟
 "چار سال بعد۔"
 "خوبصورت چار سال میں کیا سے کیا ہو جاتا ہے؟
 میں کسی کی بھی کو چار سال کے لیے بادل کے نہیں
 رکھنا چاہتا جب تم قاضی ہو جاؤ گے، انہیں تو کے توچہ
 سارے معاملات طے کر گئے۔"
 "سنگی میں کیا حق ہے؟" معتمد کو اعتراض ہوا۔
 "تم اگر میرے شادی کرنا چاہتے ہو تو تمہاری شادی
 میرے ہی ہو کر جب تک تم واپس نہ آؤ گے میں صبر کی
 کہیں شادی نہیں ہونے دلاں گا اور اگر تمہارے بھائی
 قدم ڈال گئے تو پھر مر کر بھول جانا۔" معتمد جلاہٹے
 کو برا معطل طے کیا۔
 "یعنی میری لائٹ ہو گی؟" معتمد نے تھیں پکا
 کرنا چاہا۔
 "بھلا کس نے؟" انہوں نے اسے تھیں دلا یا۔
 "تیرے بھائی انکل سے بات کریں گے؟"
 "یہ لب میرا مسئلہ ہے تمہارا نہیں، میرا کام کوئی
 پر ہونے نہیں آتے گا اس تم لب کو شش کرو کہ تم نے
 اپنا گھر پر ہٹا ہے اور کامیابی حاصل کر لی ہے۔"
 انہوں نے اسے تسلی دی تھی اور معتمد کے چہرے
 پہ اطمینان بھری مسکراہٹ بھر گئی تھی۔
 "تھیک یو پیو اٹھینک یو سوچو۔" وہ بے ساختہ
 ان سے پتہ گیا۔
 اور معتمد جلاہٹے کی اس قدر خوشی پہ خود بھی مسکرا
 لیا۔

"معتمد انگلیٹہ جا رہا ہے؟" میراں بیگم حیرت سے کہتی تھیں۔
 "جی آج اس کا ویزا اوکے ہو گیا ہے۔" مسکرا کر ان شاء اللہ ٹھیک چار سال بعد واپس آجائوں گا چار سال

رہی تھی۔
 "میں نے پیسے تو کڑ نہیں کیے؟"
 "میں روچتا تھا کہ سب کو سزا دے گا۔"
 "تھیں جی؟" انہوں نے بھی گور کھا۔ معتمد جلاہٹے
 میراں بیگم اور وینکٹا صاحبہ سے میراں اور معتمد کے رشتہ کی
 بات کر چکے تھے۔ معتمد ان کا دیکھا بھلا کھڑا مینا تھا
 انہیں بھلا گیا اعتراض ہو سکتا تھا تو انہوں نے باہمی بھر
 دی تھی لیکن یہ بات انہیں کن تینوں میں ہی تھی انکے
 منہ اور شادی کی ریس میں معتمد کی واپسی تک لٹری کر
 دی تھیں۔ مگر ان کے مقدمہ جلاہٹے اس کے اٹھاری
 ویزے کا ذکر کیا تھا ان سے لیکن اتنی جلدی اس کی
 تیاری بھی ہو جائے گی میراں بیگم کو اندازہ نہیں تھا۔
 "مجھے تو اس نے اسی روز بتا دیا تھا اس روز ویزے
 کے لیے اپنی کیا تھا۔" مسر کے کتبے میں محبت کاغذ
 بول رہا تھا۔
 "تم خوش ہو اس کے جانے؟"
 "کیوں نہیں؟ یہ اس کی کامیابی کا پہلا قدم ہے اور
 مجھے خوشی تو ہو گی۔"
 "تھیں دو نہیں لگتا میرا؟"
 "کس بات سے؟"
 "معتمد کے بدل جانے سے؟" میراں بیگم نے پوچھا۔
 "خدا ظاہر کیا۔"
 "وہ آپ کو ایسا لگتا ہے؟" مسر کو لب کے خدشے
 حیرت ہوئی تھی۔
 "وہ ایسا نہیں ہے۔ لیکن سو گویا نے وہ نہیں
 تھی وہ دھڑکن کی وجہ سے اور رنگ انہوں کو اپنے رنگ
 میں رنگ لے لیتے ہیں۔" تھیں چند صبر سے پتہ چلا۔
 "یہ آپ نے بھلا نہیں؟" معتمد نے بھروسہ نہیں
 وہ گزروں کو دوا دے نہیں ہے۔" مسر نے اپنی لب کو تسلی دی

اور معتمد اپنے گھر میں اپنی ماں کو قہقہاں دے رہا تھا۔
 "مما پیرا آپ کیوں اتنی پریشان ہو رہی ہیں؟ میں
 جی آج اس کا ویزا اوکے ہو گیا ہے۔" مسر مسکرا کر ان شاء اللہ ٹھیک چار سال بعد واپس آجائوں گا چار سال

گزرنے کا۔ بھی نہیں چلے گا۔ اس نے اس کے
 ہاتھ قائم رکھتے تھے لیکن شہل بیگم متذبذب تھیں۔
 "میں نے ان کو ان کے لیے نہیں کیا۔" تھیں نے کہے
 میوڈک کن ہی تھی جب ملے وہ ان کو ان کے اندر
 داخل ہوئی تھیں۔ سو مو نے چونک کر اس کی سمت
 دیکھا تھا۔
 "آج کل تم ہر وقت گھر پہ رہتے ہو؟" تھیں نے پوچھا۔
 "جی ہاں۔" انہوں نے فکر مند سی بات کی۔
 "جی جی نہیں ہے۔"
 "کچھ خبر بھی ہے؟" انہوں نے سواہی نظروں سے
 دیکھا۔
 "کیسی خبر؟" سو مو نے ناگہی سے پوچھا۔
 "معتمد انگلیٹہ جا رہا ہے۔"
 "واٹ؟" وہ عیدم ناچل کر کھڑی ہو گئی تھی۔
 "معتمد انگلیٹہ جا رہا ہے؟" مسر کے لب کو اس نے
 چاہا۔ "سو مو کی آواز حیرت اور بے یقینی سے عجیب سی
 ہو گئی تھی۔
 "تمہارا دوست ہے اور تھیں چٹائی نہیں؟" ملکہ
 کو بھی تعجب ہوا تھا۔
 "میں اسے ویزا سے اس کی طرف مٹی ہی نہیں۔"
 "تو ایسا وہ کیسے؟" تھیں نے پوچھا۔
 "آج تھا ابھی کل شام کو ہی تو تھا لیکن اس نے تو
 کچھ بھی نہیں بتایا؟" سو مو سوچ کر ہی پاگل ہوئے لگی
 تھی کہ معتمد اس سے دور جا رہا ہے۔
 "بھلا تو ابھی مقدمہ چلانی ہے یا اس کا ویزا اور
 گت اوکے ہوئے ہیں؟" وہ پوچھ رہی جا رہا ہے۔
 "ملکہ کی مزید اظہار۔" سو مو کا طبع بند ہوئے لگا تھا۔
 "آسوؤں کا پھندا اٹھانے میں لے چل پکن کر رہا ہوں
 چکی تھی۔

"میں پوچھتی ہوں اس سے؟" اس نے چھپا کر کہا۔
 "کسی کوئی بیڑمیاں اتر گئی تھی۔"
 "سو مو! ملکہ نے پیچھے سے آواز دی تھی سو مو سن

کر بھی تھیں وہی تھی لیکن معتمد کے گیت تک جا کر
 اس کے پیچھے قدم سے ڈھنگے چڑھ کر اس کے لیے
 دروازہ کھل کر دیکھا کہ وہ دروازے کے بجائے بائیں مڑ
 گئی تھی۔ اس کے قدم پھر اپنے گھر کی سمت اٹھ رہے تھے۔
 "کی تھی؟"
 "کیا دوا؟" ملکہ حلق سانس ہی میڑھیوں پہ کھڑی
 تھیں۔
 "کیا دوا اگر اس نے نہیں دیا؟" میں اتنی ابدارہ
 داری ملنے کی کیا ضرورت ہے؟" سو مو انستہزائیہ بولی
 تھی۔
 "تم اپنا دل کیوں چھو کر رہی ہو؟" سب کی اپنی اپنی
 لائق ہے۔ کوئی بھی اپنی لائق میں اعتراض کرنا پسند
 نہیں کرتا۔" انہوں نے اسے سمجھایا۔
 "مگر ہم اپنی ہی بات؟" سو مو کی آواز پھر اپنی
 تھی۔
 "ملکہ اتنی نے چونک کر مٹی کی طرف دیکھا۔ انہیں
 ایک لمحے کے لیے شک گزرا اگر سارے سو مو تھیں ملکہ
 کھڑی ہو۔
 "وہ جا رہا ہے تو تم اپنی لو اس کیوں ہو رہی ہو؟" اس
 کے لیے میں تھیں کی ہی تھی اتنی تھی۔
 "آئی ایم سوری سو مو! اس کے عقب سے معتمد
 کی بھی تھیں سی آواز سنائی دی تھی۔ وہ دونوں مل بیٹی
 چونک گئیں۔ معتمد بھانے کب وہاں آ رہا تھا۔
 "آئی ایم سوری۔" میراں بیگم تھا کہ سب کو سر براہ
 وہاں گاؤ سب کو خوش ہوئی لیکن سب کی آنکھوں میں
 آنسو ہیں۔ میں تو سب کی مسکراہٹ اور خوشی دیکھنا
 چاہتا تھا۔" معتمد انہوں سے بولا۔
 "تم نے یہ سوچ بھی کیسے کیا کہ تم ہیں جو وڈ کر
 اتنی دور چلے جاؤ گے؟" سو مو بے ساختہ بول پڑی
 تھی۔
 "تو کچھ عرصہ کی بات ہے یعنی صرف چار سال گئیں
 گے۔" معتمد نے اسے کدھل سے قہم لیا تھا۔
 "چار سال کا چھڑا؟" صرف نہیں ہوا معتمد۔"

"تم کیوں مجھے گنوارہ گروہی ہو؟ ہر کوئی کہتا ہے اس نے اتنا غم کھا رہا ہے مجھے اتنی صحت بد حال ہے" اس نے مثال دی۔

"میرا دل میرے دل جیسا بڑا نہیں ہے۔"

"اقتل تم سب کیوں میری حواشی کو نہیں سمجھ رہے گھر میں ہی رہو رہی ہیں میرے لیے اور لڑائیوں میں نہیں تم دیر ساری ہو۔ اور۔۔۔" وہ کہتے کہتے رگ گیا۔

"اور؟" مومو نے دہرایا۔

"اور میں خود بھی ذلیل مایوس ہو گیا ہوں۔"

"اے جانا۔" وہ فوراً بھولی گئی۔

"میرا کوئی ہے، چلے جاؤ۔"

"میرا؟" مومو کو اچھا لگا۔

"ہاں، وہ میری کاسیالی اور میری خوشی میں خوش ہے۔"

"اور تم نے وہاں سونا پکارا کھا ہے۔"

"میں سول تعلق ہوں اور وہ ہر وقت بہت فرق ہے ہمارے جذبات اور احساسات میں، یہ سہہ سکتی ہے لیکن میں نہیں۔۔۔" اس نے قہقہے میں سہرایا۔

"تو آتا ہے اسی اور میری مجھ سے لیا وہ پیار کرتی ہو تو وہ کر کر کر رہا ہے۔"

"تمہیں اگر ہمارے پیار کا اندازہ ہو جائے تو تم بھی بھی جدا ہونے کا نہ سوچو۔"

"نیک آئی فیک کہتی ہیں تم واقعی اتنی بڑی ہو کر بھی بچی ہی ہو۔" اس نے مومو کے سر پر چپٹ لگائی اور مومو اس کے لیے انہیں جھجک گئی تھی۔

"میں بچی نہیں رہی اب بڑی ہو گئی ہوں۔" اس نے اطمینان سے کہا تھا۔

"اچھا مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ تم بڑی ہو گئی ہو؟"

مطمئن نے اسے شرارت سے چھیڑا تھا اور مومو نہ چہرے ہوئے بھی بڑی تھی۔

مقدم چہ اور میراں جیم کی ساری فلی منظم کو لبر پورٹ ہی آف کرنے گئے تھے ہمارے ملک کہ ملک

تعلق بھی۔ لیکن صرف ایک سو سو تھی جس میں ایک حوصلہ نہیں تھا کہ معتمد کو چارہ ہوتے دیکھ سکتی اس نے پہلے ہی لبر پورٹ چلنے سے انکار کر دیا تھا۔ صبح ہاتھ منظم کے ساتھ ہی کیا تھا لیکن وہ اسے آکر اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی سب معتمد کی روانگی کا وقت ہوا تو وہ اس سے ملنے اس کے گھر بھی گیا تھا لیکن اس نے وہاں نہ کر لیا تھا۔

"میں برداشت نہیں کر سکیں گی معتمد! تم چلے جاؤ۔" وہ اندر دوڑانے سے کئی گھنٹی تھی اور وہاں کے گیارہواں تھا۔

"سو سو اب کب سے گھر ہے اس سے مل لو۔" ملک نے اوپر کہتے ہوئے کہا۔

"سو سو اب میں نہیں مل سکتی۔" اس نے انکار کر دیا اور پھر معتمد کو مجبوراً ملے بغیر ہی خدا حافظ کہنا پڑا۔ مومو اس کے قدموں کی آہستہ دور ہوئی محسوس کرتے ہوئے بڑی گئی۔

تم میری زندگی ہو یہ کچھ ہے

فدائی کا کمر بھروسہ کیا؟

معتمد نے انگلیں جاکر غائب کیا تو اس نے سر سے ملے جانے والا مسج مومو کا پیٹھ پر مسج زندہ کے مسکراؤ تھا اس نے شور مچا ہاتھ کیا اور چوڑے کے لیے موبائل لے کر بیٹھا تھا کہ مومو اس کے جواب کا انتظار کر رہی ہوگی اسی لیے مسج بھج کر گئے۔

ہم کو حقیر نہ کہیں ہمیں ہوتی کہ ہم کسی کی حیات ہوتے ہیں۔"

معتمد نے شعر کا جواب شعر سے دیا تھا اور پھر نیل پر رکھی ورنہ شہ تصویر اٹھا کر دیکھنے لگا اور مومو کی تصویر اس نے بنائی تھی اس تصویر میں وہ دونوں مسکرا رہی تھیں۔ ان کے چہرے بہت فریش لگ رہے تھے۔ ہر غم کی ہر دکھ سے آزاد چہرے۔ ان کی تصویر دیکھتے ہوئے معتمد کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

اور مجھے یہ پتہ اس کا میرے ہات کرسنہ کو دل چاہتا تھا اس کے موبائل اٹھ کر موبائل پر کمرہ۔۔۔ مل گئی تھی۔

"میں نے اسے ملایا ہے۔"

"میں فیک ہوں۔"

"میں فیک ہوں۔"

"میں فیک ہوں۔"

"میں فیک ہوں۔"

"میں فیک ہوں۔"

"میں فیک ہوں۔"

"میں فیک ہوں۔"

"میں فیک ہوں۔"

"میں فیک ہوں۔"

"میں فیک ہوں۔"

"میں فیک ہوں۔"

"میں فیک ہوں۔"

"میں فیک ہوں۔"

"میں فیک ہوں۔"

"میں فیک ہوں۔"

"میں فیک ہوں۔"

"میں فیک ہوں۔"

"میں فیک ہوں۔"

"میں فیک ہوں۔"

"میں فیک ہوں۔"

میں اس کے بعد پتہ چلا کہ وہ وہاں ایک ایسی لڑکی کے ذریعے اس لڑکی کے ساتھ شادی تو میرا۔۔۔ یہ کیا ہی ہو سکتی تھی؟ اب وہ لڑکی کی ہلاکت میں چند اس نے اقل جرم بھی کر لیا ہے اور اس وقت وہ اپنی بہن کی موت پر لٹک کر رہا ہے۔ اسے اب احساس ہو رہا ہے کہ اس نے جنون اور بیوقوفی میں آکر اپنی بہن کی جان لی لی ہے۔ وہ مرزا کی طب کار ہے۔ "تمہارے اسے چوری کیسلی جی ڈالو۔"

"الف یار! میرا کیا فرسٹاؤ لی ہے؟" اسے انہوں نے بھی ہوا اور اس لڑکی پر غصہ بھی کیا تھا۔

پھر کچھ دیر اور باتیں کرنے کے بعد اس نے فیل ہند کر دیا تھا۔ میرے ہات کرتے کار وہ اس نے رات پہ ملتی کر دیا تھا۔

سہ سال یعنی سات سو تیس سال

لیکن سول تعلق سات سو تیس دن، چودہ سو ساٹھ دن، تین دن اتنے لیے، میں نے طویل اور سال اتنی صدیوں کا دلہن دھار میں کے یہ کب سوچا تھا اس نے؟ اس نے تو سوچا تھا کہ محبت کو کنارہ بھی مل ہی جائے گا۔ معتمد کوں سا غیر تھا۔ جب چاہتی اطاعت کرتی۔ وہ پہلے بھی اس کا اپنا تھا وہ اب بھی اس کا اپنا تھا۔ شکر تھا کہ اس کے دل نے اسے کسی اور جگہ خواہ نہیں کیا تھا۔ اس گھر کی بہت گھر میں رہ گئی تھی اور وہ اسی میں خوش تھی اور اسی خوشی میں جیسے تیسے ہی سہی اس نے وہ سال گزار لیے تھے۔

سہ سال تو مراد معتمد نے بھی گزارے تھے۔ اس نے مستقبل کے خواب دیکھتے ہوئے خوشگوار اور خوش آنکھ خیالوں کے ہمارے معتمد نے اگر طریت قدم نہ کر دیتا تو اس کا تو صرف میری محبت کے سوا کچھ اپنی اپنی جگہ انتظار تینوں کو ہی تھا چار سال کے گزرنے کا۔

"تم جہ سال ہو گئے ہیں معتمد کو انگلیں گئے"

اس کے استہلال کے چہرے پر بال نہیں بڑھتے

Parley

پارلی

پارلی

پارلی

پارلی

پارلی

پارلی

پارلی

NOTES CHEMICAL COMPANY

پارلی

پارلی

پارلی

پارلی

پارلی

ہوئے۔ "مومنو نے پانڈے سے منہ مار کرست پھوڑا کے
ہند سے سرکل جٹا کر نشانہ ٹکا دیا تھا۔
"یاد تھا کہیں؟" سر نے کرول موڈ لہر لہر کے
پاس کھڑی کیلنڈر کو دیکھتی دوسو سے پوچھا۔
"کیوں؟ کیا تم بھول گئی ہو؟" مومنو نے مہر کو سوالیہ
نظروں سے دیکھ کر مہر نظر پر اٹھی تھی۔
"یہ کوئی بھولنے کی بات ہے؟" مہر کا لہجہ وہی تھا۔
"لہا ہو رہا ہے سوچی؟" ملکہ اتفاق اچانک ڈراٹنگ
دوم میں داخل ہوئی تھیں۔
"آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔" مومنوں کے قریب آ
گئی۔
"کوئی خاص بات؟"
"میں نے اور مہر نے شاپنگ کی ہے جانا تھا میں نے سوچا
تب آج میں تو پھر جاؤں گے۔"
"مہر؟" مہر نے ملکہ اتفاق نے چونک کر دیکھا۔
"اسلام ٹیکم آئی؟" مہر مومنوں سے اٹھ کر سامنے
آئی۔
"اچی آپ کو سلام کہہ رہی تھیں۔" مہر نے میرا
دیکھ کر سلام ملکہ اتفاق تک پہنچا۔
"اوپر ٹیکم اسلام؟" مہر تو گنگ باتیں کرو۔ "انہوں
نے سلام کا جواب دے کر انہیں بٹھنے کو کہا۔
مہر نے شرع سے یہ عسوس کیا تھا کہ میرا ٹیکم
ملکہ اتفاق سے بہت محبت کرتی ہیں لیکن ملکہ اتفاق
بیش لن کے ساتھ سرسری سا چہرہ آئی میں۔ ان
دونوں بھنوں میں کبھی بھنوں ہی بات نظر نہیں آتی تھی۔
باقی پر معافے اور ہر رشتے کے حوالے سے وہ بہت
کمزور اور اونگ تھیں لیکن میرا ٹیکم کے معافے
میں وہ خاص ملکہ اتفاق اور لاہوری کا مظاہرہ کرتی تھیں۔
"بٹھنے کو کہتے ہیں؟" ہم اب پتے ہیں۔ "مومنو
نے تمہاری میں سہلایا۔
"اوکے جیو، لیکن دھیان سے ڈراؤ ٹیکم اتفاق
سے کیا کرو۔" وہ اپنا ٹیکم کندھے سے اٹھ کر سامنے
دیکھتے ہوئے بولیں۔ مہر ان کو جھٹکا دیکھتی تھی

مٹاڑ کن نظر ہوتا ہے دیکھتی تھی۔ ان کی شخصیت
اتنی یاد آوار اور چارنگ تھی کہ سامنے والا حقیقتاً
مٹاڑ ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔
"وہ دونوں باہر نکل گئی تھیں پھر وہ ملنے ہوئے تھے
جب مومنو کو ڈراؤ ٹیکم کی اجازت ملی تھی۔ اور وہ
اس چیز کو کھن کر انہوئے کر رہی تھی۔ قیاسی نے مہر
کو شینگ پہ چلنے کی آفر کی تھی اور مہر اسے ملے
ملکی۔
"مہر کا فون آیا تساری طرف؟" مومنو نے گلاس
ہاتھ میں اٹھاتے ہوئے پوچھا۔
"تقریباً" روز آتا ہے۔" مومنو نے سرسری سا کہا۔
"ڈاچی کے لیے کیا کتاب ہے؟" وہ گاڑی میں روڈ پہ
دل چکی تھی۔
"ڈاچی دو سلی بھد۔"
"بھبھہ دکر آئے؟"
"جی ہاں بھلائی ملک ہے؟" مہر نے تھی۔
"میری تو از تو بھول ہی گیا ہو گا؟" مومنو نے دو سلی
ہوئے تھے مہر کو فون نہیں کیا تھا اور نہ ہی اس کا فون
شنا تھا اس مسجوز بہت کبھی تھی یا پھر شینگ تھی
کبھی وہ فارغ ہو تا تو جھٹ بوجائی تھی۔
"تمہارے مسجوز کو بہت انجوائے کرتا ہے
خصوصاً سچو ٹیڑی کو۔" مہر نے آگاہ کیا۔
"میری پوٹری کا جواب لاؤ پوٹری سے ہی رتا
ہے۔"
"جانا ہے بھگت۔" مہر نے سر ہلایا۔
"چھپا آگیا تھیں؟" وہ مومنو کو دیکھ گئی۔
"مہر کیا کتاب ہے؟" اس نے بہت جلدی کر دی۔
"کتابت ان دو سالوں میں مومنو لکھی ہوئی ہے؟" تھی ہو
گئی؟ "مومنو کبھی سے جاری تھی۔
"اسے کو مومنو اتنی بولی ہو سکتی ہے کہ تم پورے
کے پورے اس کے دل میں سما سکتے ہو سلا سوج کر خود
لی مٹاڑ تھی۔
"تمہ نے کیا کہا پھر؟"
"میں نے کہا کہ مومنو جیسی حسیہ تو ہمارے پورے

نہیں میں نے۔ "مومو" جیسی سے بتا رہی تھی۔

"جو اس نے کیا تھا؟"
"اے آپ مومو کو کچھ کہہ لیں۔ دل بھل گیا ہے۔ اس نے حرف بہ حرف بتایا اور مومو کا دل دھڑکنے لگا۔ جب کہ وہ سارے کچھ کو سن رہی تھی۔ وہ مومو سے بڑا بڑا ہوا۔"

"مومو بریک ڈاؤن۔" اس نے اسے متوجہ کیا تو وہ چونک کر ہوش میں آئی تھی۔ وہ شام تک مل سے آگے نکل آئی تھی۔ اس نے اپنے آپ کو جھٹکتے ہوئے بڑا بڑا ہوا اور وہ تو دل کا ڈی سے اتر رہی تھیں جب کسی ہوا۔ آواز بھٹک کر گئی۔

"اسلام کی تعلیم"۔ اس کی خوب صورت اور چمکدار فوٹو اس کی گاڑی کے پاس سے مل کے مل کے قریب آ گیا تھا۔

"وہ کچھ سلاہ"۔ آپ کی تعریف؟ "مومو گاڑی لاک کر کے سیدھی ہوئی تھی لیکن اس کی نظریں جیون سے اتر کر دیکھنے والی ہو چکی تھیں۔

"میری تعریف میں ہر شے گویا ہوئی۔" اس نے مری طرف اشارہ کیا۔

"مروٹاں؟" مومو نے حیرت سے مری طرف دیکھا۔ مراسے پہچان چکی تھی۔

"یہ۔" اس کے امنوڈرہ پکے ہیں جن میں وہ رہا ہے۔ مرنے پر تھک کر قتل کر دیا۔

"لو اچھا"۔ مومو نے اٹھتے ہوئے سر ہلایا۔

"آپ جابا"۔ ڈریس اور انڈر مینز پر اس کی نظر پڑی۔ اس کے ہونٹوں کی دال پہ آپ کی سچو دیکھی تھی۔

"جی"۔ مومو نے اٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"مومو ہمیں چنا چاہیے۔" "نہ کوئی سردار کھڑے ہوئے۔" مومو نے جواب دیا۔

"میری بات سنو"۔ "مومو" نے ہونٹوں سے بول۔

"کیسی بات؟" اسے جملہ درانی کی آواز سے

انہیں ہوتی۔

میرا پرانی آنکھ میں وہی سہمہ۔ اس نے مومو کو دیکھا۔ اس نے دیکھا۔ اس نے دیکھا۔

"کب کے اس سولہ ماہ اب میرے پاس آئے۔"

"لیکن میں آپ کے جواب کا منتظر ہوں۔"

"جواب کا انتظار قبول ہے۔" وہ حق سے بولتا۔

"یہ تو وقت جلتے جگ۔"

"مستر جیون درانی ہمارا راستہ پھر دیکھئے۔"

"آپ اپنی حد سے بڑھ رہے ہیں۔"

"شکر کریں کہ میں ملک سے باہر چلا گیا تھا۔ وہ دن پہلے آیا ہوں اگر وہاں کی فضا آپ کے گھر چاہوں لیکن آپ سے۔ میں ملاقات ہو گئی۔" اس نے جس انداز سے کہا وہ دونوں اندر سے سہم کی تھیں۔

"ڈونٹ وری"۔ آپ پریشان نہ ہوں میں فوراً کلاس ختم کر رہی ہوں۔ میرا معیار بہت اعلیٰ ہے۔ آپ اپنے آپ کو کون؟ کچھ کہیے میں کسی چیز سے بہتر کرنا چاہتا ہوں۔

"آپ میرے استاد کی بیٹی ہیں آپ کی عزت سزاوارتہ ہے۔" وہ نے شامک کیجے لیکن مجھے حوصلہ دیا۔

"میں نے راستے سے ہٹے ہوئے انہیں جانے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں تھیں تیز قدم اٹھتی آئیں۔

"مگر وہ دونوں اس حد تک پریشان ہو گئی تھیں کہ ان کا شامک سے دھیان ہٹ گیا تھا۔ اس نے ہونٹوں سے بولیں۔

مٹی تھیں۔

بارہ بجے تھے۔ چھ منٹ باقی تھے۔ مومو نے اپنا سوا کھانا ساتھ رکھ کر چلی گئی تھی۔ چار سالوں میں پہلی مرتبہ اس کا معظّم سے بات کرنے کو مل چکا تھا۔ آج بارہ بجے کے بعد اس یونیورسٹی کا پورے دن تھا اور مومو کا کارڈ تھا کہ

مومو معظّم کو دوش کرے گی لیکن پانچ منٹ سے کہ ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہے تھے۔ کڑی کی تک تک اس نے انہیں پہنچا کر شروع کر دی اور جیسے ہی کیا دیکھ کر

کھانے کے لیے جاگ رہی تھی۔ "ارے شرارت ہے ہوں۔"

"تمہارے بھائی نے ہمیں ایک نہیں کھلایا؟"

لہذا اس سے اس نے فوراً کہا۔ "مومو کل اٹھا لیا تھا۔ اپنے دل کی بات کہتی۔" مٹی دھڑک کر ایک سی جگہ گھبراہٹ اور غصہ اٹھ گیا۔

"کال لگائی تھی لیکن دنگ نہیں تھی۔" مومو نے طرف سے مری کی بڑی ہونٹوں میں دیکھی۔

اس نے ایک منٹ کے وقفے سے پھر رانی یا لیکن وہی بڑی ہونٹوں۔ "میری"۔ مری نے مومو کو بار بار دیکھا۔

مومو نے مری کی اس کی آنکھوں میں آنسو کے تھے۔

"ابھی یہ تھ۔" مومو نے مری کی آنکھوں میں دیکھا۔

مومو نے مری کی آنکھوں میں دیکھا۔

مومو نے مری کی آنکھوں میں دیکھا۔

مومو نے مری کی آنکھوں میں دیکھا۔

مومو نے مری کی آنکھوں میں دیکھا۔

مومو نے مری کی آنکھوں میں دیکھا۔

مومو نے مری کی آنکھوں میں دیکھا۔

مومو نے مری کی آنکھوں میں دیکھا۔

مومو نے مری کی آنکھوں میں دیکھا۔

مومو نے مری کی آنکھوں میں دیکھا۔

مومو نے مری کی آنکھوں میں دیکھا۔

مومو نے مری کی آنکھوں میں دیکھا۔

مومو نے مری کی آنکھوں میں دیکھا۔

میری نے پھر اس کا غبر وائل کی جگہ دیکھی۔ مومو نے دل کے ساتھ سر جھٹک دیا۔

"چلو ہمیں چھین ایک کھانا ہوں۔" اس نے مری کی طرف دیکھی۔

میری نے مری کی طرف دیکھی۔

میری نے مری کی طرف دیکھی۔

میری نے مری کی طرف دیکھی۔

میری نے مری کی طرف دیکھی۔

میری نے مری کی طرف دیکھی۔

میری نے مری کی طرف دیکھی۔

میری نے مری کی طرف دیکھی۔

میری نے مری کی طرف دیکھی۔

میری نے مری کی طرف دیکھی۔

میری نے مری کی طرف دیکھی۔

میری نے مری کی طرف دیکھی۔

میری نے مری کی طرف دیکھی۔

میری نے مری کی طرف دیکھی۔

میری نے مری کی طرف دیکھی۔

میری نے مری کی طرف دیکھی۔

"تعمیل تھی ہو مومو!"
 "نہیں جانتی ہوں اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم بھی بدل گئے ہو۔"

"ہاں یا وقت بھی تو بدل گیا ہے چار سال واقعی "حرف" نہیں ہوتے۔" معظم نے ترن مومو کی بات سے اتفاق کیا تھا۔

"کب آ رہے ہو؟"

"ہاں چند دنوں تک۔"

"ٹھیک ہے پھر چند دنوں تک پات ہوگی۔ لکھنا۔"

پھر مومو تکیے پر سر رکھ کے لیٹ گئی تھی لیکن سواٹل ابھی بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ چند سیکنڈ دیکھتی رہی پھر ٹاپ کرنے لگی۔

میری وحشتوں کو بھانپ رہے تھے انہوں نے خدا بے میرے دل پر ہاتھ رکھ دیا۔ میری آنکھوں کو ترن اور میڈل آئینہ میں جا کر اس نے معظم کے غم سے صبح سیتھ کرنا تھا اور خود آنکھیں موندی تھیں۔

چار سال اور پچیس دن۔

یعنی پورے سو پچاس سال بعد معظم ملہ اپنی گلیالی کی ڈکری لے کر آئسٹن پہنچا تھا اور ترن بھی اسے ایر پورٹ سے ویمنو کرنے سب ہی گئے تھے سوائے مومو کے۔ بقول اس کے وہ خود بہ اختیار نہیں رکھ سکتی تھی۔ معظم کی واپسی کی اسے آتی خوشی تھی کہ خوشی کے بارے میں داخل بند ہونے کا حدش تھا۔ سب کو بھیج کر اپنے گھر آئی شاد لیا اور تیار ہو کر اپنے کپ کو آئینے میں دیکھا۔ معظم کو وہیں میں رکھ کے تیار ہوئی تھی۔ اسی لیے آئینہ دیکھ کر اٹھتا تھا۔ سمٹ گئی۔ سارے رنگ لڑکھل والے تھے اندازاً اسی طرح سے اٹھ رہا تھا۔

"چھوٹی لڑکی! معظم صاحب آگے چلے۔" ملازم کی کواڑ اس کے ہاتھ سے ریغوم کی خوشی بھوت گئی تھی جو ڈرنک ٹیک میں سے کاٹ کر پیچھے ہٹ کر چلی گئی۔

لیکن نوٹس سے بچ گئی تھی۔ مومو ایک کے دروازے کی سمت آئی۔

"مومو! آج میں اسی وقت وہ بھی اندر داخل ہوا تھا۔ وہ لوں کا تادم ہی طرح ہوا تھا۔ یہ معظم؟ مومو لوگوں کو کھڑا کر سنبھل مٹی اور معظم سنبھلے ہوئے بھی ٹوکر لایا۔

"مومو تم؟" سر ہٹا کر اسے بے یقین نظروں سے دیکھ رہا تھا اور مومو اس کی نظر کے لمس سے ہی سمٹ گئی تھی۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں؟" معظم نے اس کا ہاند ہلایا۔

"کوئی شک ہے تمہیں؟" معظم نے نظر اٹھا کر اس کو دیکھا مگر اس کے چہرے پر اس کی نظر غم نہیں سکتی تھی۔ وہ کتنا خوب صورت تھا۔ فریش اور صحت مند ہو گیا تھا۔ مومو بھی بھر کے دیکھ نہ پائی۔

"شک نہیں ہے شک لگا ہے مومو! وہی بھی ہو سکتی ہے؟" وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ خوش ہو رہے تھے۔

"نور تم اور گندا کنگ ہو گئے ہو۔" وہ کے بغیر نہیں سکتی۔

"جانتا ہوں۔" وہ غصہ رہا۔

"میرے ساتھ گھر چلو۔" معظم نے اشارہ کر دیا۔

"اے! اس کا ہاتھ بڑھتے ہوئے باہر آ گیا۔ اس کے چلتی ہوئی لیکن میرا ہاتھ آپ بھڑو۔" اس نے اس کی گرفت سے اپنا ہاتھ نکال دیا۔

"اب گھر چل کے اب بیٹوں کا نام بڑے عرصے سے انتظار میں ہو چکے۔ ہر بات کا حساب دینا ہو گا۔" معظم اس کی ایک بھی بات نہیں لے رہا تھا۔ اس نے اپنے گھر آ گیا تھا۔ مومو کی وجہ سے وہ اپنے گھر پہنچنے کے بجائے سیدھا اس کے گھر تو تھا اور جیسے ہی اسے لے کر واپس گیا۔ وہ بھی ہنس رہے تھے۔

ہر گھر بکڑ لیا تھا۔ "جی بڑی مشکل سے پلا کے لایا ہوں۔" معظم اس کے ساتھ لے موندے پہنچ گیا۔

"ملکہ ابھی نہیں آئی؟" معظم جگہ سے مومو سے پوچھ رہا تھا۔

"اس نے نام دیکھ کر کہا۔" تیسری راباداری سے ملکہ کتلی کی آواز سنائی دی تھی۔

"ملکہ آئی؟" معظم نے آگے بڑھ کے ان سے ملا تھا۔ ملکہ کتلی نے اس کی پیرائے پر ہوسہ دیا اور لہجہ سنا تھا۔ پس بارہو کسی سے اس طرح جلی تھیں۔ ان دن کا معاملہ تھا بھی صرف سلام دعا تک یا پیل پیلے تک ہو تھا۔

"کیسے ہوئی ہے؟" اس نے جی معظم کو توسیعی نظروں سے دیکھا تھا۔

"اللہ کا شرب آپ کیسی ہیں؟" وہ ان کے گرد باندھ بیٹھا تھا۔

"جی! میں اللہ مالکوم ہے۔" کہتے ہوئے اس کی نظر سٹائے ہوئے۔ یہ بھی میراں تکم کی سمت اٹھی تھی۔

جج کے برابر ہی ذرا سے ٹاٹلے۔ ذیشان امر بیٹھے ہوئے تھے۔ صوفے کے ایک کونے پر وہ تھے اور ایک کونے میراں بیٹھ! "آئیے بیٹھے ہیں۔" معظم نے انہیں اپنے ساتھ بیٹھنے کا کہا۔

"تھینک یو۔" وہ کہتے ہوئے اس کے ساتھ بیٹھ گئیں۔ مومو بھی وہیں بیٹھی ہوئی تھی۔

"میراں گزرا آٹھ ساری اسٹری کیسی رہی؟" "ایک دم قند شک۔"

"اب بے منہ میاں مشو؟" معظم نے چیخا۔ "تم میراں کا رو دیکھ سکتے ہو۔"

"اس ملک میں آگے ہو تو رکارڈ رکھانے کی کوشش مت کرنا بلکہ سفارش اور رشوت رکھانے کا بندوبست کرو۔" مومو کی دبی جلی کی باتیں تھیں۔

"میراں تکم نے بیٹے کو بڑا اتروم تو لینے دیا کرو۔" میراں تکم نے بیٹے کو بڑا لڑکی کی بھی گورڈیشن احمد اور مقدم جگہ اس پر بڑے تھے۔

"میں تو میراں شرب میراں آج کل دنیا میں احساس سے بے سرو ہو گئی ہے۔ مومو! احساس دل میں ہے۔ پھر رہا ہے۔" ذیشان امر نے محبت پاش کیجے میں کہتے ہوئے بیٹھ کی سمت دیکھا۔ میراں تکم مسکرائیں۔ اور ملکہ کتلی رخ موند گئی تھیں۔

"ملکہ آئی چائے؟" مرنے کپ ان کی طرف بڑھایا۔

"تو نہ بکس۔" انہوں نے انکار کر دیا تھا۔ "کیوں آئی؟" اسے مزے کی چائے ہے۔" معظم نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"میں ابھی لپچ کر کے سیدھی بیٹیں گئی ہوں۔ چائے کا مومو نہیں ہے۔" انہوں نے نفی میں کر دیں۔ بدلی اور مرنے مزید اسرار نہ کیا۔ مرنے ملکہ کتلی تقریباً دس منٹ پہلے بھی اور پھر کھڑی ہو گئی تھیں۔

"کہاں جا رہی ہو ملکہ! اتنی جلدی؟" مقدم جگہ فوراً ڈھانچاں احمد سے گفتگو کا سلسلہ رک کر کرتے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"مجھے آج فارم ہاؤس جانا تھا لیکن معظم کی وجہ سے تو ڈرائیو ہو گئی۔ سوچا پہلے اسے بیٹے سے مل لوں۔" وہ مسکراتے ہوئے معظم کے بال بکھر آکر لوٹیں۔

"لیکن ملکہ! کچھ دیر بیٹھو جی! اسے دونوں بعد سے ہیں۔" کہوں کا کیا ہے۔ کبھی قسمی نہیں ہوتے۔"

میراں تکم نے بھی انہیں رکھنے کا کہا۔ "لیکن میرے لیے میرے کام اہم ہیں۔" معظم نہیں کہوں گی تو مرنے ملکہ کتلی مدد پر ابلیے کی "ترن کل کے دور میں کوئی کسی کا ساتھ نہیں دینا دہل باب نہ بن جاتی تھ۔" وہ اولاد نہیں اگر کوئی چیز ساتھ دیتی ہے تو وہ انسان کی واقعی محنت ساتھ دیتی ہے۔ محنت بھوکا نہیں مرنے دیتی اور نہ ہی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتے دیتی ہے۔ محنت کرو نام ملکہ اور بیش کرو اور میں بھی کی جگہ کردی ہوں۔

انہوں نے بڑی تفصیل سے جواب دیا تھا اور پھر جاتے جاتے ایک بار پھر رک گئیں۔

"اور ہاں میں یہ ہوں اور میراں بیٹا بھی نہیں ہے۔"

میں نے اپنے لیے جو کچھ کرنا ہے کرنا ہے۔
 وہ کہہ کر ہمیں گھسی اور ان کے بچے میں غصہ کیا
 جانے والی محرومی میں رہ گئی۔ وہ سب ہی مجھ بھوکے
 لیے پیپ ہو گئے تھے۔ حری والی میں پیوٹی اور بیٹی کا
 ساتھ ساتھ وقت اور ملاقات تھے انہیں لاٹوک میاں داسا
 اور بیٹی بادیہ تھا۔ ان کی زندگی کا سلسلہ ان کی بیٹی بھی
 اور زندگی کا تعلق میں کی خوشیوں کا حصول۔

معتزم کو پاکستان آئے ہوئے ایک مہینہ ہو گیا تھا اور
 مومو نے محسوس کیا تھا کہ معتزم کافی حد تک پہلے گیا
 ہے۔ اس کی وہ شوٹی اور شرارتیں نکلی تھیں جو مٹی میں
 رہا پھیر جھاڑو اس مذاق کا لڑائی جھگڑا سب چار
 سال پہلے رہ گیا تھا۔ وہ اپنے کام میں مصروف رہتے
 لگا تھا اور مومو اسے سانس سے دل میں دلی باتیں دل
 میں دہانے نہ کرتی۔

وہ تو سوچتی تھی کہ معتزم آئے گا تو وہ اپنے دل میں
 بھرا ہوا ان کا عہدہ دل کھول کے نکالے گی کچھ اس کی
 سنے کی کچھ وہی سلسلے کی آگاہ کرے گی انکار کرے
 گی۔ لیکن یہاں یہاں تو کچھ بھی اس کی سوچوں
 کے مطابق نہیں تھا یہاں تو کچھ اور ہی ہو رہا تھا اور وہ
 ہیں "کچھ اور" سے بے کل اور بے چین پھر رہی
 تھی۔

وہ پورا دن اپنے گھر میں بولی بولی پھرتی چاہتوں
 کے پھول بیٹنے سے لگے تھے تو احساس ہو اٹھا کہ
 رچی کی آگ کو بے بھی جلائی ہے پائوں زمین پہ نہیں
 آگاہوں پہ پڑا ہے اور جگن ریت تک ہوئی ہے۔
 محبت کی غلب میں جذبات سفلتے ہیں دل سے نہیں
 لکڑی کی مانند دھواں اٹھا ہے اور انہیں کی پوری ہستی
 راکھ کا مزہ بنے لگتی ہے۔

نجانے کیا بات تھی کہ بہت دنوں سے جو کالوں
 خدشوں کی زد میں تھا ہر کوئی جب سادہ جملہ جانتا تھا۔
 اسے لگتا جیسے کچھ ہونے والا ہے اور یہی وہم اسے
 اشتعال و شرب کر رہا تھا وہ بے چین لگا کر گھر سے نکلتی

تھی۔
 "مومو! آگے بڑھنے کے لیے میری سہارا ہے اور وہی
 تھی اس نے چونک کر ان کے پاس کی سمت دیکھا۔
 "یارا حرا! ہمارے طرف مومو بہت اچھے ہیں ہمارے
 ہے میں نے پکڑے ہوئے ہیں چاہتے ہیں چاہتے ہیں ساتھ۔"
 اور یہ بلند گواہ میں تاری تھی۔ مومو نے سر اٹھا کر
 دیکھا۔ مومو واقعی اچھا ہو رہا تھا۔ بے حد ابر اکوہ انہیں
 ٹھنڈا مومو کے دل کی طرح ہے۔ وہ کہنے لگے کہ اس
 کران کے گیت کی طرف آئی جو کیدار نے گیت کہیں
 دیا۔ یہ سست قدموں سے چلتی ہوئی لوہاں کے پاس
 ٹیکر پہنچتی۔

"تو نے مومو! ابھی ہو چکا ہے معتزم اسے دیکھتے ہوئے
 سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔
 "تم نہیں جانتے کہ میں کیسی ہوں؟ تو وہ عجیب سے
 لپے میں کھتی کر سی گھسیٹ کر بیٹھ گئی تھی۔
 "میں جانتا ہوں تم بہت اچھی ہو۔" وہ مسکرتے

ہوئے۔
 "تم بھی اتنی ہی اچھے ہو۔" وہ اسے بھڑکاتے
 رہی تھی۔
 "نائل بھی نہیں۔"
 "تو بے لکڑیوں کے ساتھ بھی اچھے تو نہیں ہو۔"
 "میرے کے ہاتھ سے کپ تھمتے ہوئے وہ اسے

بولتی۔
 "تمہارے ساتھ ہمارا ہوا ہے۔" معتزم نے بھی
 سے بوجھ تھا۔
 "ابھی تو مجھے خود بھی نہیں پتا ہے۔"
 "ایک بات کہوں مومو؟" اس کے سوال پہ مومو
 نے چونک کر دیکھا۔

"تو جس جگہ پاکستان آیا ہوں میں نے ایک بہت
 ٹوٹ کی ہے۔" اس نے کرسی سے کھڑا ہو کر آگے بڑھتے
 ہوئے کہا جیسے مومو سے کوئی راز کی بات کرنا چاہتا
 ہوں۔
 "کیا؟ تو نظر رکھتے ہوئے بولی۔
 "میں کہ تمہاری آنکھیں بوجھل اور گلابی گلابی گئی

ہیں اور گلابی آنکھیں رونا کی طرح ہیں۔ یہی مثالی
 ہے۔ معتزم نے مومو سے حرا کے لیے مومو اور مومو
 اس کی طرف دیکھتے ہوئے مٹی تھی۔
 "تو روتے ہو؟" اس کی بات کی۔ یہی مثالی ہے اس کو ہم
 جتنا غصہ کرنا۔" معتزم کے اندر میں نہیں بڑھتا
 "تمہارے کیسے جانتے ہو؟"

"کہہ دو میں وہ اس دور سے گزار رہا ہوں۔"
 معتزم کی بات پہ مومو نے یہی طرح یہ غصہ کرتے
 دیکھا تھا۔
 "یعنی تم بھی محبت کر رہے ہو؟" مومو نے سوال کیا۔
 "کچھ مومو کے ساتھ۔"
 "اب تو محبت میں باہر ہو چکا ہے۔" وہ دل کھول کر
 بیٹھتے ہوئے مومو کی بات سن رہا تھا۔

"وہیے یاد ایک بات تھی؟" وہ خوش نصیب کو ان سے
 جس کی چاہ میں سول تھاں نے جی حرا طراز آنکھیں
 گلابی کر دیں۔ "وہی رازداری سے بوجھ رہا تھا۔
 آج وہ گھر سے نکلا اور رازداری میں اس لیے اس کے
 دل کی بات نہ کر سکا۔
 "پہلے تم مجھے بتاؤ کہ وہ کون ہے۔" اس نے حسیں
 محبت میں باہر کر دیا ہے۔"

مومو کو اپنی ہی آواز میں ہی گئی تھی۔ دل تھا کہ
 کسی بچے کی طرح سنا رہا تھا۔
 "بتاؤ اسے؟" وہ شرارت سے بولا۔
 "ہاں۔" معتزم نے بے مشکل لگا دیا تھا۔
 "کو؟" اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہو گیا اور وہ سے
 ہوئے دل کے ہر اہ اس کے ساتھ چل پڑی۔
 "وہ سب ساتھ لیے اپنے گھر میں آ گیا۔
 "میں یہاں رہا۔" اس نے مومو کو یہ بتا دیا۔
 "یہ کیا ہے؟" وہ لڑائی سے چھوٹی سی لڑائی
 ٹٹل کے لگا تھا۔

"میرا گناہ ہے۔"
 "تو انہیں نہیں بھوکے کی مناسبت سے دہا گیا۔"
 معتزم نے اس کے سامنے دیا کھول دی۔ اس میں
 انہیں خوب صورت لگو تھی۔ تھکا رہی تھی اور اتنی تھی

میں ذلیل اور لکھا تھا۔ اتنا کہ یہ مومو نے انہوں میں کہ
 پڑا ہے۔ یہی ہے لڑائی جھگڑا۔
 "تمہاری بات؟"
 "نائل! تمہاری بات؟"
 "مومو! تمہاری بات؟"
 "مومو! تمہاری بات؟"

"میں اس کی اور پیا ہر کے گھر لکھیے سب کی
 ڈکے لے کر گئے تھے ہیں یہ اکیلا ہے کہ وہ لوگ وہ
 تمہارے دل کی بات دے دیں گے پہلے ہی اشتعال میں آتا
 وقت گزار گیا ہے۔"
 معتزم جو کچھ کہہ رہا تھا۔ وہ مومو کے حوصلے سے
 زیادہ تھا۔ دل کی لاش اٹھا کر واپس آتا مشکل ترین
 مرحلہ تھا۔

یہ وہ مومو سے باہر نکلی تو حواس و حار بارش
 کو بھی بھال گئی تھی۔ چھاپوں چھلنے پر سانسوں ایک
 ہی پھیلاؤ میں اسے جھکو گیا تھا اور وہ اپنے من میں ہر
 کے قدم اٹھانے اور دل سے نکل آئی تھی۔ معتزم کی گھرت
 اسے لگے کہ تک جانا تھا۔

وہ گھٹے گھٹے انداز سے چلتی گھٹ سے نکل آئی۔
 بارش اتنی تیز تھی کہ وہ بے غورانہ اور بارش کی وجہ
 سے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہر طرف طوفان کا شور
 تھا اور وہ بوجھ سے قدموں سے چلتی لپے گھر میں
 داخل ہوئی تھی جو کیدار پھر سے لے کر گھٹے گھٹے آیا
 تھا اور پورا گیت دہا کر دیا تھا۔ "وہ اندر تو آگئی تھی لیکن
 مزید لگتے رہے تھی۔"

"چھوٹی لڑی! جو کیدار جی اچھا۔ مومو کھڑے قدم
 سے چورائے گئی تھی۔ وہ اندر کے درمیان
 نے ہوش پڑی تھی اور مومو نے دھار بارش میں رہی تھی۔
 جو کیدار فوراً "اندروں کا گناہ تھا" لگا تھا کہ یہی
 تھیں وہ بھی بھاگتی ہوئی باہر نکلتی اور مومو کو اس حال
 میں دیکھ کر سر ہلکا کر دیتی تھیں۔
 "مومو! انہوں نے اس کا سر اٹھا کر گود میں

دھکے
"یہ صلیب ان کو اچھوڑے نہیں۔" ملازم آگے
بڑھی لکڑی ملکہ اتفاق سے اندر لے جانے کے بجائے
ہسپتال لے گئی تھیں۔

اس کا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا تھا وہ ابھی تک
بے ہوش تھی اور وہ سبھی پریشان سے بیٹھتے ملکہ
اتفاق چپ چاپ لب بے بیٹھی تھیں سب کو انھیں
تھی کہ مومو کو آخر بروکھا ہے؟
"پیر آئی! آپ اپنی بی بی وہ ٹھیک ہو جائے گی؟"
مروارہ اسی نے ملکہ کو پانی پلانا چاہا وہ کب سے
پانی ہوئی کسی بھی نہیں۔

"اپنی اہل کی وہ ٹھیک ہو جائے۔" شہرول نے انکار
کر دیا۔
"اب شام ملکہ جلدی ٹھیک ہو جائے گی۔" ڈاکٹر بتا
رہے ہیں کہ وہ کچھ دیر تک ہوش میں آجائے گی۔
شام تک تم نے بھی ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی
لیکن انہی تسلیوں میں ولنت گزرتی اور صبح فجر کے
قرب اس کے جسم میں بخوڑی حرکت ہوتی تھی۔
یہ معطم! اسے بے ہوشی میں بھی ایک سی بات بولیں پر
تھا۔

"مومو! آنکھیں کھولو۔" معطم نے اسے بڑھ کے
اس کا ہاتھ تھام لیا۔
"معطم! ہمیں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔
"میں سن رہا ہوں مومو! کیا بات ہے؟ کیا ہوا ہے؟"
وہ بی جان سے سوچ رہا تھا اور سوسائے جی جان سے
دیکھنے لگی تھی۔ اتنی محنت سے کہ آنکھوں میں پانی
بھر آیا۔

"تم نے تو ذرا ہی دیا تھا مومو! ہمہ کی تواؤ اس کے
واپس طرف سے سناں دی تھی اور مومو کا ہاتھ معطم
کے ہاتھ میں بے دم ہو گیا۔
"مومو! وہ زیر لب ہنس رہی۔
"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟ دیکھو ملکہ اتنی

کتنی پریشان رہی تھیں تمہارے لیے۔" مومو نے
ملکہ تھان کی سمت اشارہ کیا۔
"مومو نے تمہاری بطن سے نکل دی تھی۔" سو
بھی خشکی سے گویا ہوا۔

"مورس کی بجائے جلا نکل گئی ہو؟" مومو کو سم
سے لہجے میں بول۔
"ملکہ نہ کرے۔" ملکہ تھان غریب کنیں۔
"ملکہ نے کروا بے مام!" مومو سلی ہل میں تھی
سے نہیں۔

"آپ لوگ ملکہ پر پیچھے نہیں ہٹیں چیک آپ کرنے
دیں۔" ڈاکٹر ان تریس سر پر ڈاکٹر نے ہوتے تھے۔
وہ بھی پیچھے ہٹ گئے۔
"آپ ہمارے ساتھ آئیے سسر اتفاق! ڈاکٹر چیک
آپ کرنے کے بعد انہیں اشارہ کرتے ہوئے پار تھیں
گئے۔ اور ملکہ اتفاق نے کسی غصے کے تحت
پر اساتہ مقدمہ جلاور معطم کی طرف دیکھا تھا۔
"ڈونٹ وری بگھ نہیں ہوگا" آئیے میں بھی آپ
کے ساتھ چلتا ہوں۔" معطم نے اس کی ہمت نہ ہلائی
اور انہیں ساتھ لیے کمرے سے نکل آیا تھا۔
"آئیے بیٹھے سسر اتفاق!" ڈاکٹر نے کرسی کی سمت
اشارہ کیا تھا۔

"آپ لوگ جاتے ہیں کہ انہوں نے اس کا ہاتھ
اڑھایا ہے کہ ان کا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا؟" ڈاکٹر
کے معطم نے استفسار کیا تھا۔
"نہیں فیکٹ ہو میں تقریباً چار سال بعد انکسٹنٹ
سے باکسٹن آؤں۔ ان بعد مجھے آتے ہوئے ایک بار دیکھا
ہے لیکن میں سمجھتا ہوں ایک بار سے نکل کر رہا ہوں کہ وہ
پچھلے کسی شرس شوٹنگ سی نہیں رہی بہت ابھی ابھی
مورس چپ سی رہتی ہے۔ کل بھی میں نے اس سے
بھی سب پوچھنے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے مجھے
نہیں بتایا بلکہ کچھ ہی دیر بعد اس کی بے ہوشی کی خبر مل
گئی۔" معطم نے مارل سے انداز میں سب بتایا تھا۔
اس کے تو وہ مومو گلن میں بھی نہیں تھا کہ یہ سب مومو
کے نہ بتانے کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ معطم کے

مہلے کی وجہ سے ہوا ہے۔
"اتنی دے میں نے آپ کو کویا کہنے کے لیے
پا ہے کہ مومو اتفاق کے سولے میں آپ کو پیش
کل اختیار کرنا ہوگی۔ بہت ہی کمزور اصرار کی
بانگ ہیں۔ اگر کسی بات پر ان کا دوسرا بریک ڈاؤن ہو
سکتا ہے تو اسی طرح کسی حد سے یاد چھٹکی کی وجہ سے
ان کا مارٹ فل بھی ہو سکتا ہے بلکہ کسٹ نامی کہہ لیں۔

ڈاکٹر نے کہہ کر اس کا دلغہ باؤنٹ کر دیا تو معطم
اتفاق چھٹی چھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔
معطم بھی چکر اسے دیا تھا۔

جیسے ہی وہ ہسپتال سے باہر آئے ہو کر مومو کی خبر
معطم کی انگلی منٹ کی تپا رہا شروع ہو گئی تھیں
مومو نے اس دونوں کی خوشی دیکھتے ہوئے دل پہ پتھر
رکھ دیا تھا۔ اپنے ہم کو عیاں کر کے ان کی خوشی کے
آواز میں آتا جاتی تھی۔ اس نے کسی کی خوشیوں
توڑی نظر سے دیکھا نہیں سیکھا تھا۔

معطم کو مر کا نصیب ملنا کر تو دم پیچھے ہٹا لے تھے
اور خود کو بے نیاز غبار کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ
اس کوشش میں کافی حد تک کامیاب بھی رہی تھی
لیکن یہ طویل قیامت نامی زرا سی بات پہ بھی پھسل جاتا
تھا۔ کچھ دیر کے مومو کی طرح۔
"ملکہ اتنی اہم ہو گئی ہے؟" معطم جگت میں
اندرا داخل ہوا تھا۔ وہ کچھ کل پھر بیلے کی طرح اس کا
خیال رکھنے لگا تھا اور ملکہ اتفاق اس کے سپہ بھلنے کی
بہت مشکور تھیں۔

"وہ دارانگ روم میں بیٹھی ہے۔" انہوں نے
اشارہ کیا۔
"مومو! وہ پکارا ہوا اندر داخل ہوا۔
"ہوں؟" اس نے بی بی کا ڈائیویم کر دیا۔
"تم نے خبریں کب سے سننا شروع کر دی ہیں؟"
دھکے چکر دیکھ کر حیرت سے بولا۔

"بہت سے اپنی خبر نہیں رہی۔" وہ بے تاثر سے
اندرا میں بولا۔
"زیادہ دل غریبی کی کوشش مت کرو۔ اور میرے
ساتھ چلو۔"
"میں؟" مومو کے لیے لکھج منٹ ڈیوٹس لینا
بہت اہم اور امانت بھی جاری ہیں تم بھی چلو۔"
"میں؟" معطم اسی نے کہا تھا۔

"میں سوچ کر ہی بول رہی ہوں تم لوگ
جاؤ نہیں نے نہیں جلا۔" اس نے پھر ڈائیویم بھرا دیا
تھا۔

"دیکھتا ہوں تم کیسے نہیں جاتے؟" معطم نے
رکھوٹ جھپٹ کر بی بی تک کیا اور اس کی کھلی دھڑچ
کر پھر کی طرف چل پڑا۔
"یہ معطم کیلئے؟" وہ کتنی دھمکی لیکن اس نے اسے
کاڑی میں بند کر دیا تھا اور خود ڈائیویمک سے چپ آ
کر کاڑی اشارت کر دی۔

"کیا بات ہے مومو! اتنا آف کیوں ہے؟" اس نے
پوچھا۔
"اہں گا ہمارے ساتھ آنے کا مومو ہی نہیں تھا۔"
معطم نے اس کو اطلاع دی۔
"آرے کیل یار! کومو وہ مومو کہ تو ڈروے رہی
تھی کہ میری انگلیج منٹ کا ڈیوٹس مومو پند کرے گی
اور مومو؟" اس نے خشکی سے بات لودھوری
پھوڑی لیکن مومو نے ٹھک کے اسے دیکھا۔

"ہاں تو شان انگل کی وجہ سے مرنے معطم کے
ساتھ جانے سے انکار کرنا تھا لیکن ساتھ میں یہ بھی
کہہ دیا تھا کہ اس کا ڈیوٹس مومو کی پند کا ہونا چاہیے
اسے مومو کی پند۔" معطم نے مزید بتایا۔
"کیوں اسے معطم کی پند؟" اس نے پوچھا۔
"مومو نے مجھ سے انداز میں کہنے ہوئے معطم کو اک
نظر دیکھا۔
"وہ کتنی ہے معطم بھائی کی پند کوئی خاص نہیں
ہے۔"

دور ان اپنی یہ قرار میں کا اصرار کر رہا تھا اور مرجع چاہ اس کی چاہتوں کی بھروسہ میں کہ سکوئی رہی نہ بدل گیا کہ سلیقہ کی؟

"کی جیسی یہ قرار کی مجھے ہوئی تھی جس میں اس نے کہتے تھے کہ اس کے دل کی پوجہ والی۔"

"ہو تو دل چاہیوں کیوں ہو؟" اس نے اصرار کیا۔

"نہیں۔" اس نے نئی میں سر ہلایا۔

"کیوں؟" اس نے اپنے ہاتھوں سے۔

"کیونکہ اس کی جیسی بے وقوف نہیں ہوں۔"

"نہیں بے وقوف ہوں؟"

"لوگ کہتے ہیں کہ مجھ دار لوگ محبت میں کرتے۔" مہر نے بڑی ہلکی سے کہا۔

"تم مجھ دار نہیں ہو یا جس محبت نہیں ہے؟"

معظم نے جلد بوجھ کر پوچھا۔

"میں نے کب کہا کہ میں مجھ دار نہیں ہوں؟"

"اور یعنی تمہیں محبت نہیں ہے؟" معظم نے سر ہلایا۔

"کہہ سکتے ہیں۔" اس نے ٹٹلنے پر کھنکھارے۔

"اس کا مطلب ہو کہ میں واقعی بے وقوف ہوں؟"

و خود گلابی کے سے اندر ٹٹل کر ہلایا تھا۔

اور میرا ہی مسکراہٹ چھپا گئی تھی لیکن اپنے گھر کے گیٹ پہ پہنچ کر اس کی ساری مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔ حنا دورانی اپنی لینڈ کروزر لیے کھڑا تھا۔ معظم کا ڈیڑھ رک کر کے بچے اتر گیا۔

"و السلام علیکم" معظم نے ہی آگے بڑھ کے اس سے ہاتھ ملایا تھا لیکن اس کی نظر گاڑی سے اتنی مہربانی تھی۔

"میرا نام معظم ہے میں۔"

"جانتا ہوں مسٹر معظم بلکہ اب ہر مہر و شکر کے تانہ ترس بگھڑتوں۔" حنا دورانی نے معظم کی بات درمیان میں ہی کٹ دی۔

"معظم کی پیشانی پر ہلکے سے کھینچے۔"

"یہ کون سا طریقہ ہے بات کہتے ہو؟" اس نے ناگوار سے کہا۔

"مسٹر معظم بلکہ اب نہیں حالت میں کھینچنا۔ سال سے طریقہ سے ہی بات کر رہا ہوں لیکن تو بدھ صاحب میرے طریقے کو سمجھ رہے ہیں اور نہ ہی بدھ صاحب کی بیٹی۔ سیدھے سیدھے طریقے سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ رشتہ بھیجا تھا منت کی بھی لیکن آخر ایسا کیا ہے جو آپ میں ہے اور مجھ میں نہیں ہے؟ میں لیکن کے ساتھ شرطیہ کہتا ہوں کہ میں فیملی بیک کر اور بچہ کے لحاظ سے بھی آپ سے دیا ہوا سزا تک ہوں پھر بھی۔ پھر بھی مجھے جھوڑ کر آپ کو لینے نہ کیا۔"

حنا دورانی کے لب و لہجے سے آج ہو سر کشی اور بدھ عری عروس بدھ تھی۔ مہر ٹٹل کر ہوئی۔

"معظم؟" معظم کے توجہ رہتے ہی کھنکھارے۔

"تم اندر چلو مہر اس نے پلٹ کر مہر کو اشارہ کیا۔

"لیکن آپ؟"

"میں کہ رہا ہوں تم اندر چلو۔" معظم غصے سے بلند آواز میں بولا۔

تو مہر کو اندر اندر بڑھنے پر لے لیکس دورانی تھی۔

میراں بیگم کے پاس پہنچی تھی۔

"میری ہونے والی بیوی۔ ایسی اجارہ داری۔"

حنا دورانی نے معظم کا گھر میں پانچ لمبا تھا اور معظم اس کے منہ سے یہی کلمات سنا کر بیکار ہو گیا۔

"اس نے زور دار فون سنا تھا دورانی کے منہ سے۔ وہ را۔ اور فون ڈی ڈی میں ہی پہلے لوگوں کا جہد مچ رہا تھا۔ اندر سے ڈشکن رات اور میراں بیگم مچ رہی تھی۔

آگے تھے حنا دورانی کے ناک اور منہ سے خون بہہ رہا تھا اور گریبان بھی پھٹ گیا تھا۔ وہ دونوں ہی ڈشکن احمد کے قہار سے باہر تھے۔ انہوں نے بہت بچ بھلا کر دیا مگر کوئی بھی لٹنے والا نہیں تھا بلکہ غر لوگوں نے مل کر معظم کو گیٹ کے اندر دھکیلا اور گیٹ بند کر دیا۔ اور کچھ حنا دورانی کو اس کی گاڑی کی طرف دھکیلتے تھے بڑی مشکل سے معاملہ ٹھنڈا ہوا اور وہ لوگ اندر آ گئے۔

"بیٹا! تمہیں کیا ضرورت تھی اس کے منہ لگنے کی؟"

ڈشکن ہونے معظم کی کپڑی سے بہتے خون کو دیکھ کر میراں بیگم کو فرسٹ لینڈ پاس لے کر نکلا۔

"آپ لوگوں نے فتنے حرس سے اسے ٹھیک طرح سے نہیں سمجھا۔" اسی کے روز منہ اٹھانے پڑا۔

"آجے لیکن میرا خیال ہے کہ اب سمجھ گیا ہو؟"

"بیٹا! میں جان بوجھ کر اس کے ساتھ تھی سے پیش نہیں آتا تھا۔ مجھے پتہ ہے ایسے لوگ زیادہ سخت اور خدی ہو جاتے ہیں۔ ہماری کچی اور غصہ ان کی خدی کو بواوئے کاظم کرتے ہیں اور وہ بے بھی ہوتے ہیں۔"

"کچھ زیادہ تک نہیں کیا۔" اس کی فیملی تقریباً دو سال سے لینڈ ٹھنڈا ہوئی ہے۔ وہ کچھ نہیں ہی ہوتا ہے۔ بس بھی کھار کا لہجے سے ملنے میں ہنسنے آتا ہے۔

اس لیے مجھے اس کی طرف سے زیادہ پریشانی نہیں تھی لیکن آج تو وہ بات اور عروسی پھوڑتے ہوئے خاموش ہو گئے تھے۔

"میراں! آپ ڈشکن رہیں میں دیکھ لوں گا اسے۔"

معظم کہتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

"اورے بیٹو میں کمال جا رہے ہو؟ کتنا خون بہہ رہا ہے۔"

"میراں بیگم اندر آتے ہوئے ہوئیں۔"

"میں اس کے معمولی سی جوتے بے ٹھیک ہو جائے گی نہیں جوتے ہوں۔" وہ کہہ گئے آگے بڑھ گیا۔

"ہلایا کیا ہوا ہے؟" مہر پریشان سا اندر داخل ہوا تھا۔

شاید کہیں سے اسے بھی اس رنگارنگ کی اطلاع مل گئی تھی۔

"کچھ نہیں ہوا۔" معظم نے جواب دیا تھا۔

"لیکن یہ خون؟" مہر کی نظر اس کی پیشانی اور شرت کی طرف اٹھی جن پہ خوں کے مس خوشیہ نظر آ رہے تھے۔

"نہا تو ہے کہ کچھ نہیں ہوا۔ مہر خیریت ہے۔"

معظم اس کا کندھا تھک کر باہر کھل گیا تھا لیکن دلہادی کے کونے میں کھڑی مہر کا دل ٹپ کے رہ گیا تھا۔

معظم نے اس کی پریشان صورت اور آنسوؤں سے لبریز آنکھوں کو محض ایک نظر دیکھا اور باہر آ گیا۔

حنا دورانی نے اس میں ڈیرہ مل کے بیٹھ گئی۔

"مہر نے کھل کھاتا اور سو سو مگر دی گئی۔"

"کھل بے سکون شہر ہے واپس آنے کو دل نہیں چاہ رہا۔"

"مہر مملکت اقل کے ساتھ چھپلے ایک بھتیجے سے اسلام آباد آئی ہوئی تھی انہوں نے اسلام آباد میں اپنی بھتیجی کی بی بی راج کا افتتاح کرنا تھا۔ اس کی تیاریاں ہو رہی تھیں جو مہر کے اکیلے پن کی وجہ سے اسے بھی ساتھ لے گئی تھیں اور سو سو خود بھی اس ہاتھ سے دکھانا چاہتی تھی اس لیے مہر نے پھرے کی غرض سے آگئی تھی۔"

"یعنی تم شہر کو انجوائے کر رہی ہو تم نے ہمیں مس نہیں کیا؟" مہر فحش سے بولی۔

"تم بھی نہیں آجائے۔" مہر نے آفر کی۔

"خیر۔ میری شاہی قریب ہے۔ ہزاروں کلام ہیں کرتے دلے۔ تم سے تو اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ کچھ ڈیڑھ بی کر دو۔"

"میں بی بی کر دوں؟"

"میںی شاپنگ شوہر کی مجھے سب کچھ خودی کرنا پڑ رہا ہے۔ ابھی بھی اسی کے ساتھ مارکٹ جا رہی ہوں۔"

معظم کی فیملی کے لیے کچھ کھٹس لینے تھے۔ سوچا آج ہی چٹائیں۔ "مہر نے اپنی دامن میں چٹایا۔

"اس اچھا۔"

"اور میں تمہیں بتاؤ کہ تم معظم کی طرف سے ہو گیا میری طرف سے؟" مہر نے کچھ یاد کرنے پوچھا۔

"تمہاری طرف سے۔" مہر نے جوتے لہجے میں کہا۔

"وٹو۔ گویا تم میری طرف ہو لڑکی والوں کی سائیڈ؟"

"ہاں! اس نے آسانی سے کہا۔

"مہر ایک سو سو بچا ہوا مہر خوش ہو گئی تھی۔

"اس کے لیے کیا تھن لینا ہے تم نے؟" مہر نے تجھلے کیوں پوچھ لیا۔

معظم کے لیے؟

"ہاں۔"
"میں تمہیں اس کے لیے؟" "میرا لڑکا ہے۔"
"وہی وہ لڑکا ہے کہ گت میں دلوں کا تم کہیں۔"
"میرے شہر تھے ہوئے تھا۔"

"کیوں گا؟"
"اپنا دل اپنی جان اپنی زندگی۔" "میرا شہر تھے"
"بھروسے میں کہہ رہی تھی۔"
"میرا مطلب کہ سب کچھ؟"
"آف کورس ہاں۔"

"اللہ مبارک کرے۔" "مہمو نے دل سے کہا"
"تھا۔"
"تھوڑا سا۔"
"لوگ لگے تھے۔" "اس نے کہہ کے فغان بند کر دیا"
"تھا۔"



"میرا خواہو گی؟"
"ہاں ایک ہی خبر تھی جو ہر طرف سنائی ہوئی تھی۔"
"راہی تھی اور سب کے رونگٹے کھڑے ہوتے جا رہے تھے۔"

"خبر مہمو اور مسز ملک اتفاق تک بھی پہنچی تھی۔"
"وہ پہلی فلائٹ سے ہی پولیس کو آگئی تھیں۔ اپنا کلم بھی"
"لو حورا چھوڑ آئی تھیں اور زندگی میں پہلی بار وہ میراں"
"تیکم کے گھر آئی تھیں۔ میراں تیکم کو بھرتی بہن کی"
"پہلی بار اپنے گھر آکر خوش کیا ہوئی کہ وہ اپنی بیٹی کی"
"آکھ کی کاظم بیٹے سے لگائے بھی تھیں باقی سب"
"بھی ان کے گھر ہی تھے سب ہی ان کو تسلیم ہوئے"
"وہ تھے۔" "خود ملک اسے ڈھونڈ رہا تھا۔ معتمد اور"
"مقدم جوا ملک بھاگ ڈوڑ کر رہے تھے لیکن پہلے اللہ"
"تکوں سے کسی کو بھی تسلیم نہیں ہوئی تھی۔"

"یہ سب ہوا کیسے؟" "مسز ملک اتفاق نے میراں تیکم"
"سے پوچھا کہ وہ روز گزرتے حال وہی جا رہی تھیں۔"
"مہمو انوں شاید کڑے لگے تھے شاید کڑے"

"مارکیٹ سے لگے تو مار آیا کہ میں سکڑوں کا شہر تھے۔"
"کلن نے کاغذیں منی رکھ کے بھول آئی ہوں۔ اس کے بعد"
"میں نے مہمو کو سڑک کنارے کھڑا ہونے کو کہا اور وہ"
"اندھ چلی گئی پھر یہ نہیں چلا کہ میری ہر کیل بھی"
"پوری مارکیٹ اور سڑکیں چھان ماریں لیکن وہ"
"نظر نہیں آئی کہیں نہیں تھی۔" "وہ خوب کر دیا"
"تھیں۔"

"میری بیٹی میری دلہن تو میں احمد میری"
"تہلنے کی جیتی ہے؟ کیا گزری ہے اس پر؟"
"میں نے اس کے روبرو تھیں۔"
"پلیز میراں! میرا کروڑ تھیں بھی ہوگی تھیں۔"
"سب کو شش تو کر رہے ہیں۔" "ملکہ اتفاق نے کہا"
"کہہ دے یہ ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں تسلی دی۔"
"رات کے بارہ بجنے کو ہیں دوسری تاریخ لگنے"
"ہے۔" "نہ اور کل میں بڑا فرق ہو تا ہے ملک اپنا گویا"
"مہراج ہی تہلے۔" "میراں تیکم نے ملکہ اتفاق"
"دو دن ہاتھ ختم لیے تھے۔ وہ سن کے کچھ۔" "جیسے کہ"

"تھیں اور سر جھکا کر تھکے۔" "کیسے انہیں؟"
"تسلی دیتے۔"
"یہ سب اس دن درانی کا کہل ہے۔" "میں نے کہا"
"مل جائے میں وہاں اس کے گھر جاؤ گا۔" "لیکن میں نے کہا"
"تھا گا ہوا تھا۔" "تھوڑا تک وہم میں چکر لگا رہی تھی۔"
"میں اسے پورے انتظار میں رہیں۔" "میں نے کہا"
"دہرے میں اس کی خوشیاں مل گئی تھیں۔"



"یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟" "وہاں احمد تھکے گئے۔"
"انہیں کہہ رہا ہوں کہ اور کس انتظار میں رہا تھا لیکن نہ حنان درانی۔" "اس"
"آپ ہوگ؟" "معظم کا خضر اندر ہی اندر ملے کی طرف حنان درانی کو ڈھونڈنے کے بہت جتن کیے تھے"
"پکے ہاتھ۔"
"تو کیا اپنی عزت خود اچھال دیں؟" "پولیس کہہ رہی تھی کہ کام کے سلسلے میں کب وہاں"
"پھر میرا کویت چلے اور پھر پورے پاکستان میں خبر لگنے لگا تو پچھلے ایک سال سے حنان درانی سے سو فیصد"
"جائے کہ پورے شہر میں احمد کی بیٹی کو ملنے کے ایک سال بعد مل گیا تھا اگر سونے کے لیے لٹ بھی جاتا تو تھوڑی دیر"
"مشتون حنان درانی نے انہیں کہا ہے۔"

"میں ہی تب کے انہیں تھا۔" "اور انہیں تو رات کے"
"وقت ہی گاڑی لے کر نکل جاتا تھا۔ اور مہمو گھر سے"
"لے کر گھر کے ساتھ ساتھ اس کے لیے دل"
"سوس رہے۔" "ہاں تھی۔"

"بھلا کے لے لو۔" "وہ لان میں ابھرے تو مہمو چکر"
"رہا تھا۔"
"مہمو! اسیں ضرورت نہیں ہے۔" "اس نے انکار"
"کے لیے۔"

"تم نے کھا بھی نہیں کھلایا اور ٹھنڈے میں پانی مکوم"
"رہے ہو؟ کم از کم چائے تو لے لو۔" "مہمو نے اصرار"
"کیا۔"

"پلیز میراں! میں چاہ رہا تھا۔" "مہمو نے کہا۔"
"لیکن معتمد۔"
"انہی سے گیت لاسٹ فرام ہیرے۔" "وہ یکدم چیخ"
"اٹھا تھا۔ اس وقت اتھلی فریڈیشن کا شکار تھا۔ اور"
"مہمو کا یوں بد اخلاقت کرنا اسے ڈر لگا رہا تھا۔"
"مہمو بدک کے چار قدم پیچھے ہٹ گئی تھی اور"
"معظم کو بے چینی سے دیکھتی ہوئی دھاک کر اندر چلی گئی۔"

"معظم! یہ کس لیے میں بہت کر رہے ہو تم؟"
"مقدم چاہا ہوا تھا۔" "مہمو نے کہا۔"
"آئی اہم سوری۔ میں شیف میں ہوں کوئی مجھ سے"
"بات نہ کرے ورنہ میرا دل اسی طرح خراب ہوتا"
"رہے گا۔" "اس نے باپ کو بھی ہاتھ دھو کے روک دیا"
"تھا۔ اتنے میں اس کے سٹیل فٹ پر رنگ ہونے لگی"
"تھی۔ پہلے تو نظر انداز کر رہا تھا پھر جب رنگ مسلسل"
"بگڑتی رہی تو اسے گل پک کر کہی ہی پڑی امیر کوئی اجنبی ہی"
"تھا۔"

"دوسری طرف بھی کوئی حوا نہ تواری تھی۔"
"آپ کون ہیں؟" "معظم نے نا سنجی سے پوچھا۔"
"تمہاری منجھڑ کا شوہر۔" "اس کوئی نے انتہائی"
"سکون سے کہا تھا۔"
"تم۔" "تم حنان درانی ہو میں؟" "معظم نے آواز"
"پچاننے کی پوری کوشش کی تھی۔"

"وہیے اب تم مجھے اپنا بیٹا ہی کہہ سکتے ہو نہ؟"
 میری بڑی ہنسنے لگی ہے تو پھر تمہاری بات ہی ہوئی تھی
 اس نے بے حد سہولت سے کہا تھا جیسے معتمد کی
 کیفیت سے خطا نہ ہو۔
 "جیسے شہنشاہ اپنی تمہاری کسی بیکواس پہ نظر
 دھرنے والا نہیں ہوں۔" معتمد بھی طرح بتاؤ کہ میری
 ہے اور کسی سے؟ "معتمد کی باتوں سے مقدم جلوہ بھی
 متوجہ ہو چکے تھے۔
 "میری باتوں پہ کیوں کان نہیں دھرو گے؟" شہنشاہ
 درانی نے پھر کہا۔
 "میں پوچھ رہا ہوں میری کیا ہے؟" معتمد نے
 اذیت پیش کر کہا۔
 "میرے پاس دل کے قریب بیٹھنے سے لگا کے
 اس نے سرشار کیسے میں کہا۔
 معتمد غصیاں بیچتے ہوئے اپنا غصہ شہنشاہ کرنے لگا
 تھا اس کے دل کی دھڑکیں جھپٹنے کے قریب ہو گئی
 تھیں۔
 "یہ لو خود بات کر لو، آواز سے اور تلی سے بات
 کرنا بھول چکا ہے پوچھو مجھے پوچھا ہے۔ یہی ڈر نہیں
 اپنی محبت پہ نہیں ہے۔" شہنشاہ درانی نے معتمد کو
 تائید کرتے ہوئے فون پر مڑ کر تھمھایا تھا۔
 "میرے" معتمد کی تہمت پر قرار دیا اور
 بے چین تھیں تو انہیں سمجھ آئی تھیں۔
 "تلی ایم سوری معتمد! میرے شرمندہ سے انداز
 میں کہا۔
 "میرے!"
 "مجھے اس طرح مت بتاؤ معتمد اب تمہارا بھٹہ
 کوئی حق نہیں رہا۔" میری آواز ٹھہری ہوئی تھی۔
 "میرے! کیا کہہ رہی ہو تم؟"
 "ہاں معتمد! ابھی یہ بھی محبت ہی جاتی ہے۔
 یوں سمجھ لو شہنشاہ کی محبت بھی جیت گئی ہے اور میں
 میں ہار گئی ہوں۔ معتمد میں اس کے سامنے ہار گئی
 ہوں میں محبت کے سامنے ہار گئی ہوں۔ جس پر
 نہیں ہے معتمد محبت میں ہار جاتا رہا ہوتا ہے؟ اور

اس کے ساتھ کوئی ہمارے نہیں تو ہم فون سے شادی کر
 لی ہے۔" شہنشاہ فون اس لیے کیا ہے کہ فون سے
 "شہنشاہ فون اور لڑکیاں بھی مل جائیں گی لیکن مجھے
 جتنا جیسا نہیں ملے گا؟" فون نے فون تک مجھ سے ہنسنی
 محبت کی ہے۔" شہنشاہ اس سے ہزار گنا زیادہ محبت میں چند
 فون میں مجھے پتہ چلا اور کر رہا ہے۔ اتنی کہ میری آنکھوں
 میں آنسو آجاتے ہیں اور ہاں میری ہی لور پلا سے
 سوری بول لور کتنا کہ دھڑا طریقہ غلط تھا ہمیں معاف
 کر دیں۔" میرے لیے دھا کرنا اور معاف کر دینا اللہ
 حافظ۔"
 میرے فون بند کر دیا تھا اور معتمد خود ماکھڑا تھا
 میں پکڑے مہیا کل کوڑ کھاتا ہوں۔
 "معتمد! معتمد! میرے کیا کہا؟" مقدم جلوہ اس کا
 کندھا ہلاتے رہے تھے لیکن وہ پھر بے حال نہیں تھا۔
 "تیاؤ میں میرے کیا کہا ہے؟ کہاں ہے وہ؟ کسی ہے۔"
 مقدم جلوہ بار بار پوچھ رہے تھے اور بالآخر وہ انہیں
 بتانا چلا گیا۔ مقدم جلوہ بھی سناٹے میں آگئے تھے۔
 "شادی کے لیے دیے جانے والے تمام تر پورا
 کینسل کرو۔" مقدم جلوہ نے اپنے بیٹے کو لگا لایا ہوا
 تھا۔
 "نہیں! شادی کے لیے دیے جانے والے کوئی آرڈر بھی
 کینسل نہیں ہو گا۔ شادی باقی رہے گی۔" معتمد
 فیصلہ اور انداز میں اس نے کہا۔
 "مجھے پتہ ہے؟" مقدم جلوہ تجسس سے دیکھنے
 لگا۔
 "میں تمام آرڈر تو میں کینسل بھی نہیں کھولایا کیا کہ
 "میں ہر شے میں ہو گی؟" فون کوئی اور بھی تو ہو سکتی
 ہے؟" اس نے بیاب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے
 پوچھا تھا وہ کتنا بکا اس کی صورت دیکھتے رہ گئے۔
 "کوئی اور؟" اس کے آپٹیکل سے لب لہے تھے۔
 "جی! کوئی اور کوئی ایسی لڑکی جو میری دامن میں ہے

اور جس کو دیو بنا کر میں میرے کام بھی بھول جاؤں گائی
 مجھ سے ہر شے میں پوچھنے اور میں کون کون میرے؟"
 معتمد کا لہجہ فون کی طرح جس دھا بکا لیکن کتنی
 اور قدرت اس قدر تھی کہ مزید کچھ کہنا ہی صوبل تھا۔
 مقدم جلوہ چپ ہو گئے۔
 "مجھے صاحب اگر ہو سکے تو فون سناٹے آؤ۔" فون
 ایک لڑکی کا آؤ رہی لکھ لیں۔" آخر لڑکی نہیں ہو گی تو
 شادی کیسے ہو گی؟" اس نے خود اپنا مذاق اڑایا تھا۔
 مقدم جلوہ نے بیٹے کو جانے کا اشارہ کیا اور خود اس کی
 طرف حذر ہوئے تھے۔
 "معتمد! تم جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟"
 "جی! میں ابھی طرح جانتا ہوں کہ میں کیا کہہ رہا
 ہوں میں مقررہ فون پہ شادی کرنا چاہتا ہوں۔ چاہے
 کچھ بھی ہو۔"
 "اور لڑکی؟"
 "یہ کام آپ لور ای مل کر کریں میرے انتخاب تو غلط
 تھا۔" کتب اب قسمت آزمائی کر لیں کہ کیا ورلڈ تھا
 ہے؟" وہ ان کو اجازت دے کر چلا گیا اور مقدم جلوہ
 اپنے سوچ نکلوں سے اسے دیکھنے رہ گئے۔
 "نہیں! میں معتمد سے شادی نہیں کروں گی۔"
 مومو نے اس پر پونل کو سستی انگار کر دیا تھا۔
 "نہیں!"
 "مجھے کہہ معتمد میرا جی میرے محبت کرنا ہے۔"
 "مگر تمہارا اب کیس کرنا؟"
 "اب کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اب نہیں کرنا؟"
 "اس کے انداز اس کے تیر تھاتے ہیں۔"
 "میرے اس کے تیر یہ بھی بتاتے ہیں کہ وہ مجھ سے
 بھی محبت نہیں کرنا۔" مومو نے زور دے کر کہا تھا۔
 "مگرے گا بیٹا! تم سے ہی محبت کرے گا۔"
 "مگر بھی میرا دل نہیں مانتا میں پرانا گناہ نہیں پس
 کرتی۔"
 مومو مسلسل انگاری تھی لیکن وہ مزید کہ تھا ہی

کیا جو اپنی بات نہ منوالیں۔ وہ مومو کو راضی کر کے
 ہی اچھی تھیں اور انہوں نے فون کی خوشی مقدم جلوہ تک
 مومو کی راضی تھی۔ فون کی تھی۔ وہ بول بھی سن کر
 بہت خوش ہوئے تھے لیکن جب معتمد کو پتا چلا تو وہ کم
 مومو کے رو گیا تھا۔
 "مومو! شادی؟" وہ زبردی لب پر دیا تھا۔
 "کیوں؟" مومو ابھی نہیں ہے؟" مقدم جلوہ اور
 شہنشاہ جیکم نے کو کچھ کہہ رہے تھے۔
 "نہیں نہیں ابھی ہے بہت ابھی ہے مگر میں۔
 میں کیسے لڑ جیسے کر پاؤں گا؟" وہ میرے ساتھ خوش
 نہیں رہ سکے گی۔"
 "لیکن تم تو اس کے ساتھ خوش رہو گے ہی؟"
 "مگر کیا۔"
 "بہن! شہنشاہ لور نہیں بہن! پہلے بھی ایک ہار تم
 سے مومو کے لیے بات کی تھی لیکن اس وقت تم نے
 اپنی پسند کو ہماری پسند پہ ترجیح دی لور کچھ بھی وہی بات
 کر رہے ہیں شاید انزل سے تمہارا لور مومو کا ہی ساتھ
 لکھا گیا تھا میرا کتب اب کیس کرنا اور تھا۔" انہوں نے اسے
 سمجھانے کی کوشش کی۔
 "میرا کتب اب! وہ چاہے بولا۔ آواز دھیمی
 تھی اسے وہ کہہ کر مومو حلق درانی کی باتیں یاد آئی
 تھیں اور خون کھول دیا تھا۔
 "نہیں! شہنشاہ! بھول جاتا ہے۔"
 "بھول گیا ہوں! بھول کر ہی یہ قدم اٹھایا ہوں
 لیکن میں یہ نہیں بھول سکتا کہ ہر شے میں زبان کی بھی
 تھی بھولی تھی ساتھ بھولنے کی قسمیں کھانے والی
 ساتھ بھولنے سے پہلے ہی ساتھ چھوڑ گئی میں اگر یہ
 بھی بھول لوں کہ جتنا دورانی نے اسے انوایا لور زبردستی
 نکاح کر لیا لیکن یہ کیسے بھولوں کہ جو کچھ اس نے خاتون
 آرام سے اسے سکون سے کہا بھی زبردستی تھا؟
 وہ میری خاطر کسی کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی تو مجھے
 فون کر کے سب کچھ بتایا؟ تاکہ میں اس کا انتظار نہ
 کروں ہو نہ نہیں کروں گا انتظار بھول جاؤں گا۔
 سب بھول جاؤں گا۔ میں مومو سے ہی شادی کروں

گاہک تیار کر رہا تھا۔
مستحکم تھے اور غصے سے کتابیں ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔
شمار حکم شہر کو بکیت لگیں وہ سرخس کے قریب تھے۔

ہم بھی فکرت دل ہیں پریشان تم بھی ہو
اندھ سے دین دین موی جاں تم بھی ہو
دل جانیں ہم تو کیا سہانا سفر کئے!
گد گد ہیں ہم بھی سونہ سہان تم بھی ہو
دلن بنی سو دل پر جو لیے بھی ایک شعوری
سے انتظار میں تھی وہ معتمد جس کو داریاں دگر دگر
کر دے تے ملتی رہی لگیں وہ نہ ملا اور توجہ وہی معتمد
اسے بن ملنے مل گیا تھا نہ اڑیاں دگر میں نہ دعا میں
ماتا اس مہر کا سمجھ کے پھر ڈوا لیکن اب مہر ہی اسے
چھوڑ دینی تھی تو وہ مومو کی جھولی میں آکر اٹھا۔ جس پر
مومو حیران بھی تھی پریشان بھی تھی اور فکرت دل بھی...

دہلا بھی تو کس حال میں؟
یہ نہیں تھا کہ اسے معتمد سے محبت نہیں رہی تھی
بلکہ بات یہ تھی کہ اسے معتمد کی طلب نہیں رہی
تھی نہ اسے اپنے کی خواہش کا اور نہ چھوڑ چکی تھی۔
اور اب وہ کہتا تھا کہ معتمد چاہے کیا چاہے چھوڑا تھا؟
طلب خواہش یا محبت؟ اور وہ اسی انتظار میں بیٹھی
تھی۔ گزری کی سوئیں رات کا ایک بج رہی تھیں۔ وہ
کھٹے ہو گئے تھے اسے اس بیدار میں اسے اور اس کا
انتظار کرتے ہوئے۔ لیکن وہ تھا کہ اپنے ہی بیدار
کار سے بھول گیا تھا۔
اس کا دل بھی انہی پھولوں کی طرح سرخ تھا لیکن وہ
مک وینے کے بجائے لودہ پتے لگا تھا۔ ہلکی ہلکی آواز
رکھا دل پر رہا تھا سینے میں جلن اور تپش ہونے لگی
تھی انتظار کی گزری بھر لب اور آواز کی گزری میں گئی
ملتا اور پھٹتا دل دوتا بھر تھا۔
گزری کی سوئیاں تین تک پہنچ گئیں۔ رات قلمو

قلمو۔ یہ تھی۔ صبح اور رات کے دو بال بال اس کا
اواس ۱۹۰۰ میں رہا تھا۔ وہ تھکے ہوئے تھے۔
اواس ۱۹۰۰ میں رہا تھا۔ وہ تھکے ہوئے تھے۔
بھی ہر سے ہی محبت کر رہا تھا اس اور اس کے
مزید نہ سنا یا تھا وہ اپنا دل کسی بھاری پتھر کے نیچے
کے علا متعلق ہو گئی۔

غزری آوازیں ہو رہی تھیں۔ اس نے اپنے
دوم میں چلے کا قلمو کیا۔ اور دان کی بیڑیوں سے
ٹانگہ کر اندر آ گیا تھا۔ سبھی گری تیز سو رہے تھے
اور اس سے پہلے کہ کوئی نہ کر کے لیے انتظار اپنے
دوم میں سے جانا بیٹھا تھا۔ انک اس کا اپنے بیدار
میں جانے کا مومو نہیں ہو رہا تھا۔ گزری میں بھی تو جانا
ہی تھا؟ وہ تھکی سے ہاتھ کوئی آہستہ بیدار
دھکیل کر اندر داخل ہوا کہ مومو کی تیز قراب نہ ہو
لیکن۔ بیدار دوم میں وہ بیٹوں کی پکا چوند اور بید کے
وسط میں بیٹھی مومو کو دیکھ کر وہ بری طرح پکڑا گیا تھا۔
اس کا تو خیال تھا کہ مومو نے تھوڑی دیر اس کا انتظار
کیا ہو گا اور سوچتی ہو گی لیکن وہ وہی ایک ہی حالت
میں بیٹھی اس کا انتظار کر رہی ہو گی اسے اندازہ نہیں
تھا۔
"مومو۔" وہ زبردست بڑبڑایا۔ اسے ہر است اور
بچھوڑے نے آگیا تھا اس کے قدموں میں ٹھکڑی آواز
تھی۔ وہ بے شکل بیٹھ گیا۔ وہ مومو کے قریب
ہی سر جھکا کر بیٹھ گیا۔
"تھی اہم سو رہی ہو۔" معتمد کی آواز بھاری ہو
رہی تھی اور مومو کی آنکھیں میٹھ گئی۔

"میری لینگوئی وہ کچھ لکھا تھا کہ میں تمہارے
حلیت آکر نہیں ہوت نہیں کرنا چاہتا تھا میں چاہتا
ہو کہ میرا اور تمہارا تعلق خود بخود بنے اس میں
زبردستی کا اور موت کا کوئی عمل دخل نہ ہو کیونکہ دل
سے دل کا رشتہ عیش خود بخود ہی بنتا ہے۔"
وہ سر جھکے آگئی سے کہتا مومو کی طرف گھٹن

مومو کو دیکھ گیا۔
"کتنی یاد کر کے آئے ہو است؟" اس پتھر کی توار
بھی پتھر تھی۔ اس کے سوال پر معتمد نے سر اٹھا کر
اسے دیکھا۔ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔
"ایک رات تو کم ہوئی اس کی یاد کے لیے؟ آج
سختی راتیں لوگے؟" مومو کا لہجہ نہ چاہتے ہوئے بھی
نکلا اور رخ ہو گیا تھا۔ شاید رقابت کا زہر دلوں میں
چھین چھین اور معتمد کی آنکھیں جھپٹنے لگی تھیں۔
"تھیں اسے یاد نہیں کر رہا تھا۔" اس کی توار بھاری
ہوئی تھی۔
"لیکن میں اسے یاد کر رہی تھی۔"

مومو پلیر بس کو نہیں سکے ہی۔ ہر بار وہ انہوں
میں اور مت مارا۔ مومو۔ "میں بھی مجھے نہیں پلیر
میرے دشمن کو کھرتے۔" معتمد نے اختیار ہو کر
مومو کی گود میں چڑھ چپ کر رہا تھا۔ اور مومو سکت
بیٹھی بیٹھی رہ گئی۔

اسے اور انک ہو چکا تھا کہ وہ مہر کا ہے اور اس کا ہی
رہے گا۔
"میں نے معتمد کے دل میں انگلیاں
پھنساتے ہوئے آگئی سے پکارا۔ پلیر بس کو نہیں
تواری لینگو۔ مجھ جی ہوں۔" تھیں میری طرف
سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔
"اس کے دل میں کو سلائی اسے تسلیاں دے رہی
تھی اور اس کی آنکھیں تسلیوں کے باعث چند کھول چکا
تھا۔ لیکن وہی میں اتر گیا تھا۔ اس کے آنسو مومو کی گود
میں جذب ہو گئے وہ اس کا سر تھکے پر رکھ کے خود بید
سے اٹھ بیٹھی تھی۔

بیدار دوم میں کھڑکی کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں
اور اس کی آواز دل کی وجہ سے اس کی تیز ٹوٹ گئی۔ اس
نے کھٹے سے سر اٹھا کر دیکھا مومو ڈر تک نہیں
ساتنے بیٹھی تھی اور بے وجہ ہی ریلو کوڑا اٹھا اٹھا کر
چپک کر رہی تھی۔ مومو پلیرش تھا کہ اپنے پاؤں میں

پھرنے لگی اور چند سیکنڈ کے بعد پلیرش بھی ڈر تک
نہیں۔ ڈال دیا تھا۔
"میں نے دیکھا ہے کہ وہ بیدار ہو کر بیٹھ گیا اسے گزشتہ
رات اور پلیرش وقت ہو گئے تو وہ بالی بات چیت ہوا آگئی اور
ساتھ میں شرمیلی کا احساس بھی۔
"آخر اس سارے قصے میں مومو کا کیا قصور تھا؟
"معتمد نے طے سے پوچھا تو قصور اپنا ہی نکلا۔ سر جھپٹتے
ہوئے بیٹھ سے کھڑا ہو گیا۔
"میں نے ناشتا نہیں کیا امی؟" وہ اس کے پیچھے آ
کھڑا ہوا۔

"اس دن وہ بیدار دوم میں بیٹھ کر قلمو کی بھاری
اواں باہر جا کر ناشتا کیسے کرتی؟" اس نے کھٹے پر چکا
کر کہا۔
"میں شہر لے لوں۔ پلیرشے ناشتا کرتے ہیں۔"
وہ ٹیٹ کر وائش دوم میں چلا گیا اور دس منٹ بعد شہر
لے کر واپس بھی آیا۔ سب لوگ لن کی گد کا انتظار کر
رہے تھے۔

حالا کہ پہلے بھی وہ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کئی
بار ناشتا کر چکی تھی کی بار کھانا کھا چکی تھی تب اپنا بیت
کا احساس ہوا تھا اپنا بیت لگتا تھا لیکن آج اسے مضبوط
رشتہ ہونے کے بخود بھی اجنبیت کا احساس ہو رہا
تھا۔ اپنا ایک مس فٹ لگ رہا تھا۔
"میرا خانو کی یا سلاکس؟" فٹیلہ جیم ناشتا سو کرتے
ہوئے پوچھیں۔

"چاہے؟" اس نے مختصر کہا۔
"ارے نہیں بیٹا! صرف چاہئے کیوں؟ یہ پھر اٹھ اور
تھیلٹ لے لو یا پھر سلاکس اور جوس لے لو۔" وہ
ساری چیزیں اس کے سامنے اٹھا اٹھا کر رکھ رہی
تھی۔

"تھیں مجھ کو نہیں ہے۔" اس نے انکار کر دیا۔
"تو پھر چاہئے کے ساتھ یہ پوائنٹ لے لے لو۔"
دلت سے کچھ نہیں کھلیا تھا۔
وہ اصرار کر رہی تھیں سو مجبوراً "مومو نے جیم اور
سلاکس لیے اور چاہئے کی کر گزری ہو گئی تھی۔ معتمد

نے بھی صرف چائے پی بھی اور اس کے ملتے ہی جن کے دہانے تل گیا تھا۔ نشانیکم مقدمہ ہلا کوہکتی نہ تھیں۔ نظر اٹھتے تھے۔

شام کو لیمو میں میراں بیگم کی بیٹی اور جیو بھی آئے ہوئے تھے میراں بیگم مومو کو دیکھ کر دل سے دعا کی دے رہی تھیں اور بچہ بچہ لڑکے ایتھلی فٹنگ اور کالہ اور لیسٹ میں دل میں بھی سنوڑی مومو کو لڑکا لگ رہی تھی اور اپنے قریب بیٹھی میراں بیگم کو دیکھ رہی تھی وہ لختی ملاتی، لختی محبت اور چلو ہے دعا میں دے رہی تھیں لڑکا لگ جس جگہ مومو بیٹھی تھی وہ جگہ ان کی بیٹی مری تھی۔

"کب مری کو مس کر رہی ہیں نا؟" مومو نے ان کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہ بیٹا یہ وقت اسے مس کرنے کا نہیں ہے، تمہاری خوشیوں میں خوش ہونے کا ہے، اللہ تمہیں سدا سہاگن رکھے اور لہہ تمہاری بڑی سلامت رکھے۔ بیش خوش رہو۔" انہوں نے مومو کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔

"کیا ہوا ہے بہتی؟ اتنی محبتیں کہیں پھلور ہو رہی ہیں؟" سر ملکہ آج آتے ہوئے پولیس ان کی نظروں سے مومو اور میراں بیگم پر ہی تھیں۔

"اپنی بیٹی کو پیار کرنے کے لیے بھی کسی وجہ کا ہونا ضروری ہوتا ہے؟" میراں بیگم نے ملکہ کو دیکھا۔

"بیٹی کو پیار؟"

"میرے مومو میری بیٹی ہی تو ہے۔" میراں بیگم نے ہنسی سے کہا۔

"تو بیٹی ہوتی نہیں۔" ملکہ اتفاق مسکرائیں۔ "تمہیں یاد ہے ملکہ ایسب مومو یہ ابوتی تھی تو اس کا نام رکھتے میں کتنا مسئلہ ہوا تھا؟" لختی بھٹی کی ضرورت تھی کہ وہ بیٹی کا نام میں سے رکھیں گے اور میراں بیگم جی کہ تم بیٹی کا نام نہ رکھو گی کیونکہ ہم بیٹیوں میں بھائی سے وعدہ کیا تھا کہ اپنے پہلے بچے کو "ہیم" نام

دے دیں گے۔ میراں بیگم نے ملکہ کو دیکھ کر یہی مصرعہ سنا اور معلوم ہوا کہ میراں بیگم وہ وقت یاد کر کے مسکرائی تھیں لیکن سر ملکہ لکھن کے لب پہنچ گئے تھے وہ گزرا وقت یاد کر تھیں بہت کچھ یاد آتا تھا۔

"میراں بیگم کوئی فون آیا؟" انہوں نے بات بدلنے سے پوچھا۔

"ہو نہ! اب یہ دھنسیب نے کہاں فون کرنا ہے؟" مومو نے اس سے کہا کہ وہ ہمارے لیے مری مہم میں سے لے کر گئے۔

"پیر خاں! ایسا مت کہیں دعا کریں وہ جہاں بھی رہے خوش رہے۔" مومو نے بے ساختہ کہتے ہوئے انہیں لوگ دیکھا۔ سر ملکہ نے ملکہ اور اس کے بیچ ایک دیوار بھی لیکن مومو نے بھی اس دیوار کو گرنے کا نہیں سوچا تھا۔

مرے اسے ایسی ہی محبت تھی جیسی کسی بہن سے۔

"آمین؟" میراں بیگم کہتی ہوئی اٹھ گئیں۔

"یہ کیا تم نے لڑکے کی بیٹی ہوئی؟ کوئی خوشی نظر نہیں آ رہی؟" ملکہ لختی بیٹی کے پاس بیٹھ کر اسے دیکھ رہی تھیں۔

"خوش رہو، تمہاری خوشی تمہارے چہرے سے نظر آتی جا رہی ہے۔" میراں بیگم نے چپ لہو اور اس صورت میں دیکھ لکھی۔

"سب تمہاری خوشی کے لیے کیا ہے؟" وہ اسے دیکھ رہی تھیں اور مومو چپ چاپ بیٹھی رہی۔

"ملکہ آئی آپ کے کچھ جانے والے آپ کو یاد کر رہے ہیں۔" مومو نے قریب آتے ہوئے اظہارِ رنج اور ہرجے کرنا شروع کیا۔

"مہم میں کے شوہر پر اب اسے کوہ خوش رہے؟"

تھیں بتاوا نہیں؟ لیکن مومو کا چہرہ ایسا تھا کہ وہ کوئی بھی نتیجہ اٹھ نہ کر سکا البتہ وہ اس پر دھڑکیے پھر تھوکتے۔

"تمہارے ملکہ سنی سے کچھ کہا ہے؟" وہ ذرا نیچے کے دور میں پوچھ رہا تھا گاڑی کے اندر کھل نا۔ وہی تھی اور اس خاموشی کا تسلسل اس نے خود توڑا تھا۔

"کچھ مطلب؟" مومو کی نظروں سامنے وہ ڈھلوان گلی تھی لیکن اندر وہی سرورہا تھا۔

"مطلب کہ رات کے بارے میں کچھ کہنا تھا؟"

"رات میں کیا تھا؟ میں اس کو بتاتی؟" مومو کا لہذا عجیب تھا۔

"مطلب کہ مومو بچہ بدلتا ہے؟" مومو نے اسے ایسی طرح تھما رہے تھے کہ ان کی ضرورت ہے۔

"مطلب کہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہاتھ اور مومو بیٹ کی ایک۔" رات کے ہونے پائیں موند گئی۔

"مطلب کہ اسے اپنے ساتھ لیے بیڈ روم میں آئی۔" رات کے ایک بجے کا نام ہو رہا تھا مومو اور رنگ نیکل کے سامنے آئی اور اپنا جاسنورا رو بند کر رکھا۔

"آج پھر بھائی آپ کو دیکھ کر چاروں شانے چت کر رہے گے۔" اسی نے اسے بارگاہ میں تیار ہونے دیکھ کر مومو کے حوالے سے عجیب تھا۔

مومو چپ ہو گئی تھی وہ اسے کیا بتاتی کہ ہاں تمہارا بھائی واقعی چاروں شانے چت کر چکا ہے اور لب اسٹے کی ہمت بھی نہیں ہے۔

لیکن اس وقت اپنا آپ دیکھ کر اسی کی بات یاد آتی تو اسے آپ۔" مومو نے کہا۔ یہ بھی کوئی لڑکی تھی جس کو اس کے شوہر نے نظر بھر کے دیکھا تھا اور انہیں کیا تھا۔

اک ملکہ غلط بھی نہ ڈلی تھی۔ اس کو دیکھ کر ایک بار بھی اس کے قدم ہلکے نہیں تھے وہ اسے دیکھ کر ہست نہیں ہوا تھا اور نہ ہی اسے دیکھ کر اس کے چہرے کوئی خوشی جاگتی تھی۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟" مومو دارو رو دیکھ سے پڑے نکل کر جاتا تو اسے ایک نیک کہنے کے سامنے کھڑے دیکھ کر ٹھہر گیا۔

"کچھ نہیں۔" اس نے چونک کر اپنی پیش گردن ہلاتی۔

"میں نے نظر دیکھا ہے کہ آپ۔" مومو کی نظروں میں اس کی نظر آتی تھی اس کے غم سے تھیں۔

"تمہیں کہہ سکتے ہو کہ بہت کچھ نظر آ رہا ہے؟"

مومو کا لہذا عجیب تھا۔

"میں نے اس کے کدھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کا رخ اپنی سمت موڑ لیا تھا اور اس کی نظر میں تجاہل آیا تھا کہ مومو نظر اٹھا کر کچھ نہ سکی۔

"تم کل کی طرح توجہ بھی بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔" مومو کی بیٹی نے۔

"مطلب کہ اس کے کدھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کا رخ اپنی سمت موڑ لیا تھا اور اس کی نظر میں تجاہل آیا تھا کہ مومو نظر اٹھا کر کچھ نہ سکی۔

"تم کل کی طرح توجہ بھی بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔" مومو کی بیٹی نے۔

"مطلب کہ اس کے کدھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کا رخ اپنی سمت موڑ لیا تھا اور اس کی نظر میں تجاہل آیا تھا کہ مومو نظر اٹھا کر کچھ نہ سکی۔

"تم کل کی طرح توجہ بھی بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔" مومو کی بیٹی نے۔

"مطلب کہ اس کے کدھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کا رخ اپنی سمت موڑ لیا تھا اور اس کی نظر میں تجاہل آیا تھا کہ مومو نظر اٹھا کر کچھ نہ سکی۔

"تم کل کی طرح توجہ بھی بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔" مومو کی بیٹی نے۔

"مطلب کہ اس کے کدھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کا رخ اپنی سمت موڑ لیا تھا اور اس کی نظر میں تجاہل آیا تھا کہ مومو نظر اٹھا کر کچھ نہ سکی۔

فکر مومو کو کچھ کرنی میں سہارا دیا۔
 "کوئی بات نہیں ارادہ جتنے کون سا دیر لگتی ہے۔
 یہاں بیٹھے بیٹھے ہی ارادہ بناؤ اور اس کے لیے میری
 طرف سے آپ کے لیے کھٹ بھی ہو گا۔"
 "کھٹ؟ کون سا مومو نے جرنی سے پوچھا۔
 "ہاں تم لوگوں کا اپنی سون میری طرف سے ہو گا۔
 چاہے تم لوگ سو تیر لپٹ جاؤ چاہے مال صاب میں
 نکلس کفرم کروا لگی ہوں تم لوگ تیار ہی کر لو۔"
 انہوں نے تیار ہو کر سے کہا۔
 "میں نام امیرا کہیں جانے کا بھی مومو نہیں ہے۔
 آپ بروگرام میں کیسٹل کر دیں۔" اس سے پہلے
 کہ معظم انکار کرنا مومو نے خود منع کر دیا تھا۔
 "کہیں مومو کھٹ نہیں ہے؟" معظم کا مومو تو ہو گا
 جانے کے لیے؟ انہوں نے معظم کی طرف رخ مڑا دیا۔
 "اگر مومو کا مومو نہیں ہے تو میرا بھی مومو نہیں ہے"
 یہ پروگرام پھر بھی اپنا اٹھارہ لگتے ہیں۔ اپنی دے آئی!
 آپ سے پھر وقت ہو گی میں پیلا کے پاس ذرا آؤں
 تک جا رہا ہوں میری امانت آپ کے حوالے۔" وہ
 لستہ دیکھ کر چلا گیا اور مومو مزید چپ ہو کے بیٹھ گئی۔
 "کیا بات ہے مومو؟ میں تمہارے چہرے پر جو
 خوشی دیکھتا چاہتی ہوں مجھے بدل ہی نہیں رہی؟" غمگین
 اٹلی اس کے قریب آ کر بیٹھ گئیں۔
 "ہاں ایں خوش تو ہوں؟"
 "کیا انی لولی پلٹیں اس طرح خوش ہوتی ہیں؟ ان
 کی تو شراہٹ اور گھبراہٹ ہی ختم نہیں ہوتی ان کے
 چہرے پر تو گلابیں پھری رہتی ہیں۔" مومن کا دل پریشان
 ہو رہا تھا۔
 "میں معظم کی طرف سے کوئی براہم ہے؟"
 "میں نام کوئی براہم نہیں ہے وہ بہت اچھا ہے۔"
 ایک سمجھ دار اور ذمہ دار شوہر ہے بہت کیرنگ
 ہے۔" اس نے سچائی سے کہا۔
 "ایک ہفتہ ہو گیا ہے تمہاری شادی کو کچھ
 دن گئے تھے چپ ہو گئیں۔"

"کون شادی نام اسب ٹھیک ہے۔" اس آہ کا نام
 سے میں کچھ دیر کے لیے لپٹ بیٹھ رہا تھا جس جا رہی تھی
 معظم آجائے تو تیار ہو جائے گی۔
 وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور ملکہ اٹلی وچیں بیٹھی
 اسے بیڑ عیاں چرتے ہوئے لگتی رہیں۔
 * * *
 "اگر کتنی دیر سے سوئے کی کوشش کر رہی تھی لیکن
 سرور کی وجہ سے تھک نہیں آ رہی تھی پینہ کی دوسری
 سائپ لپٹا معظم اس کی بے چینی محسوس کر رہا تھا۔
 "کی بات ہے تمہیں ٹینڈ نہیں آ رہی؟" اس نے
 مومو کی طرف کھٹ بولی۔
 "سر میں دیر ہو رہا ہے۔"
 "ٹینڈ لے لو۔" معظم نے کھٹی کے بل اونچا
 ہونے ہوئے اسے دیکھا۔
 "ٹینڈ نہیں ہیں۔" وہ اپنی کینٹھوں کو مسل رہی
 تھی۔
 "تلاؤ میں سرور دھڑا ہوں۔" معظم نے اس کے سر
 کی سمت ہاتھ پڑھایا۔
 "نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔" مومو دریا
 پیچھے ہو گئی تھی۔
 "تھک ہو چلے گا۔"
 "پھر کسی علاج کے؟" اس نے مومو کی کھانسی سے
 پکڑ کر اپنی سمت کھینچ کر مومو کی پیٹ پیٹ کر
 "وہ۔۔۔ ٹینڈ تو ہیں لیکن اسے دلا کوئی نہیں
 ہے۔"
 "کہاں اس ٹینڈ؟" معظم اس کی کمرش پانڈ
 حائل کر کے ہونے بولا اس کا لہجہ بدل رہا تھا اور مومو
 کی کمرشیں سمجھ رہی تھیں۔
 "وہ۔۔۔ وہ میرے۔۔۔ میرے بیڑ دوم میں۔۔۔ اس
 نے بے رہا سے انداز میں کہا۔
 "تمہارے گھر میں؟"
 "ہوں۔"

"اے اس" وہ اباز سے مل رہا تھا۔
 "میر ٹھیک ہے۔" پادکی "وہ جی جی۔۔۔ بولا۔
 "کیا بات؟"
 "پتا ہو چاہتا ہے میں تمہارے اس وقت اتنی
 مشکل سے تمہارے گھر ٹینڈ لپٹ جاؤں اور پھر
 بھی ٹھیک نہ ہو میں تو مجھے کیا کاغذ ہو گا؟" وہ اسے دیکھ
 دیکھ رہا تھا۔
 مومو نے فخر اور جی۔۔۔ وہ ایک سنائی گزرا تھا۔
 "کہاں رہی ہیں؟" اس لیے مومن کے روبرو کی
 سمت بڑھے۔
 "میں کی سائپ ٹینڈ کی دور از سر مومو کی پھر شادی
 میں جہاں میرے پاس رہے ہیں۔" اس نے
 جگہ بتائی اور "معم" ہر گز نہیں کیا باقی سب بھی سو رہے
 تھے۔ وہ پہنچنے سے چل پھر آگیا۔ چونکہ اسے دیکھ
 کر گھبراہٹ ہو گیا۔
 "میں صاحب خیریت؟"
 "ہوں خیریت ہی ہے ملکہ آئی کے گھر تک جا رہا
 ہوں تم گھٹ بند نہیں کرنا۔ میں جس آ رہا ہوں پانچ
 منٹ میں۔"
 اس نے دیانت کی اور ملکہ اٹلی کے گھر آ گیا۔ ان
 کے چکر دار نے بھی معظم سے یہی سوال کیا تھا وہ اسے
 بھی قسٹل کر لیا اور مومو کے بیڑ دوم میں آگیا۔ اس
 نے دونوں سائپ ٹینڈ دیکھ لیے لیکن ٹینڈ کہیں
 نہیں تھے پھر اس نے شادی کا سر کیا اور ذرا سی دیر
 میں اسے ٹینڈ تو مل گئیں لیکن ساتھ میں اور بھی
 بہت کچھ ملا تھا۔ سامنے ایک چھوٹا سا بیڑ بیڑ کرکھا تھا
 تک وائٹ کمر کے بیڑی میرے سرخ رنگ کا دل
 ہاتھوں میں تمام رکھا تھا اور اس دل پر "ڈبل ایم" لکھا
 ہوا تھا، معظم نے ڈبل ایم کو حیرت سے دیکھا اور پھر کئی
 چیزیں دیکھا چلا گیا۔
 "آئی لویو معظم" ایک نوٹ بک پر چلی حروف
 لکھا ہوا تھا۔
 "آئی مس یو معظم"

"مومو، یہ فی تمہاری سب۔"
 "آئی لویو" اس نے بڑی قریبی ہر نوٹ بک اور
 ہر سائپ۔ معظم دوام تھا اور اس گیسے میں انکی
 رائے اور اپنی شہوت تھی کہ معظم شہر در سائپ
 تھی انکھوں سے لکھا ہو گیا۔ یہ سب اس وقت کی
 تھی جس میں جب وہ ٹینڈ میں تھا۔
 "کہاں کون چاہے گا نہیں میری طرح؟" یہ عبارت
 ایک انڈی کے ٹائٹل پر لکھی تھی۔
 "مومو کس سے محبت کرتی ہے یہ جاننے کی میں
 نے آج تک کوشش ہی نہ کی؟" اس نے بھی بھول گیا کہ
 اکثر رشتہ جوں سے اس کی آنکھیں گلابی کیوں رہتی
 ہیں؟ وہ کون ہے؟ غور کون ہے؟ کیا میری شکل پہ
 پہچان کر گیا تھا؟ وہ بھی میرے برابر غلطی اور مجھے پتہ ہی نہ
 چلا؟
 معظم کے تو جیسے کانٹوں میں لومو میں والا محفل
 تھا۔ وہ تینوں ایک ہی ٹکڑوں میں چکراتے رہے اور
 فاک دو سرے سے چھپاتے رہے سب کو اپنے ہی غم
 نے جاٹ والا تھا کوئی کسی دوسرے کے درد کو سمجھ ہی
 نہ سکا۔
 وہ اس انکشاف پہ سنبھل ہی نہ پڑا تھا۔
 * * *
 "کیا بات ہے بیٹا تم ٹھیک تو ہو؟" اس میں مقدم
 جگہ اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر ٹھٹھک گئے تھے۔
 "جی ٹھیک ہوں" آپ یہ فالٹریک کر میں، منیر
 صاحب اب کافی انتظار کر رہے تھے۔ اس نے ٹھیک
 پہ رکھی فالٹریک منت اشارہ کیا اور وہاں سے نکل کر
 اپنے کیمین میں آگیا۔
 "تم آج گھر چلے جاؤ۔" تھوڑی دیر بعد مقدم جگہ
 اس کے پیچھے ہی اس کے دوام میں آگئے۔
 "تھوڑی دیر تک چلا جاؤں گا میں یہ ضروری کام
 پھالوں۔" وہ انہیں قسٹل اسے رہا تھا اور مجبوراً مقدم
 جگہ کو واپس چلا گیا اور معظم پورا دن اپنی کام میں لگا رہا۔
 واپسی پر شام کے سات بج گئے تھے۔ واپس گھر آیا تو

پہلا مہمان مومو سے ہی ہوا تھا۔

”السلام علیکم“ مومو کے لیے سادہ سلام کیا۔
وہ سر ہلا کر اندر چلا گیا تھا اور مومو اس کی پشت کو دیکھ کر
رو گئی اسے اس کے موٹے حیرت ہوئی تھی۔

پھر وہ کھانے کے وقت بھی بیٹہ روم سے باہر نہ آیا۔
تو نیشلا نے حکم دیا مومو کو بلانے کے لیے بھیجا لیکن وہ سو
را تھا ساری رات اس نے آنکھوں میں گراڑ دی تھی۔
مومو تو اس کا انتظار کرتے کرتے سو گئی تھی لیکن وہ
نہیں سوتا تھا شاید اسی لیے طبیعت میں جو بدل چکی
محسوس ہو رہا تھا اور بیٹہ بیٹے ہی سو گیا تھا۔ مومو اسے
دیکھ کر ابس پلٹ گئی۔

”وہ سو رہا ہے۔“ اس نے اس کی سے بتایا اور کرسی
تھکیٹ کر بیٹھ گئی۔
”ہاں ناہ آفس میں بھی کچھ تھکا تھکا سا لگ رہا تھا“
شاید اس کی خیر پوری نہیں ہوئی۔ ”مقدمہ جانے سر
ہلایا۔“

”پھر وہ بھی ٹھیک سے کھانا نہیں کھا سکی تھی اور
چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر بہت جلد بیڈ روم میں آگئی
تھی۔“ گراڑتے میں وہ یہ یاد ہو چکا تھا۔
”آپ اٹھ گئے؟“ مومو کو تسلی ہوئی کہ وہ ٹھیک

ہے۔
”کیوں خیریت؟“
”میں کھانے کے لیے آپ کو بلانے آئی تھی مگر
آپ سو رہے تھے۔“

”نہیں اس وقت بھی جاگ رہا تھا۔“
”اچھا؟ تو پھر کب اٹھے کیوں نہیں؟“

”میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم مجھے جگاتی ہو یا نہیں؟
لیکن یاد نہیں آتی صاف ہو کہ راستے سے ہی پلٹ چلی ہو
خیر سے جنگ نے کی کوشش ہی نہیں کرتی چاہے بدھ
توہ کی خیر سو جائے۔“ معقم عجیب سے کہنے میں لگی
رہا تھا۔

”یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟“ مومو کے دل کو کچھ
ہول۔

”لو سر آؤ میرے پاس چٹوڑی معقم کے اپنے پہلو

میں اشارہ کیا وہ بیٹہ سے ٹھیک لگاتے نمودار زمین تھا۔
”میں نہیں ٹھیک ہوں۔“

”اوہر آؤ یا راپی خیروں سے مجھے بھی کچھ فیض
پاسپ ہوئے نا۔“ اس نے اصرار کیا۔

”میری خیریاں؟“ اسے حیرانی ہوئی۔
”لوہر آؤ کی تو باتوں کا میں“ وہ جینملا کے بولا اور

مومو مجبوراً بیٹھنے پر اس کے سامنے آئی تھی۔
”میں مل رہی ہوں ہاتھ رکھو اور اس مل کو اپنا پانڈ کرو“

اپنا قیدی بنالو، ٹاولن ہے اشارہ مل کی باتیں اور دلوں کی
باتیں نہیں سمجھتا اگر سمجھتا تو نہیں یوں نظر انداز نہ
کرتا۔“

اس نے مومو کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھ لیا تھا
لیکن مومو کو تو جیسے کرنٹ چوم گیا تھا اس کے ہاتھ اور
جسم آگ کی طرح تپ رہے تھے۔

”تپ کو خار ہے؟“
”نہیں یاد رہے میرے اندر کی جلن ہے۔“

”آپ ٹھیک نہیں ہیں معقم؟“
”میں ٹھیک ہو چکا ہوں مومو!“ اس نے مومو کا

ہاتھ لیں۔ ”رکھ لیا۔“
”آج کے بعد معقم جلدی بات تمہارے پاس نہ کرے“

کے بعد میرے دل سے مر کا خیال بھی نہیں گزر سکے گا
اگر میرا ہوا تو سمجھ لیتا تمہاری سچائی میں کوئی کی نہ تھی

تھی اور میں تمہارے معاملے میں کسی کو بھی نہیں
کہوں گا نہ چاہوں میں نہ دانتوں میں۔“ معقم نے

اسے یقین دلایا۔
”یعنی عبت ناست سے قائلہ کر رہے ہو؟“ مومو

نے چٹک کر کہہ دیا۔
”شاید۔“

”خیریت کا پتہ کیسے چلے گا؟“
”ہم اگر تمہارا ہاتھ ہمیشہ اسی طرح میرے ہاتھ میں رہا“

کو خیریت تمہاری اور اگر چھوٹ گیا تو سمجھ لیتا کہ میرے
میرے دل سے نہیں نکل سکتی وہ خیریت تھی۔“ اس نے

کہتے ہوئے مومو کا ہاتھ چوم لیا۔
”چلو یہ بازی بھی منظور ہے۔“ مومو نے مل لیا۔

”چلو یہ بازی بھی منظور ہے۔“ مومو نے مل لیا۔

لیکن مومو اور سچ لیا نہ میں تمہارا اس کے رہنا چاہتا ہوں۔ "معتظم نے کہے ہوئے اسے باہر میں لے لیا تھا۔

"معتظم۔ اتنی بوجھ سوچ۔ "تو اس کے سینے میں منہ چھپانے رو پڑی تھی اور معتظم کے تپتے جسم پر اس کے آنسوؤں کی دھاریاں گرنے لگی تھیں۔ اس کے اندر کی پیش کش ہو رہی تھی۔

مومو نے اپنا کپ تھام کر رضا مندی اور انداز سمیت اسے سونپ دیا تھا اور معتظم نے اسے سچے صاف دل سے قبول کیا تھا۔

دو سال یاد کے بعد آئینہ تو دیکھ لے دوست! تیرے حال کی ڈیڑھ گھنٹہ کیلکس آتی وہ ڈیڑھ گھنٹہ خیم کے ساتھ بیٹھ کے اپنے انگوٹھوں پر نخل پاش لگا رہی تھی جب وہ ہلکے سے شعر لگاتا تھا۔

"اچھی لگ رہی ہو۔" اس نے لور ہی منی میں تعریف کی تھی۔ اس کا چہرہ خشک کیا تھا۔ "نئی سنووری بیوی بہت لڑکھٹ کر رہی ہے" اسی طرح رہا کرو وہ اسے ستاتی نظروں سے دوید رہا تھا۔

"نخل پاش خشک کرنے کے لیے ناشتوں پہ پھونکس مارتی ہوئی کھڑی ہو گئی تھی۔

"لاؤ میں خشک کر رہا ہوں۔" معتظم اس کے ہاتھ تھام کے خود پھونکس مارنے لگا۔

"دیکھ لو اتنی محنت کر رہا ہوں" انعام تو لانا چاہیے نا؟ اس نے مومو کو جن نظروں سے دیکھا وہ بدک تھی۔

"پلیز، پلیز، معتظم امیری نخل پاش مہل ہے۔" وہ چیخ رہی تھی۔

"گروں گا ٹھیک، بلکہ نئی دکان لے" اس کے تپور خطرناک تھے۔

"ایک بات کہوں آپ سے؟" مومو نے شہیدگی سے کہا۔

"ہوں؟" کہو کیا بات ہے؟ وہ خشک کر رہ گیا تھا اور جیسے ہی اس کی گرفت ڈھیلی ہوئی مومو پھر سے اڑ

گئی تھی۔

"معتظم اپنے ساتھ نہ لیا اور وہ کھانسی لاتی ہوئی بندم باہر نکل گئی تھی۔ معتظم اس کی چلائی پر ہستا اسے تیشہ لگا۔

"تو اسے بھی سنبھل کے۔" مومو شہل بیگم سے حاکم لائی تھی۔

"مومو! آئی وہ معتظم۔" اس نے پیچھے دیکھا معتظم نکل کر کچھ کر کھڑا تھا۔

"بائشا اللہ بہت بیماری لگ رہی ہو۔" رینڈ ٹکر کے ڈر میں اس نے اتنی ہی ترقی تھی۔

"بیکار ہو۔" مومو کی شرم کے بارے نظر خشک ہو گئی تھی۔

"کہیں جا رہے ہو تم لوگ؟" انہوں نے تیاری دیکھ کر پوچھا۔

"مئی آج ہی دستہ بعد شاپنگ کا موزہ ہوا ہے میں نے بھی مومو کو اپنی جیب سے شاپنگ نہیں کروائی۔"

"ابھی بات ہے بیٹا! ضرور جاؤ خوش رہو۔"

انہوں نے دل ہی دل میں نظر اتارنے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں گاڑی لے کر نکل گئے تھے۔ آج معتظم کی مرضی کے مطابق تھا۔

معتظم اور وہ سب کے درمیان بیٹھے تھے۔ ماسوں نے انہیں بلایا تھا۔

"بیٹا! ہمارے شوپ سے خواہش تھی کہ پہلے بیٹے کی شادی ہو جائے اور ہو گا مگر لے آئیں پھر بیٹیوں کی باری آئے گی۔"

"کیسے کیا بات ہے؟ معتظم کل بیچیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"دور اصل کل شیرازی صاحب کی سزا رہے کے لیے ہمارے گھر آنا چاہتی ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے اس کی کل اتنی تھی میں نے سوچا پہلے تم دونوں سے مشورہ کر لیا جائے پھر میری بھریں گے۔" مقدم جانے لے دو دونوں کو کھلے۔

"ابھی باقی بھرنے کی کیا ضرورت ہے ابھی آپ ان کی پولی کلین کو انوائٹ کریں پھر دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے۔"

"میرا مطلب یہ تھا۔"

"میرا مطلب ہے کہ کل ہم لوگ آپس میں بیٹس کے توہمت سی چیزوں کا بیچ بیچے جگہ آپ لڑکے کو بھی انوائٹ کریں۔ صرف شیرازی صاحب کی سزا کے آجانے سے تو کام نہیں بنے گا کل؟" وہ خشک کہہ رہا تھا۔

مقدم جانے کو اس کی بات پسند آئی تھی۔ انہوں نے فون کر کے ساری بیٹی کو انوائٹ کر لیا تھا۔

"میں جاؤں سب؟" مومو کا کہی ہوئی۔

"ہوں جاؤ تمہارے بیٹ میں لب کیا ہے وہ؟" رہے ہیں ہم جانتے ہیں۔" مقدم جانے کو پتہ تھا کہ وہ اسے اور انات ویر کو کو گڈ نوٹس دنا چاہتی ہے۔ لور معتظم مسکرا رہی تھی۔

شیرازی صاحب کی فیملی اور لڑکا سب ہی کو پسند آیا تھا اور اسے کی خوش قسمتی تھی کہ ان کو اسے پسند آئی تھی ان دنوں گھروں میں بڑے لہو شور سے شادیوں کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں۔ مقدم جانے لگا تھا۔

انہوں نے لور اور میراں بیگم کو بھی ساری بات بتا کر مشورہ مانگا تھا وہ دونوں ہمیشہ بھی بیچیدگی کے نیک نصیب بہت خوش ہوئی تھیں۔ وہ لڑکے کا پانی نہ چلا اور شادی کے دن قریب آگئے!

وہ مندی کی کچی جھلی ہڈیوں میں مومو بچیاں لگا رہی تھی لور مندی کی خوشبو سے اس کا دل عجیب ہو جھل سا ہوا تھا بالآخر وہ نہ سکی تو ہاتھ دھو کر کی طرف دوڑ لگا دی تھی۔

"معتظم اندر کمرے میں آیا تو ہاتھ دھو کر مومو کی دکانیاں کرنے کی تواؤ سن کر ٹھنک گیا تھا۔ کل وہ پھر وعدہ ہاتھ دھو کر آئے ہوئی تھی۔

"ابھی تھوڑا دیر گزر کر لور مندی کے فکشن میں کل باہم ہے۔" معتظم نے اسے بیڑ پر بٹھایا تھا۔

"میں میں لب خشک ہوں نیچے مار چلتی ہوں۔" اس نے ہر جگہ لڑا ہے کہ کوئی نہیں گناہ کیا اور پھر اس کے ساتھ ہی باہر نکل آئی تھی کہ وہ زمانہ ڈر لے کر قہقہے لگنے لگا۔

"کام نہ نہ سکی۔ بیڑیاں اترتے ہوئے چندا کی وہ لڑکھڑاکے گرنے کو تھی کہ معتظم نے لکھم اسے سنبھلایا۔

"مومو! مومو! اس نے ریشلی سے اسے نکارا۔

"کیا ہوا مومو کو؟" نشاط بیگم بھی بولنے لگی تھیں۔

"چائیس بیڑیاں اترتے اترتے چکر اٹکی ہے۔" معتظم اسے اٹھا کر بیڑ دھوم میں لے گیا تھا۔ اسے تو مندی کے فکشن کے لیے تیار ہو رہی تھی اس لیے اسے پتا نہ چلا بلکہ لانا بھائی ہوئی تھی لور کی اطلاع راہداری میں داخل ہونے والی سڑک کے تقاطع کو ملی تھی۔

"بھیری مومو کو کیا ہوا؟" وہ لپک ہو چکے معتظم لور مومو کے بیڑ دھوم میں پہنچی تھیں۔

"چکر اٹھے گرنے لگی تھی بھائی کو فون کر دیا ہے۔" نشاط بیگم نے تسلی دی۔

"مومو! آگے کھینک کھولو بیٹا؟" لکھہ کہتی اس کے قریب بیڑ پہ بیٹھے ہوئے اس کا رخسار چھپتے ہوئے ہو گئی۔

پھر مقدم جانے کے بلالے پر وہ طوعا کرہا۔ مرقوں کا استقبال کرنے کے لیے بچے آگیا تھا۔

"سہارک ہو میں داوی بیٹے والی ہوں۔" نشاط بیگم مٹھالی کی بیٹے کے لے کر ان دونوں باپ بیٹے کے قریب آ گئیں۔

"اور میں دلوا۔" مقدم جانے قہقہہ لگا کر بیٹے لور معتظم حیرت لور خوشی کے طے جٹے تاثرات سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"بپ بیٹے کی سہارک ہو۔" نشاط بیگم نے مٹھالی اس کے منہ میں ٹھوسی ڈھ جھپ کیا تھا۔ لور انہوں نے بے ساختہ ہار سے اس کی پیشانی چوم کر دیا تھیں دی تھیں۔ آج ان کے لیے وہ ہری خوشی کا دن تھا۔ لکھہ اتفاق کو تو جیسے بہت اظہار کی دولت ملی تھی۔ وہ

مستم اور مومو کے وادی سے ملنے چاہیے۔
انہوں نے مومو کی فکر اتارنے کے لیے اپنا کوراپس
خالی کر دیا تھا۔ میری ہنک اسے شور اور بیٹے کے ساتھ
ہلے۔ یہیں تو یہ خوشخبری اس کی مقرر تھی۔ اس سب کو
بہت خوشی ہوئی تھی۔ مرنے کا فکس شروع ہوا تو
ایرین مومو کے بیڈ روم میں اس سے مل کر بیٹے کی
نئی مومو کو ڈاکٹر نے رست کرنے کی تاکید کی تھی۔

جب سے اربہ رخصت ہوئی تھی مگر ایک دم سے
خاموش سا ہوا گیا تھا۔ اب مگر یہ مومو اور امانہ ہی ہوتی
تھیں۔ معظم ایک بار پھر انہیں اور کادیا میں بڑی ہو
چکا تھا لیکن مومو کا دھیان دیکھنے میں کوئی کسر نہیں
چھوڑتا تھا۔ اس جا کر بھی پورا دل اس کی فکریں کرتا
رہتا۔

"کسی چیز کی ضرورت ہو تو تیار رہا میں وہ ایسی ہے
اوس کا۔" اس نے اس کے بعد کل کی تھی۔
"میں ضرورت تو ہے۔" وہ اس کی سے بولتا۔
"کس چیز کی؟" وہ اپنے دھیان میں تھا۔
"کپ کی۔" مومو کا بیٹھا انداز اور لہجہ اس کے
کالوں میں رہ گھول گیا تھا۔

"آجیو۔" وہ بھرا کب انکار کرنے والی تھی۔
اس نے نون رنہ کر دیا تھا اور مومو نے کھانے کے دو لوہے
پٹ کھول دیے تھے باہر ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی اور
پوا کے اندر یہ بارش بھی ٹھوکتی ہوئی محسوس ہو رہی
تھی۔

مستم کی محبت اور توجہ بھی اس کے لیے اس بارش
کی طرح ہی ثابت ہوئی تھی۔ جنہوں نے اسے سرگیا
بیکو کے رکھ دیا تھا۔ اور اس کا تین من جل تھل ہو گیا
تھا۔ چائے کی بارش میں بیگ کر مسود اور سر شاہ
کی رہنے لگی تھی۔ اس نے بھی سچا بھی نہیں تھا کہ
مستم اسے اس قدر چاہے گا کہ وہ اپنا کپ بھی بھول
جائے گی۔

"مگر نہیں۔" وہ بے قد محل اس کے قریب اس
کے عقب میں آکر اٹھ اٹھا۔
"آئی جلدی آگے۔"
"تم بڑا کورس دیر کر دلو۔" وہ اس کے کہہ کر اپنے
ہاتھ دھکتے ہوئے بولا۔
"آپ مجھ سے انتظار نہ کیا کریں کہ میں غصہ ہو
جاؤں۔"

"تمہارا حق یہ ہے کہ تم غور کرو۔" اس نے کہنے
کے ساتھ کڑائی اور مومو سے بھی تھی۔
"غور کے تو مجھے سے ڈر لگتا ہے۔"
"غور دل سے نکال دیا۔"
"مستم۔"
"ہوں؟"

"تم۔" تم میرے ہو میں؟" وہ معظم کا ہاتھ اپنے
دل پر رکھے پوچھ رہی تھی۔ مومو کے اندر کا خوف اس
سوال کے بعد اس کے جسم پر سمٹ گیا تھا۔
"ہاں صرف تمہارا۔" اس نے جیسے مضبوط انداز
میں جواب دیا تھا اور مومو کا کاپو اس میں بھل ہوا تھا۔
جیسے ہی اس کی خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔

"پتلا بچہ اپنے بیگے میں ہی رہتا ہے۔" وہ بولا
میرے ساتھ مگر جیلے اور پھر پوری سے قدر سو کر
گپ لوگوں کے اس گپے کی۔
"مگر اتفاق آج مومو کو کپے کے لیے آئی ہوئی
تھی۔" نشاط بیگم نے معظم کو کھانہ من کی خواہش پر
کل بھی کھانے کی۔

"کیا بات ہے کہ یہ ہو رہا ہے؟" مومو بھی ادیں بیٹھی
آئی تھی۔
"مومو میں لینے کے لیے آئی ہوں بیٹا۔" ملکہ اتفاق
نے فوراً "وہی آدہ کا قصہ بیان کیا۔

"وہ تو یہ بات ہے۔" مومو نے سر ہلاتے ہوئے کہ
اور معظم کی طرف کھانہ ملکہ اتفاق ملکہ بیٹھا تھا۔
"تم اپنی تیاری کرو میں دس منٹ کرتی ہوں۔" سز

ملکہ اتفاق نے طبیعت سے مومو کی ایک سے سر
جھاتے ہوئے کہا اور ہاتھ میں پکڑے چائے کے کپ کو
ہو تھیں سے نکالیا۔

"لیکن یہاں ہی تو زور دی میں کافی دن ہیں۔"
مومو نے ررا جھپکے ہوئے اٹھ بانی تھی
کہ اس نے کتے شوق سے لینے کے لیے تکی میں لیکن
مستم اتنے دن پہلے اس کے جانے کے حق میں نہیں
تھا اس لیے اس نے ہلکا پلٹا دیا وہ خود بھی مضطرب
لے جانے اور میں وہ کتنی تھی۔

"ارے تو کیا ہوا؟" تم پر وہ دن میرے دن میں
مگر اسے کہیں "میں اپنی جین و اتھا۔"
"کیا بات نہیں ہے؟" وہ بولا۔
"مومو۔"

سے کوئی بہانہ نہ بنا۔
"ملکہ! تم حوسالی ہو۔" مجھے کی کوشش کو اپنے
اک دم سے سے اور میں رہنا چاہتے۔" نشاط بیگم
نے جیسے سے جی خیر سے سمجھایا اور وہ دونوں ہی
فکرت سے جھپکے تھے۔

"ام پر کپ ماٹ مت کیجے گا۔ میں ایک ہفتہ
پہلے آجائوں گی۔" مومو نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ
مومو کی بات پر جس پڑی تھیں بے ساختہ اسے اپنے
ساتھ لے لیا۔

"کپ تم کیوں منہ لٹکا کے بیٹھ ہو؟ خوش ہو جاؤ وہ
نہیں جا رہی۔" ملکہ اتفاق نے معظم کو چمکاتا دھن
دواتھا۔

"تم نے میری جی کو لے جانے سے قید کر لیا ہے۔"
"کپ کی جی بھی کم نہیں ہے۔ ہر طرح کی زنجیر
میرے پاؤں میں ڈال دی ہے کپ چاہوں بھی تو آزاد
نہیں ہو سکتا۔" اس نے محبت پاش نظروں سے مومو
کو دیکھا۔ وہ نظر حکا کی۔ ملکہ اتفاق اور نشاط بیگم اس
پڑی تھیں۔

نولل مینہ شروع ہوئی۔ معظم شہر تک ہر اصرار
کرتے لگا اور وہ روزانہ اپنی طبیعت کی خرابی کا بہانہ بنا

کر کے نال و بیج لیکن اس دن وہ اس سے چھٹی ہوئی کر
چکا تھا اس لیے وہ کاٹنا نا ممکن تھا۔ وہ کپ میں بیٹھی
ساری جی کپ معظم نے بیڈ پر اس کے قریب بیٹھے
ہوئے اس کے چہرے سے کپل بنایا تھا۔

"میرا دل کپ۔" اس نے مومو کے چہرے سے ہل
لیجے ہلکے اور کپیہ آواز میں پکارا۔
"سوٹ ہارٹ! آن کون سا ہلکا تیار ہے؟" اس
نے مومو کو چمکایا۔

"آج ہسٹری اسنے کو ہلک بھی اس میں چلا رہا"
دل بھی بہت اس ہے۔

"میرے ہوتے ہوئے اس کی؟" اسے تعجب ہوا۔
اب مومو اسے کیا بات کی کہ بہت عرصے بعد اس نے
مگر کہ خواب میں نہ کہا ہے اور اسے دے دے ہوئے حال
سے بے حال نہ کہا ہے اس نے بل سہیہ اور پتہ سے
اتر آئی۔

"شاپنگ چلو گی؟"
"ہوں۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔
"لوگ تو پھر تیار ہو جاؤ۔" وہ اس کا چوٹیک کے
یا ہل گیا۔ مومو تیار ہو کر بیٹھے گئی۔

مستم گاڑی میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔
"بیٹھے میڈم! کپ کے انتظار میں کوحا ہو گیا
ہوں۔" اس نے دروازہ کھول دیا وہ سکرانی ہوئی بیٹھ
گئی۔

"میں نے چیزوں کی لسٹ بنا رکھی ہے یہ دیکھو یہ
ساری چیزیں خرید لی اس گولی کم ہے تو تم لکھو۔" اس
نے جیب سے ایک لسٹ نکال کر مومو کو بھجادی اور
مومو حیران رہا وہ دیکھتی رہ گئی۔

"یہ لسٹ کب پہنچی آپ نے؟"
"رات ایک بجے۔" جب تم گہری نیند سو رہی
تھیں۔" اس نے غور بتایا۔

"اتنی فکر اور خیال یہ ہے اپنے بچے کا؟" وہ حیرت اور
بے یقینی سے پوچھ رہی تھی۔
"اتنی فکر اور خیال نہیں۔" ملکہ اتنی محبت ہے
اپنے بچے سے۔" وہ محبت پورے دے کر بولا تھا۔

١- بیاد حضرت زینعل

$$= \frac{1}{2} + \frac{1}{2} \left(\frac{1}{2} + \frac{1}{2} \right) = \frac{3}{4}$$

١١٠ مائة الف

1. $f(x) = x^2 - 2x + 1$

Figure 1

کتابخانه ملی افغانستان

٩٣٩

۱۰ لا یخبر به احد من الناس الا ذلک امره

تہذیب و ثقافت

۱۰۰۰ سال کی کہانی

— 100 —

”مجھ سے ملے“ ”تو میری رہا“

۴۰۰

۴۔ سب سے پہلے ”گھر“ کی پہچان کرنی چاہیے۔

عنه انما هو الموت كما قال في قوله

۴۰۰ کیلو گرام سبزیجات و میوه

وہ کہتے ہیں کہ "میں نے اس کو دیکھا ہے"

گوئی کہ عافیت " گفت یوں : اب انعام کی طرف

مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا

معت اور من خانی لاس است.

المعاني في بيان ما فيه من المعاني والآثار والصفات

تمہاری محبت۔ تیرے اچانک لگنے سے دیا کی نظم
میں ہنسنے لگا۔ خداوند خدائے عالم کی۔ اپنے لیے
مستحکم کی آنکھوں میں سرسب کے گی تو تمہاری مستحکم
قد ہو یا۔ گی اسے۔ ملک آفاق مسرور انداز میں
کہ دی تھیں جبکہ مومن اور مستحکم کے وہ وہ
دعا کے کچھ گئے تھے۔

”اور اس راز کا بھی کچھ زندگی میں ہی کو پتہ نہیں چلنا چاہیے کہ تمہارے ساتھ اس مکمل میں کچھ بھی شامل نہیں کیا گیا کہ میری جی سوسو کر رہی ہو۔ چلے کہ اس کی زندگی اس کی محبت میں کیا ہے یا رونا دکھانے کی بجائے رول بھی ہو میں اس کے لیے میں اس محبت میں تڑپے ہوئے کسے دیکھتی؟ میں مکمل کو میرے قہر اقامت چھین کر اس کا ہمارے اسے ازلہ کر رہی ہے کہ وہ ٹھیک ہو جائے گی۔“

وہ حنا درانی سے شکوہ میں مصروف تھیں اور وہ دونوں بھرتیہ کمرے سے۔

میراں اور ملکہ ایک تصویر کے دو رخ تھیں ایک
بالکل سادہ اور ایک درخشاں سے کیا ہوا درخشاں اور شوخ
ملکہ میراں سے چھ سال پہلے تھی اور میراں کو چھ
سال بڑا ہونے کا اعزاز حاصل تھا اور اس اعزاز نے
پیشہ ہی میراں کا ساتھ دیا اور ہر جگہ قسمت پسند رکھی
تھی۔

میں باپ زباں پر تو کھل میری کوئی دیتے تھے
 کیونکہ وہ بڑی بی بی تھی اور سمجھدار تھی جبکہ ملک جنیال
 اور جنیل تھی لیکن ایک فرد ایسا تھا جس کے سامنے وہ
 بالکل نرم اور مٹی کا مادہ کھل رہی تھی۔
 وہ تھے اس کے کلج کے ایک نوجوان اور پرنس
 ہے پرنس فیروز شاہن باجوہ وہ لوں ایک سی کلج جس پر اسی
 تھیں۔

وہاں اس ملک کو پرچا لے رہے تھے لیکن نظر کرم میری
تھی۔ اس چیز سے بے خبر کہ ملک محبت کے سفر میں
تھی آگے جا چکی ہے لیکن جب ان کا پرچہ پڑا تو میری

دش نہیں تھا اس لیے وہ اپنے دل کو کیسے جھل کر،
اس لیے جب گھاتا گھلاتا ہے ذہن سے ہر لمحہ
صلوات محمد
”تج نام کی طرف چلتے ہیں“ تج وہ بھی گمراہ
ہیں۔ اس نے فرمائش کی۔
”چلو جب تج انہی کی طرف چلتے ہیں جیسے آپ
دش“ منسلک ایڈیٹر سوہنی بڑی۔
”نام کہیں ہیں“ آپ نے گمراہ اس نے ملازم سے
پوچھا۔

لیکن معتمد نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔
 قانلوور بڑھیاں جڑنے میں اس مدد ہی تھی پھر اسی
 طرح جاتے چلتے اسے ملکہ اتفاق کے بیڑے میں بند کرنے
 لیا۔
 ”تم ایسا کرو کہ صبر کو چھوڑ دو۔“ معتمد سے سنائی دینے
 والی تائید ملکہ اتفاق کی تھی لیکن اس کو اذیت پہ سزا
 ہو گئی تھی۔

”ہاں میں کہہ رہی ہوں کہ میری پوری زندگی صرف آپ کے لئے تھی اور اب آپ نے اسے کوئی فرق نہیں بنایا۔“

وہ بھوکا تھا اس لیے اس نے کچھ کھانسی ہوئی اور اس نے کہا کہ میں
 سے یہ شکاری کر کے لے کر آئے ہیں اس نے کہا کہ میں اس کے بعد جب
 واپس آؤں گا تو اس کی کوئی بھی بات قبول نہیں کرے گا
 اور یہ کہ اس کو اس روز کی فون کل کے بعد اس کی شکل
 بھی نہیں دیکھنا چاہتا سب سے باتیں ہو کر وہ تمہارا
 ساتھ ضرور قبول کرے گی لیکن اگر تم یہ چاہتے ہو کہ
 اس کی آواز سے پہلے تمہارا والد اس کا نکاح نہ کر جائے
 تو وہ نکاح نہ کرے گی لیکن تمہاری طرف سے اس نکاح
 صاف نہیں ہو گا جبکہ وہ سرے پر تھے اس لیے

”لیکن مجھے تو بچے سے زیادہ بچے کے باپ سے
محبت ہے۔ اتنی نروں کہ اس سے پھرنے کا ہی تصور کر
لے تو میرا دل۔“

”یہ کیا کہہ رہی ہو یا ا میرا دل کیا ہے؟“ اس نے سوچا کہ اتنے ہونٹوں سے لگایا۔

”جس بچے کو مل چلا وہاں ہے۔“ اسے پاس لے
 آئی اسی لیے تو وہ ”اثبات میں سر ہلا دیا۔ اور محکم نے
 ایک ذرا تک کھڑے رہنے کے سلسلے میں گاڑی پارک کر دی۔
 تھوڑی دیر بعد وہ شورو مگلاں میں آئے تھے۔

اور اصرار کرتے ہوئے اس کی فکر درست کر دیا
وہ انہ کو لے آئی یہ چاہی۔ اسے اس کا سینہ سے
چراغ جلا کر لایا گیا تھا اور جب وہ سیدھا ہوا تو موم کی
آگ لگی۔ چمکا کر کہیں۔ چمکا کر کہیں۔

”لیا دیکھ رہی ہو؟“ قسم ایک گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

”عظیم۔ وہ جتنا دیرانی اس کا پچھا کرو“
 گاڑی نکال رہا ہے۔ ”مومنو لے پھو اسی ہے کہا۔“

”سمن درانی؟“ معلم نے سناؤ سے تعلق گاڑی کو
دیکھا۔

”مستلم کیا دیکھ رہے ہو؟ اس کو فالو کرنا چاہیے۔“

”کس لیے فائدہ کھول؟“ عظیم بے اثر سے انداز

”وہ صوبہ میرا ہے۔“

”سیرا میرے کیا تعلق؟“

چپ ہو گئی تھی لیکن انڈر وول انٹھ رہے تھے۔

”بھول جاتو اس نام کو۔“ اس نے گاڑی موڑ دی۔
 نور الدین نے آنسوؤں میں چابی کی تھی۔!



وہ کافی محوِ مینے پھرنے کے بعد واپس بسٹ لودو لوں کے موڈ و بار سے فوٹس ہو چکے تھے جس پر مستحکم



کے لیے آیا تو ملک خاک ہو گئی۔ دل تھا کہ مجھ پر چل
 اٹھتا تھا اس کی آنکھوں کے سبب نہ ملتا تھا نہ ہی خوش
 اپنی چاہتوں کی قوت تھا کہ لاسے نور میراں کو نور
 لہو اس کے لئے نہ

پروٹیسٹنٹن احمد ملی لانا سے خالصے کنوڑ تھے
 لیکن میراں ساہو شاکر تھی۔ وہ ان کے ساتھ ہرحال
 میں خوش تھی نور کی خوشی ملک کا خون جی

نور پھر ایک روز مقدم کے دوست آفاق کارو دل
 ملک کے لیے آیا جسے ملک نے فوراً قبول کر لیا تھا۔ جو
 کچھ مل رہا تھا وہی دس دس دی جاتی تھی۔ اس نے
 دل کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے خوشی کر لی۔ آفاق
 استثنائی امور کو کبیر فیملی سے تھا ملک اپنی خوشی دولت
 نور جاننے لہو سے ظاہر کرتی رہی لیکن دل کی آگ نہ

تھا رضوی نے انیس بے پناہ محبت دی مگر میراں
 وہاں اچھا دل تھا دل سے نہ مٹا نہیں مگر موسوی
 پیرائش نے کچھ ایسا اثر کیا کہ وہ بھل گئی تھیں ان کی
 ساری محبتیں موسوی طرف مڑ گئیں۔ ہر مذہب پر مٹا
 کا جذبہ جاری ہو گیا تھا۔

آفاق رضوی کی ایک سڈنٹ سے ہونے والی
 طبعاتی موت نے بھی کافی عرصہ انہیں دھچکے کی سی
 کیفیت میں رکھا لیکن پھر جی کی خاطر وہ دتر رفتہ
 سنبھل گئی تھیں۔

اپنا گھر چھ کر مقدم بھائی کے ساتھ واپس گھر چھ لیا
 نور شوہر کے کاموں کو سنبھالنے کے ساتھ ساتھ تعلیم
 مکمل کی اور ساتھ میں دو تھک گیا۔ بول بول رہا تھا
 ترقی کر لی تھیں لیکن اگر کبھی ارادہ کرے لیے گھر کر
 دیکھتا تو ہر داغ سینے پر گناہی لگا اور یہ داغ اس وقت
 جل اٹھے جب موسوی مقدم کے لیے تڑپ تڑپ کے
 دلی نظر آئی۔

مقدم کی فکوح منٹ کی رات انہوں نے موسوی کو
 ٹوک لیا اور دے کر ملایا تھا لیکن خود ملہری رات باقی
 رہی تھیں اور رات بھر نہ گئے کہ اندر ہی سے ایک

فیصلہ کیا تھا۔ میراں کی جی کو راستے سے ہٹانے کا
 فیصلہ نور اس فیصلے کو جتنا در لائی کے ہم نے اور کی
 مضبوط کر دیا تھا۔

جیسے ہی انہیں مرادو جتن در لائی کے قصے کا پتا چلا
 اسوں نے فوراً اس سے رابطہ کیا تھا نور اس کے اقوال
 کا اور ایمان تڑپ ہوئے والا تھا۔ صرف اس شرط پر کہ
 وہ کبھی کسی کے سامنے ملک آفاق کا نام نہیں کرے
 گا۔ یوں مرادو انہیں گرنے والا جتن در لائی ہی تھا لیکن
 اسے انہیں گرنے کے بعد ملک آفاق کے فارم ہاؤس کے
 بیس منٹ میں رکھا گیا تھا۔ مرادو آنکھوں پر پٹی باندھ
 کے وہاں لایا گیا اور ملک آفاق کے بارے میں اس
 سے زبردستی فتنہ چل کر دلی تاکہ مقدم اس سے بد عن
 ہو جائے لیکن وہ نکل کر نے کو تیار نہیں تھی۔ جس پر مر
 کو بے پناہ تنقید کا نشانہ بنایا گیا کہ وہ پھر بھی نہیں ملتی
 تھی بلکہ آفاق نے جتن در لائی کو مشورہ دیا کہ وہ
 مقدم کے قتل کی دھمکی دے۔ جس پر بھان جانے کی اور
 ایسا ہی ہوا مقدم کے قتل کا سن کر وہ بھنے لگی اور جو کچھ
 جتنان نے کہا وہ سب فتنہ پر مقدم سے کہہ دیا تاکہ
 مقدم اس کا انتہار کرے نور شدیدی گرجے۔ شادی
 کے لیے اس میں نور کوئی ٹوکی نہیں تھی سوائے موسوی
 کے۔ نور ان کی سوچ کے مطابق مقدم بلکہ نور تیار
 بیگم کی نظر اچھا موسوی آنکھوں کی۔

وہ اپنے مقدم میں کامیاب ہو چکی تھیں لیکن اتنی
 جلدی مرادو کو آواز نہیں کہہ سکتی تھیں۔ اس لیے تھا کہ
 مقدم کے قتل کی سرفش پر قدم چلانے کے لیے موسوی کو
 وقت لگے گا اور ان وقت کے لیے انہوں نے مرادو کو
 کیے رکھا۔ موسوی اب بچے کو غم دینے والی تھی وہ دونوں
 خوش تھے اور ملک آفاق بے فکر۔ انہیں اب کوئی ڈر
 نہیں تھا۔

مرادو بچے کی دلوں سے تیار تھی یہ اسے بخار رہتا تھا
 قتل در محل سے بے جا ہو گئی تھی اسی لیے اب
 جتنان سے کہہ رہی تھیں کہ اسے آزادی کا پروانہ
 سونپ دے مگر جتنان نہیں ملتا رہا تھا۔ اپنی شادی کے
 لیے غارتی چاہتا تھا اور ملک آفاق اسے گھرتی دے رہی

تھیں حالانکہ وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ مرادو قتل کی بھی
 گورنی نہیں ہے۔

مقدم کے ہاتھ میں موسوی ہاتھ چھوت گیا تھا۔
 اس نے تڑپ کے مقدم کی طرف دیکھ اس کے
 چہرے پر کسی ڈر کے سے کہہ کر دیکھ لے رہے
 تھے۔ موسوی کو ایک نظر دیکھ کر موسوی کی آگ نظر سے
 ہی مر گئی۔ وہ پلٹ گیا تھا اور یہ کیسے ممکن تھا۔ موسوی
 پیچھے نہ آتی بلکہ اسے ہماری وجود۔ ہاتھ اس
 سے چلا نہیں جا رہا تھا۔ کرتی رہی یہ وہاں تڑپ تھی
 اور اس کے پیچھے واپس نہ تھی۔ راستے میں اسے
 لاندہ نشانہ دیکھنے لگا۔ انہیں سیدھی بیدارم میں آئی
 تھی۔ مقدم نے یہ دیکھا تھا اور وہ نہیں ہاتھ اپنے پاؤں
 میں پھنسا۔

موسوی کا اڑ رہا تھا خوف سے جسم بھی کھل رہا
 تھا۔ اس کی ہانے اس کی قیامت کا کھیل کھیل تھا۔
 موسوی ہاتھ پٹ رہا تھا۔ وہ بے حس و حرکت بیٹھا تھا
 نور بے خطر اب نہ تھی۔

”مقدم! اس نے مقدم کو کارہ
 ”خبر نہ ہے!“ اس نے استغاثہ پھر لیے لیے میں
 اسے جب کہو اپنا موسوی کے قدم لڑکھا لے
 مقدم نے اسے ہاتھ کر اس کے سامنے آکر اہوا تھا۔
 ”مجھے صرف اتنا بتانا سولی آفاق کہ میں تمہارا
 ہوں یا محو شیں کا؟“ مرادو نے میری خاطر حکم خرید
 لیا؟ جیتنی مر گئی؟ اور میں اس پر فتنہ مچ کر خوشیوں
 منام ہوں؟ بتاؤ مجھے میں کس کا ہوں؟ کس کا نصیب
 ہوں؟ مجھے کس کا کیا کیا ہے؟ اسے بتاؤ مجھے سہی اپنی
 دل کو تیار۔“

”جی اٹھا۔ موسوی آنکھوں میں آنسو جم گئے۔
 ”مقدم!“ نور بے جا۔
 ”مرادو! اس مقدم!“ وہ ہوا اٹھا۔ موسوی قدم
 پیچھے ہٹ گئی۔
 اس کا سب کچھ لٹ گیا تھا۔ صرف اس کی ہان کی

وہ ہے۔ ”مقدم! اس نے ہاتھ پٹ رہا تھا۔
 ”مقدم! اس نے ہاتھ پٹ رہا تھا۔
 ”مقدم! اس نے ہاتھ پٹ رہا تھا۔
 ”مقدم! اس نے ہاتھ پٹ رہا تھا۔“

”یہ سب کس کے لیے ہے؟“ ملک آفاق اپنے
 کمرے سے باہر آئیں تو ڈرائی میں سارے وارنٹ
 دیکھ کر گھبر گئیں۔
 ”جھوٹی بی بی اور مقدم صاحب کے لیے۔“
 ”کھل کر دیکھو!“ نہیں خوشی ہوئی تھی۔
 ”وہ تو چلے گئے۔“

فصل غم کا گوشوارہ

فصل غم کا گوشوارہ

فصل غم کا گوشوارہ

فصل غم کا گوشوارہ



شفیق ہمارے عمر بختیں کاہلہ سے غیور کرنے والی
تھی اور وہ ہنوز غیر شادی شدہ تھا تو اس کا مطلب ہرگز یہ
نہ تھا کہ وہ کوئی بالکل نکال شخص یا الکی ہی کی
اور غای میں جلا شخص ہے۔ وہ بے چارہ تو بہت بھلا
ہمیں شخص تھا بارہ ماہ تیس روزہ کر ایک بلکہ کل مل
میں بیچور ایلہور بھرتی ہوا تھا اور ترقی کرتے کرتے



وہ سب کو کوئی مارویں۔ لیکن وہ ہے ہمیں نہیں زخم
نیچے رو رہی تھیں لیکن کہ وہی نہیں جب اپنا
تقریباً تھیلہ کا بارہ اڑھائی اور ۱۲ لٹروں کا آٹا۔
لیکے کے اس کے پاس کیا تھا۔
”آپ کے ہاں جانا ہوا ہے۔ لیکن ہمیں اسوں
ہے کہ ہم آپ کی آغوش کو نہ بچا سکے۔“
”اگر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور پھر پاس
سے گزر گئے۔ وہاں موجود سب لوگ دم-نورہ گئے۔
صرف ملکہ آفاق تھیں جو چند آواز سے رو رہی تھیں۔
معظم ہوز اور فریٹس پر مشا تھا۔
”موسو۔ اس کے سر سے اس اتنا ہی نکلا تھا۔

مر کی دوا پس اور ملکہ آفاق کاسٹ۔ کچھ چھوڑ چھاڑ کر
نبالے کھل رہے ہو جانا سب کے لیے حیرانی اور
حیرانی تھی۔ کوئی اس شخص کو سنبھال نہیں سکتا تھا۔ موسو کا
ہارٹ ٹپل کیوں ہوا ہے یہ بھی ایک معجزہ تھا جو مل کے
تھیں وہ رہا تھا۔ اور اس سارے قصبے میں ایک معظم
یاد تھا جو سب جانتے تھے کہ اس کے گھر میں ایک
کی طرف دیکھا اور منتہا رہا۔
ملکہ آفاق کے کہ ”موسو“ ملن اور اتنا دے گئے
ہوئے گھر سے میں موسو کو کئی تھی۔ یہ اہمیت ہی نہ
آفاق کو رہا کر گئی۔
اور معظم میں ہی اہمیت کو خوب سمجھتا لیکن ہر چیز
سے بے نیاز ہو کر صرف اپنے پیش میں گم رہتا تھا۔
مناش کی صورت معظم بھی اور آنکھیں موسو جیسی
تھیں۔ معظم کے چہرے پر موسو کی آنکھیں تھیں۔
”موسو! کٹر اس کے بے گھر بھتی رہ جاتی اور پھر بچے
سناٹا اسے بیٹے میں سمجھاتی تھی۔
بڑی شدت اور محبت کے ساتھ۔

”اچھا میں گھر گوں؟“ میں اپنی ہاتھ۔
”آپ سے ملنے آپ کے بیاہرام میں سے لیکن پھر
خوڑی پر بعد چلے گئے۔“
”میر۔ یہ وہاں میں؟“ وہ نکلتا تھا۔ میں۔ میں نے
دلی میں خطرہ، دلازمہ سمجھا تھا۔
”تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔“ میں نے کہہ دیا۔
پیشہ پھوٹ گیا تھا۔
”مجھے کیا پتا تھا کہ آپ کو اتنا ضروری ہے؟“ دلازمہ
”موسویت سے بولی۔
”لفٹ چاؤ درج ہو جاؤ۔“ وہ دلازمہ پر چڑھا۔
لیکن اچانک مقدمہ ہوا کہ گھر سے اٹھنے والا شور ملن کی
جان نکال گیا تھا۔
”موسو کو کیا نہیں کیا ہو گیا ہے؟ ابھی ابھی ٹھیک
تھا کہ گھر لگ گئی۔“
نشاٹیکم رو رہی تھیں۔ معظم سے ہسپتال لے کر
جا چکا تھا۔ پچھلے دن سب کی کانیاں بھی روانہ ہو گئی
تھیں لیکن ہسپتال پہنچ کر ملکہ آفاق کو پتا چلا کہ موسو کا
دل تو بہت کمزور بہت نازک تھا جو کہ وہ سن سکتی تھی۔
یہی سہجائی اور اس کی کنڈیشن کا سن کر وہاں ہو
گئی تھیں اس کے بچنے کے پختہ دست کم تھے۔
”معظم قہر سے تم نے اس سے کچھ کہا؟“
معظم کا کہنا پڑ چکی تھیں۔
معظم نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ۔
”کیا میرے کہنے کی کوئی کڑی تھی؟“
اس کے بعد وہ چلی گئی کہ نبالے کیا کیا گئی وہیں اور
وہ چپ چاپ منتہا رہا۔
”موسو مر جائے گی معظم! میں جانتی ہوں میری
موسو مر جائے گی۔“ انہیں اور اب ہو چکا تھا کہ وہ کہا
کچھ سن سکتی ہے؟ اور اسی بیٹے کا اور اسے رلا رہا تھا۔
اور اسی درد کے مارے میں ہر طرف دیکھ سے بھی اچھڑتی
تھیں۔
اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ ساری بات کرنا کہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

2000 152

”اگر میں اس سے بددعا نہ کر دوں تو یہ بے شک“
 ”کیا یہی بات تیری ہو گئی؟ رات کو بھی نہیں
 میں۔“ ”پھر وہی بیٹے جیسے تھے وہاں کھلا۔“
 ”روینہ کی طبیعت ٹھیک نہیں، اس مجھے لگا
 ہے۔“ اس نے طبیعت کو صوری صوری
 ”پھر میں کیا کروں؟“ ”اچھے بی بی نے تیاریاں
 چاہیں۔“
 ”میں تو تکلیف کی شدت سے تڑپ رہی ہوں۔“
 اس نے دل کو صورت حال کی شقیں کا احساس دلایا۔
 ”پھر میں کیا کروں میرے کمرے کا، روزانہ پیٹنے سے
 کیا حاصل ہو گا جاکر صحت دانی کو رواں کھٹکنا؟“
 ”اچھے بی بی نے بے موتی سے جواب دیا۔ میں کا
 جواب سن کر شقیں اچھے شدہ رہی تو وہ گہرا اس
 صورت حال میں ہاتھ بیل سے اس سنگین کی توقع نہ
 تھی۔“
 ”میں سے دور بے پناہ بھاڑ کر کیا دیکھ رہا ہے؟ جیسے تیری
 بیوی ہی شام کو کمرہ رہی تھی کہ اللہ کرے میں مر لوں تو
 اس کی جان بچو نے تو سمجھ لو تم دونوں کہ مر گئی میں۔“
 ”نہلا یا سلسلہ خود۔“
 ”اچھے جگمگ روینہ کو شانے کی غرض سے لوبھی تو
 سے بولی اس کا خیال تھا شقیں اچھے اس کے سامنے
 ٹھکرائے گا اس کی منت کرے گا کہ وہ اس کی تباہی
 کے پاس چلی جائے اور تڑپا اعلان دھرتے ہوئے وہ
 ہو کی خبر کئے چلے گئے کی گھر اس کی حیرت کی کوئی استا
 نہ رہی جب چند گھنٹوں تک اسے سرد نگاہوں سے
 تنے کے بعد شقیں اچھے خاموشی سے وہاں بیٹھ گیا تھا
 ”اچھے بی بی نے اسے گواہ سے کر دیا تھا چاہے گھر بھرا
 آؤں آئی۔ کچھ شام کی لڑائی کا قصہ بھی بیل تھا جب
 روینہ اسے جھولیاں بھر بھر کر کونے سے رہی تھی تو
 کیسے گونے کا کڑا کھا کرے میں بیٹھ رہا تھا۔“
 ”ٹھیک ہے میری ملا سے جیسا کرے۔“
 ”اچھے بی بی نے دل کی پکار نظر انداز کرتے ہوئے
 دوبارہ وہاں بند کر دیا تھا۔ شقیں اچھے وہیں کمرے میں
 آیا۔ وہ سے نہ صحت بیوی کو صحت دانی کو صحت دانی

کے گھر کی طرف دوا۔
 کٹے کی خبر کا تڑپ دانی جو ساتھ کا بندر عبور
 کرنے والی تھی، ٹھیک تھی کی صورت کو اس پر اتنا اثر
 تھا کہ سرکاری اسپتالوں میں دھکے کھانے کے بجائے
 گھر پر صحت دانی سے کیس کروانے کو ترجیح دیتی
 تھی۔
 ”گھر سے پوچھنے میں صحت دانی اپنے ساتھ سلطان
 سیت روینہ کے پاس پہنچ چکی تھی۔“
 ”جس بیٹا اتنا گھبراہٹ کا کام نہیں۔“
 ”میں نے شقیں اچھے کو کمرے سے باہر بھیجا۔ شقیں
 اچھے نے کتنی ناگواری کے ساتھ برآمدے سے گھر کے
 سینکڑوں چکر لگائے۔ صحت دانی میں قریبی قیادت کو رو
 کرتے ہوئے وہ بھڑکھا کہ وہ لڑنے نہ کھڑا میں سے
 کسی کا تو دروازہ کھلے، صحت دانی جلد از جلد کوئی
 خوشخبری سنانے یا بارہی بی بی اس شخص وقت میں اس
 کے پاس اگر قریبی کے کوئی دوا ہے۔“
 ”اس مشکل وقت میں اکیلے پن کا احساس بہت
 تکلیف دہ تھا کوئی بھی باہر اس بند خانہ نہ تھا۔
 کیسی سنگین دل کی بارہی بی بی۔ اس نے بیٹکی دوش کا
 کوئی اعلان تھا اس کی پریشانی سے کوئی سروکار نہ تھا
 شاید اندر ہی اندر کمرہ رہی تھی۔“
 ”شقیں اچھے کی آنکھوں میں پکارا، آؤں آؤں تھے
 اور وقت بھی جیسے گھر سا کچھ تھا شقیں اچھے بار بار کلا کی
 پر بندھی کمرے پر نظر ڈال کر وہاں ہلنے لگا اور
 کمرے سے دروازے کی کئی کئی بیڑیوں کی گواہ آئی تو
 اس کا دل تڑپا جاتا جاتے جاتے کھینچتے جاتے تھے کہ جلاں
 کئی کا کام تم دوا۔“
 ”کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور صحت دانی کا سکرانا ہوا
 چہا ہر کلا۔“
 ”سباغ ہو بیٹا ہو اچھے۔“ اس نے خوشخبری
 سنی اور شقیں اچھے کو تو جیسے اپنی ساتھی پر اعتبار نہ
 آیا۔
 ”بہت مشکل کیس تھا شکرانے کے نکل رہا تھا کہ
 اللہ نے زچہ اور بچہ دونوں کو بخیریت رکھا۔“ صحت

دانی کے کمرے پر وہ صرف سر ہلا کر رہ گیا۔
 ”گھر سے پوچھنے میں صحت دانی برصحت ہوئی تو
 وہ خوشی سے دھڑکتے دل کے ساتھ کمرے میں داخل
 ہوا۔ روینہ کے پاس لڑائی کو تھا سلو۔“
 ”کتنا یاد اسے ناگوار تھا۔“ اس نے اسی وقت سے
 بچے کو گھر میں اٹھا کر دیکھا تھا روینہ مسکری۔
 ”تو ٹھیک ہے نا؟“ اس نے روینہ کے چہرے پر ہاتھ
 ڈال کر چہرے میں ہی اس کی گلابی رنگت میں کسی
 زردی کی کھل گئی تھی۔ ”صحت دانی کو تو بہت
 پریشان تھا کہ اس وقت اس نے روینہ کے چہرے پر ہاتھ
 اس نے خون نہ گرتے شقیں اچھے کا کمرہ میں تھا پھر
 انکی موت کی کھل لڑائی تھی۔“
 ”ہاں لب تو کھینچ رہی تھی۔“
 ”روینہ ہونے سے مسکرائی تھی۔“
 ”اتنے میں ہی دوسرے کھنڈ پر کی تو اس کے
 نکلیں۔“ ”اچھے بی بی کمرے سے باہر آئی تھی۔“
 ”میں صحت دانی کی لڑائی میں ہی پائے ہوئے تھی۔“
 ”میں وضو کر کے نماز پڑھ کر اس روینہ اچھے کے
 گھر میں آؤں۔“ ”تو رہی ہے۔“
 ”وہ نماز پڑھنے سے پہلے کیا تھا۔ وہیں تیار ہوا جیسا بی
 ”میں میں تھے تخت پر بیٹھی تھی۔“ ”میں صحت دانی
 تھی۔“ ”شقیں اچھے کو دیکھا جاتا تھا۔“ ”میں شقیں اچھے
 کے چہرے پر ایسی لاشعلی چھائی تھی کہ وہ اسے پکار نہ
 پائی۔“ ”شقیں اچھے خود ہی چھوٹے موٹے کلمہ نثار پھر رہا
 تھا خود ہی روینہ کو پکارا پکارا تھا۔“ ”بچے کے
 نکلتے ہی خود ہی دھواں لے لیا جیسا بی بی لڑائی کرے
 کے باہر کھڑکٹ رہی تھی۔“ ”شقیں اچھے جانتا تھا کہ پونا
 دیکھنے کو اس کا ہی ہنس رہا ہو گا۔“ ”صحت دانی کا شخص
 وقت کیسے بھلا آؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے پھر
 کمرے میں کھس گیا۔“
 ”اگر میں اس شقیں اچھے روینہ نے بیٹے کو دوا
 پکارا تھا اسے اپنے چہرے میں لائے ہوئے پوچھا۔
 ”پھر شقیں اچھے میں اس انتظار میں ہیں کہ میں خود
 پکار کر نکلوں گا کہ اگر اپنا پونا دیکھ لے، لیکن اس کا

انتظار انتظار رہا ہے۔“
 ”وہ طریقہ بھی جیسے ہوئے ہوا۔“ ”روینہ نے حیرت سے
 شہر کو دیکھا۔“ ”اس سے پہلے اس نے اس کے لیے یہ
 ”اچھے اچھے میں کیا تھا۔“ ”کچھ گھنٹوں تک وہ سوچتی
 ”اچھے میں شوہر کو کتنی رہی پھر چلو میں لینے دھوپ
 ”اچھے میں گلاؤں۔“
 ”شقیں اچھے بات سنو میری۔“ ”بہت لمبے گزرو گئے
 تھے جب اس نے شوہر کو نکال دیا۔“
 ”ہاں کیا؟“ اس نے سوالیہ نگاہوں سے بیوی کو
 دیکھا۔
 ”میں کو تو اندازے لو پوچھنے کو بہت سی کر رہا ہوں گا
 اس کا۔“
 ”اس نے شوہر کو نکال دیا۔ شقیں اچھے نے حیرت
 ہو کر اسے دیکھا کہ کم از کم روینہ سے اس بات کی توقع
 نہ کر رہا تھا۔
 ”وہ بڑے روینہ انکی کے لیے پھر میرا ہی بہت
 دیکھا ہوا ہے۔“ ”لینے موقع پر تو بے گانے بھی کام آجاتے
 ہیں۔“ ”جیسے کیا پارت کو بس میں اسے بلانے کیا تو کیا
 صاف لکھ۔“
 ”صورت پچھلی باتیں شقیں اچھے روینہ نے اس کی
 بات کالی تھی۔“
 ”آخر میں سے جیسی“ ”جیسے جنم دینے والی“ ”جیسے کیا پاتا
 میں جتنا کتا (کھا) (شکل) کلمہ سے بہت حق ہوتا ہے
 میں کا تو بلا لائے بچہ دیکھنے کو اتنی ہو رہی ہوگی۔“
 ”روینہ دھیمے سے اپنے میں مسکراتے ہوئے بولی تھی اور
 شقیں اچھے حیران پریشان اٹھ کھڑا ہوا۔
 ”میں کو بلانے کے بعد اس نے ایک لکھ اس کی
 طرف دھکیل کر بھی تو دیکھا تھا کہ کن سوچ کمال سے
 نکلا ہے۔“





مریم شاہد

بیمہ کے گلاب

”ہو نہ! حسبِ پڑھنے آبلہ کہ۔“ اس نے اجار کی نقل لٹائی۔
 ”خود تو شکل سے دل سے کسی ہیکل کا منہ تل نہیں دیکھا اگر تیرے کے جنگلوں کے سمورہ بندر۔“
 ”ہاں! وہ شہری بد را جو کم ہو گئی تھی تو کہہ کر فوراً سپردِ عیال تیرہ کر یہ جانہ پا ہو گیا یہ تک جس سے کہ بعد نہ تھا کہ وہ اپنے کے پر عمل بھی کر رہی تھی۔“
 ”میں گاہی۔۔۔ دیکھ لیں آئیے اس پے ایک گیسٹ کوئی میرے لیے“ عین ”بنا یا رہا ہے نہ ہو کسی دن۔“ وہ اور بھی تواریش اپنی ہمارے نکالنے لگی

”دل تو کرتا ہے کہ جوئے لگاؤں بچاس اور نکوں ایک۔“ اس نے دولت چکپائے مکروہہ عقلی سے فس واد اور پھرانے لمحے میں مصنوعی حیرت سمو کر دیا۔
 ”بسید! تمہارا حسبِ انکار ہے یہ چہ چہ شہم میں اگر بھی قاس عورت مجھ سے حسبِ پڑھے جایا کروں۔“
 ”تمہیں جوئے نکالنے نہ آئیہا کروں۔“ منہ نہ متھا جن پانڈوں لعل۔“ اس کے جو سر پہ لگی اور تکیوں پر بھی منہس کی اتنی اچھی یہ گویہ صحت انسان کی کہہ رہا تھا۔

تاکہ وہ عورت ازراہ اسباب من لے
 اہل اسے چپ کرائی رہ گئیں۔

بنت تو کچھ بھی نہیں تھی لیکن وہ نے کچھ سوچ کر
 تار پر ڈالے تھے اور یہ افکار کی کم بختی تھی کہ اس نے
 بسند کے دو بے کوزہ اسامیٹ کر اپنے تویے کے
 لیے جگہ بنائی تھی اور بسند کو تویے چاہیے تھا اور
 افکار کوں سا کسی سے کم تھا۔ دونوں طرف سے تو ہیں
 داغی گئیں۔ میز اہل فخر کیے گئے اور آخر میں افکار
 آخری حملہ کر کے چلا گیا اور بسند وہیں کھڑی اسے
 کوستی رہی۔
 افکار سے اس کی دشمنی تو پہلے ہی سے ہی شروع ہو
 چکی تھی جب وہ سہل پڑی جانب کے سلیٹے میں کیا
 تھا۔

"ارے۔۔۔ میں کتنی ہوں نیچے اترتی ہے یا
 نہیں۔" اہل جو تاقہ میں ہے اسے لانا بلکہ دھڑکا
 رہی تھیں اور وہ بے خبر سے جاسن کے درخت پر
 بیٹھی جالیں تو ڈوڈر کھار رہی تھی۔ اہل کتنی دیر سے
 اسے نیچے اتر کر سہل سے لے کر سہل کے کھڑے تاکہ رہی
 تھیں۔

"اہل جسم سے اس دھڑست بیٹھی جالیں ہیں
 ذرا چیک کر۔"

"تو چیک کرنے کے لیے چھوڑتی ہے؟" اری کم بخت!
 اور پھل پکاتا ہے اور اور تو پھر ہی قسم کر رہی ہے
 کبھی چھوڑی دیکھو کچھ "اس پر دوس میں چھوڑنے کے
 لیے۔" "تھک ہار کر وہ وہیں جاسن کے بیڑ کے نیچے
 چھٹی چار پائی پر بیٹھ گئیں۔

"ارے دھڑا! وہ چیک کر رہی۔"

"جیس تو کوئی اور دھیلا بھی نہیں دے اور ہم خواہ
 کے خفیہ پھر نہیں ہو رہے۔" اسے اس بیڑ سے بے خبر
 محبت تھی۔ کسی کو بھی اس بیڑ سے ایک جاسن بھی
 توڑنے کی اجازت نہ تھی بلکہ اگر بیڑ سے سب بچوں

کو بلا کر ملٹی بھر جاسن پکڑا دیتی اور اگر کوئی بغیر اجازت
 چوری چھپے جاسن توڑنے کی جسارت کر بیٹھتا تو وہ اس
 کے گھر تک جا پہنچتی اور ساری کی ساری چوری شدہ
 جالیں بکھیر دیتی۔

"ارے ارے۔۔۔ چھوٹے بن بھائیوں اور
 اسکول کے بچوں کو کیا کھانے کی تو۔" اہل نے اپنے سر
 پر ہاتھ کیا۔

"انہیں بھی اپنے جیسا بنائے گی ہیں! توہ کو
 چھوڑ دینے سے کھن سا حیرے خزانے میں کی
 آجائے گی۔" اہل کا اشارہ بیڑ کی طرف تھا اور وہ پتا
 نہیں کیا بھی ایک منٹ کے لیے اس کا چلتا ہوا منہ
 رک۔

"پہلے کوں سے خزانے میں۔۔۔ نام ہے اس جو
 کی آجائے گی۔" وہ بھی سے ہولی مگر صرف ایک سے
 بعد وہ پھر پہلے سے میڈ میں آگئی۔

"کوہو اہل چھوڑیں سب کو سبھی واپس اور اپنے

گھر کا فروٹ تو چیک کریں۔" اس نے کچھ جالیں
 اہل کی طرف پھینکیں یہ اہل کے کینڈوں پر کل پڑے
 جا گئیں۔

"تو رے کم بخت اور انو دھیلاں کیو کر۔"

"اوہو اہل! اور۔"

"لب خود ہی پہنچی چھا لیا۔" غلام کے گھر جا
 رہی ہوں۔" انہوں نے غصے سے گھر پر لگا دیا اور ڈال
 اور جڑی کشت لگ گئیں۔

"تو خفا کو تو ہی پہنچی کر لی۔" اس نے سچا۔ آج
 صبح سے اس کا بیڑا تو بستر سے لگی ہی نہیں لیکن لب
 پر رشتہ رہی تھی۔

"تو خفا کو تو ہی پہنچی کر لی۔" تو خفا کو تو ہی پہنچی کر لی۔

انہی سا بیڑ کی شکل غلط تھی کیونکہ سارے سے اس
 وقت اسکول کے ہونے تھے اور آج تو شام پر رہی
 ٹھہرے اہل کی بھی بیڑ تھی کوئی نظر ہی نہیں آ رہا
 تھا۔ وہ یوں ہی ابھرتی رہی تھی کہ اسے کھٹ کھٹنے کی

توازی تھی۔
 "ہیں اہل اتنی جلدی واپس آئیں۔" اس نے

سوچا۔
 "جیس اس میں غلام نے اہل سے لڑائی تو نہیں
 کی؟ یہ سوچ ہی اسے اشتعال دلانے کے لیے کافی
 تھی۔ ابھی پر سوں ہی تو وہ غلام ہی کے چھوٹے کو
 ان کے گھر جا کر پیٹتی لگا کر تکی تھی اور وہ وہی۔

جاسن چوری۔
 "تو اس میں کی چیز نہیں۔" اہل کو اس نے
 کچھ کہا تو۔ "اس نے آتے ہی وہی چھوڑ دیا۔"

توہ کو تو۔
 "جیس کا گھر میں ملے گا۔" اہل نے غلام کی ذمہ دشت
 کے معن میں کہا ابھی چھوٹے کی حرکت کر رہا تھا
 تہست توہ قدم اٹھاتا ہی اندر بھاگنے کی کوشش
 کر رہا تھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔
 "اور وہ انہی بے پار۔" اہل نے ہلکا کر ہاتھ میں پکڑا
 گھاس جو اس نے پہلی پہیے کی نیت سے اٹھایا تھا۔

گھاس۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔
 "اور وہ انہی بے پار۔" اہل نے ہلکا کر ہاتھ میں پکڑا
 گھاس جو اس نے پہلی پہیے کی نیت سے اٹھایا تھا۔

توہ کو تو۔
 "توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

افکار کی آنکھیں تھرتھرتے ہوئے کے قریب ہو گئیں۔
 "ہائے اہل! ہائے اہل! وہ کچھ پتا نہ رکھ کر بھٹک

رہی۔"

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

"توہ کو تو۔" اس نے کڑک آواز میں

پوچھا۔

تجسس کے لئے ہاتھ روم تھا شاید۔
کمال۔۔۔ مگر والے کنبہ کی کئی خلیے میں
اس طرح پورا گھر کھلا چھوڑ کر۔ پورا گھر بھائی میں رہا نہیں
مگر رہا تھا۔

پہلی دفعہ میں نے گھر آیا تھا اور یہ۔۔۔ میں لڑکی کا اختیارات
۔۔۔ انہوں نے بڑی مشکل سے خود پر تسلط کو کیا اور
تھا۔

میں نے اپنے ہاتھ کاٹ کر لڑائی کو ختم کر دیا۔
 ایک نظر اٹھ کر دیکھو۔ یہ کیا ہے۔
 اور یہ تھا تجارت کا پہلا دن۔

ہو جو کہ انہوں نے چھپکھپکے میں ہی بنائے تھے۔
 "ہاں، جیسا کہ تم نے کہا،" انہوں نے کہا۔
 "تو یہ ہے،" انہوں نے کہا۔

چلتی تھی۔ انھار نے ایک ہر چہرہ جرت سے اسے
دیکھا اس کی ہلکی سی تکی خفا تھا آنکھیں آنسوؤں سے
لباب بحر تھی جس پر گھرے ہوئی کرخت تھی۔ اپنا
پرس وہیں بیٹھ کر دھکی ہوئی اندر ہی گئی تھی۔
”اس کا کیا کردار میں؟“ میں نے جبکہ اس کے
پرس سے کرنے والی شاہانہ تھی۔

”نہاں کی کڑی ہے مگر مل کی بہت اچھی ہے
لیکن مل کی بھی کبھی ہی مانتی ہے اور اس کا مل تو کسی
نے دیکھا ہی کبھی۔“ میں چارواکی پر بیٹھ کر آہستہ
آہستہ کئے گئے گیس۔ انھار نے ایک نظر انہیں دیکھا اور
لوہر چلا گیا۔



آج اسکول میں بہت دیر ہو گئی تھی۔ چہرہ شرمندہ
ہیٹنگ کے سلسلے میں پر قبل کی ہدایات کو یاد دہانہ
پر مشتمل تھیں۔

کچن سے بدل کر دوسرے کمرے کے لیے ابھی لیٹی تھی
جہاں کہ اچانک ہی بے ہنگم موسیقی کا شور بلند ہوا۔ وہ
ایک منٹ سے اس کی اور گواز کا چین کرتے سپر
تعلیق ہوئی یا ہر گز۔

”میں اپنی اس تہ بولے ہلکے صاحب کو اچھی
طرح سے سمجھاؤں اگر یہاں رہتا ہے تو اپنے حد میں
رہے۔“ برقیہ سے ملے مبین دیکھے لہاں دھڑا دھڑ
سلائی کر رہی تھیں جب وہ دھب دھب کرتی ان کے
سامنے آن کھڑی ہوئی۔ اتنی اونچی تو آواز میں گلے
دکائے ہوئے ہیں پتہ نہیں کہیں کہیں تک کو آواز جاری
ہوئی۔

”وہو! وہ تو پورے ہی نہیں ابھی ابھی میرے
ساتھ کیا ہے ابھی تو وہی دیر پہلے ہی کیا تھا اور
یقیناً ابھی نے لگائے ہوں گے۔“

”مافی؟“ چانک سی سوسن بدل گیا۔
”حد کرتی ہیں تب بھی اب اسے ایک سی گھر
نے تو گھر۔“

”اس کی جلدی لوگوں پر اعتبار کرتی ہیں۔ اب پتہ

میں کیا بندہ ہے اور آپ نے مل کو اور بھیج دیا۔ آہ
دو لوہر آسمان میں باہر سے گزرتے گئے۔

”بی بی! تم سے زیادہ زیادہ کبھی ہے میں نے اپنے
ہی نہیں تم لوگوں کو اپنے پال گیا دیکھو یہی مل کوئی پچھ
تھیں جو تم اس کے لیے یوں پریشان ہو رہی ہو۔ شاہ
اللہ میٹرک کا طالب علم ہے غلبہ لگے سل گھن میں
ہو گا۔“

اس کی بھولی بھولی باتوں پر بحث کرنے اور
خواتین کو ہر کسی پر شک کرنے عادت سے عاجز کئی ہوئی
تھیں۔

”غلبہ! میں کیسے سمجھاؤں آپ کو دنیا کیسے کیسے
بچیں یہ لٹی ہے۔“

وہ ان کو اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتی اندر چلی گئی
اور دوا دے سے اندر آتا انھار دانت میں گھر گیا۔



زندگی اچھی اگر پر دواں دواں تھی مگر کو اپنا دیکھ لکھ
کیتے کو ایک اچھا سا معیہ میرا کیا تھا۔ اس سے دواں
آکر وہ سارا وقت مل کے پاس بٹھا رہا۔ سب سے
اس کی ملاقات اس دن کے بعد ہوئی ہی میں بھی اور
وہ کب گھر میں رہتی تھی۔ اسکول سے واپس آکر
تھوڑی دیر آرام کرتی اور پھر تیار ہو کر لکھ جاتی اور پھر
شام کو دیر سے اس کی واپسی ہوئی۔

”بھگہ کے ابا کے بعد تو میری اپنی زندگی ختم ہی ہو
گئی مگر چار بچوں کا ساتھ تھا بڑا اچھا۔“ جیسا انہار بہت
سی کراہتوں سے وہ بھگہ کی دوسرے۔

وہ اپنی کہانی انھار کو سن رہی تھیں مگر اب اسے آتے
شور سے انہیں دیکھ کر بیچور کر دیا۔ تیزی سے انہیں
لوہر چلے گئے مگر ابھی نہیں۔

”اب انھار نے؟“ انھار نے بھی ان کی تاکید کی۔
پوری گلی میں جیسے سیلہ لگا ہوا تھا اور جو باہر نہیں
تھے وہ اپنے گھروں کی کھڑکیوں اور چھتوں سے جھانک
نہیں بلکے لگے ہوئے تھے۔

”بے غیرت! بے حیا! خبیث انسان! گھر میں مل

میں نہیں ہیں۔“ میں نے مجھے کے بچوں کو بھگہ
اپنی جوتی اناکٹ کھڑکی تھی اور سارا غم اس سے
لٹکا رہا وہ پورا تھا جیسے کہ لڑکھائیاں ہی کھٹ ہو
رہا ہیں۔

”بھگہ! میں مجھے کو میری ہوئی آگے پر جس
میں کر چل گھر چل۔“ میں نے گھر آکر اس کا ہاتھ پکڑ
کر کھینچا۔

”اماں! چھوڑیں مجھے! آج میں اسے مرنا چھوٹی
ہوں۔“

”بھگہ! چلو۔“ میں اسے کہنے لگیں وہ ایک ہاتھ
میں ہوئی پکڑے اس کے ساتھ کھینچتی چلی گئی۔

”توبہ! توبہ! یہی تو یہ لڑکھائی ہے۔“ مجھے
میں کسی نے بلند آواز میں سرگوشی کی تو بھگہ نے ایک
دند بھرنا پھر چھڑانے کی کوشش کی لیکن لہاں کی گرفت
کافی سخت تھی۔

اس کی زبان سے ابھی تک اس لڑکے کی زبان میں
خبیثے گل رہے تھے۔

انھار دھیلے دھیلے قدموں سے چلتا ہوا اس کے
پچھے ہی تھا۔

”توبہ! کسی موبار لڑکی ہے اگر اس لڑکے کی غلطی
تھی بھی تو اسے درگزر کرنا چاہیے قابل پورے غلے
میں چھپے ہوں گے اس لڑکے کو تو کوئی قوت نہیں
پڑے گا۔“

کہا یا میں سوچتے ہوئے وہ گھر میں داخل ہوا۔ میں
شاہد اسے کچھ کہہ رہی تھیں مگر اسے دیکھ کر خاموش
ہو گئیں لیکن بھگہ ایک دفعہ پھر شروع ہو گئی۔

”میں! میں! کہیں اسے معاف کر دوئی، غلطی ایک
دفعہ ہوئی ہے روز نہیں اور اگر آج میں اسے معاف
کر دوئی تو کل وہ گھر بھی آنا شروع کر دیتا ہے۔“

نے فیروز کی اپنی عزت تو ہوئی نہیں اور لوگوں نے اسے تو
کچھ نہیں کہنا تھا سب کی کتے کہ لڑکی نے جھوٹی دوی
ہے تو لڑکا اس حد تک کیا ہے میں۔“ وہ بولے بولے
تھک چکی تھی۔ سو چار پالی پر بیٹھ کر گھر سے گھرے
سامنے لینے لگی۔

”مختار! فلاں پڑا مگر کہ مرکز کے حق میں حصن تو
ہوئی ہے مل۔“
اس کا اندازہ تو کرنا تھا کہ مل کر سوچا کب یہاں
تے شہنشاہ سوچنے کے بارے میں اس نے سید کی
ہے۔“ مختار شہنشاہ گریا تھا۔



ابھی اس نے پہلی میٹر می پر یوں رکھا ہی تھا کہ
دوا دے ایک دم کے سے کلاسا۔ وہ چل ہی تو پڑا۔

”ارے! کہاں ہے وہ بے حیا! تو چھٹ لڑکی؟“
بھائی فلموں کی لہک لکھنے والی کوئی بوڑھی تھی جو میں
ی تو تھی۔ بہ شکل اپنے کپڑوں میں پوری سلی ہوئی
خواتین تھیں ان کے ساتھ گھر دوڑوں ہاتھ دکائے وہ
اندروا مل ہوئی۔ شاید کافی تیزی میں تکی کسی سو دھنوں
پاؤں میں الگ الگ رنگ کی جوتیاں تھیں۔

اتنی دیر میں بھگہ کو بھی تیاری کا موقع مل گیا سو وہ
بھی غم گھونک کر میدان میں اتری۔

”بھگہ! تم اندر چلو! میں بات کرتی ہوں۔“ میں
نے دنگل سے پہلے ہی اسے اندر بھیجا چلا لکھ لکھ لکھ
میں نہ ہوئی۔

”ارے! لب کہیں اندر بھیج رہی ہو! پہلے ہی اندر
بھٹانا تھا ناں! بے حیا پتہ نہیں کہیں کہیں منہ ماری کر
کے آئی ہے اور اب یہاں سب کے سامنے ٹیکسی لی
ہتی ہے پتہ نہیں لوگوں کے گھروں میں پر حملے جاتی
ہے یا۔“

”خبردار! وہ اپنا پورا انداز لگا کر چلتی کہ اس صورت
کی روٹی ہی نہ ہوگی۔“

”پہلے اپنے گریبان میں جھانکو! پھر وہ سولی پر کھینچ
اچھالنا تمہارے اس لوباش لڑکے کے کارنامے پورا
تھک جاتا ہے۔“

”ارے! تو لڑکا ہے لڑکے تو ایسی دل لگی کر رہی
رہتے ہیں مگر تجھے تو غیرت ہوئی چاہیے۔ اس نے کچھ
کہہ ہی دیا تھا تو ایسی کن سی قیامت آگئی کہ سڑک پر
لڑنا شروع کر دیا۔“

”ہاں تو انہیں کس نے کھلب کھلبے باہر

ہوں بہت کوشش کرتی ہوں بلکہ اپنے کی عمر یہ لوگ

ایک دم سرائی گرا اس کی آنکھوں میں آنکھیں
ڈال گری۔

وہ اٹھ کر بیٹھی بھی گئی اور انکار تھی دیروہیں بیٹھ کر اس کے بارے میں سوچا رہا۔ کوئی ایکسپت بھی جو

اسی شانے بارے میں کی ہو
لب قانعے اپنی غواش اپنی ضرورت سے اس
کی ہر بات اس کی ہاں اور سن بنیوں سے شروع
ہوتی اور اس پر کسمپوشی تھی۔
آخر یہ ہمدردی کا لون سا روپ تھا اتنا خوب
صورت پر خلوص۔
اسے معلوم بھی نہ ہوا کہ اسے سوچتے ہوئے اس
کے چہرے پر ایک دقرب مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی
اور ایک کھنسی تھی تو کوبل دھیرے دھیرے اپنی
آنکھیں اس کے گل میں حل ہوتی تھیں۔

”لف۔“ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اپنا سر دیوار سے
دے مارے۔
”آخرات کو مجھے کیا ہو گیا تھا جو پوری اللہ علی
اسے ستاتی تھیں۔“ اس نے خود کو بڑھا۔
صبح اٹھتے جیسے ہی اسے اپنا راستہ والا کار باندھا تو
اس وقت سے لے کر اب تک وہ اپنے آپ کے کوئی
سودہ بڑھا کر بیکٹی تھی۔
”کیا سوچتا ہو گا؟“ کہیں لڑکی ہے ہر کسی کو اپنی
قریبوں کے قصے سناتے بیٹھ جاتی ہے۔ اب اسے کیا
معلوم کہ پہلی مرتبہ میں نے کس سے اپنے اسامات
شیر کیے ہیں۔“ اس نے سوچا۔
”لیکن۔۔۔ اسی سے کہیں؟“ تیز گرم چائے اس
کے ہونٹ چلا گئی۔ ”بھائی میں جلتے ہو اور اس کی سوچ
میری ہلا سے۔۔۔ جو بھی سوچتا رہتا۔“ اس نے
جسیرا کر خود کو مطمئن کیا۔
”لوہو بھی۔ کیا ہو رہا ہے؟“ وہ جلدی جلدی ہاتھ
کر رہی تھی جب اس کی آواز آئی اس نے سر ہٹکے
سے اٹھا کر اس کی طرف دیکھا مگر وہ لڑکی سے مخاطب
تھا البتہ اس کی جلیانی مسکراہٹ ہمدردی کا لہر
میں نہیں آسکی۔
”تو اسماعیل کیا۔۔۔؟“ آخر ثابت ہوا کہ کبھی بھی ایک
مخصوصی نازک سی لڑکی کا دل نہ کھنکتا ہے۔“ اس نے

سوچا۔
”کچھ نہیں بھائی! میں بڑھاپاں ہو رہی ہیں اور کیا
ملی بولب دے کر اچھے گھڑا ہوا اسے دیر ہو رہی
تھی۔“
”شکلاش اس کا کپڑا۔۔۔“ ملنی سر ہٹا کر رکھ گیا۔
وہ کچھ دیر وہیں کھڑا ہوا اور پھر تنکا تھو لیا ہر گل گیا۔
”ارے انکار چلا بھی گیا۔“ لہاں لہاں سے
لکھیں۔
”ہوں۔“ وہ اپنی جیس سیٹھتے ہوئے ہوئی۔
”بھینٹ کیے بغیر ہی چلا گیا۔ اور تو نے بھی نہیں
پوچھا تھے؟“ اس نے اپنی بد اخلاق کو نہ تھی۔ ”ملنی کو
انکار ملا اس طرح بھینٹا تھے کہ جیسے جاناہٹ پر انکار تھا۔“
”ملنی! خدائے لیے یہ بھول جائیں جو میں “کسی“
اب جو ہوئی “وہی یاد رکھیں۔“ وہ جلدی سے چادر
اٹھ کر باہر نکل گئی۔ اس کا اپنا ہاتھ بھی تقریباً بھول کا
قول پڑا ہوا تھا۔ پورا دن اسکول میں بھی اس کا داغ
راستہ لایا ہٹ پر انکار ہلا۔
شام کو وہ گھر آیا تو سوگمراہی کا احساس فضا میں رہا
بے انتہا۔
”ارے بھئی! یہ آج اتنی خاموشی کیوں ہے؟“ وہ
کہتا ہوا اندر ہی چلا گیا کہ اس کے ابا والہ اور
ہمدردی روٹھنے کے مطابق اسے اس وقت گھر میں
ہونا چاہیے تھا مگر وہ خلاف معمول گھر پر موجود تھی بلکہ
منہ سر پٹنے کو لے والی چادر پائی پڑی تھی۔ خود بخود
فاطمہ دونوں بچے بیٹھائی پر بھی دھڑک کر رہی تھیں
بلکہ خلاف معمول ملنی بھی منہ لٹکاتے ہوئی چار پائی
پر بیٹھا تھا صرف اس میں اس جو اپنے معمول کے
مطابق شیشی کی سلائی میں مصروف تھیں۔
”کھانا کھائی ہے۔“ ملنی نے اطلاع دی۔
”کیا؟ لیکن کب؟“ سوچ تک تو کوئی اطلاع نہیں
تھی۔ اسے حیرت ہوئی اتنی ہی خبر اور اتنی خاموشی
یہ میڈیا والوں کو کیا ہو گیا ہے۔
”صبح کہاں سے اطلاع آئی؟“ ابھی شام کو مری
ہے۔“

”مگر کبھی؟“ وہ تو بالکل ٹھیک ٹھاک تھی۔“ اسے
ابھی تک نہیں آیا تھا۔
”سونڈی کے بچے آئی تھی ناں!“ خدیجہ نے بھی
حتک میں دھم لیا۔
”ہیں! وہ اپنی بڑا“ ریمو۔ اور سونڈی کے
بچے آئی یہ کہتے ہو سکتے اور وہ رو کر رکی رہی تھی
۔ اور تم لوگوں کو کیسے اطلاع ملے گی۔“
”موسیٰ بتائے کیا تھا کہ ریمو سونڈی کے بچے آکر
مرگیا ہے۔“ ملنی نے افسوس سے اپنے منہ کا پار
”لوہو اسے کس نے بتایا؟“
”بھئی! وہ تو۔۔۔“ وہ رو رہا تھا۔
”کیوں اور کوئی؟“ اس کا منہ لڑکی تھی۔
”نہیں بھائی! وہ تو کچھ سمجھ کر سنا اور سرخ
کھینٹ والے کہ میں یہاں سے سب قریبوں والا گیت
کہتے ہیں۔“
”بھائی! یہ۔۔۔“ ملنی نے چادر ڈھیر کر کر پاری تھی
اور یہ کہ سونڈی والے کو بھی اتنی ہی اشار نظر نہیں
آتی تو کھانا ہوئی کوئی مرگئی ہو گی جو نظر ہی نہیں
آتی۔“ اس نے افسوس سے سر ہلایا۔
”تو مرگئی تو تھی۔“ ملنی نے ارہم سے بتایا جیسے
مرگئی کا ہم دیکھا ہو یا پری علم سی ہلتا ہو۔
”کیا مطلب؟“ وہ آنکھیں پھاڑ کر ایک ایک کو
دیکھنے لگا۔
”مطلب وہ طلب کچھ نہیں بیٹا!“ ملنی نے
پڑاؤ سے کہا۔
”میں سمجھتی کو خوش ہے مرغیاں پالنے کا؟“ ابھی ہفتہ
ہو تھا کہ وہ کھانا اٹھنے فیما مطلب ہے اس مرگئی
نے اٹھنے دینا شروع کیے تھے لیکن قریب سونڈی کے
بچے آکر مر گئی۔“
”لیکن ریمو؟“ ابھی بھی کسمپوش تھی۔
”لوہو بیٹا! اس نے مرغیوں کے ہمار بھی رکھے
ہوئے ہیں۔ جیسے ریمو زلفی جو بی “آج تو کس یہ اسی کا
غم منانے کی تیو شری پر چلے بھی نہیں گئی بھلا جانے
والی چیز کے لیے رونا کیسا؟“ وہ سلائی کا کام سمیٹ کر

اٹھنے لگیں۔
”آج تو رات کا کھانا بھی پکا ہوتا ہے گا یہ تو کچھ نہیں
اٹھنے کی۔“ وہ بیڑیاتی ہوئی باہر نکل گئیں اور لب اسے
حکیم عوام کہ کچھ ماہی زبان تر کام ہمدردی سببائی
تھی۔ ہر روز ہی اس پر ہمدردی کی فی شخصیت انکار
ہوتی تھی۔
”کچھ چیز سپلائی لڑکی! وہ باہر نکل گیا۔
”بیٹا! آپ نے کی بات؟“ ملنی نے آواز دی۔
”مئی خدائے امیں ذرا صبر کر کے آتا ہوں!“ وہ دو
پہر حیاں بھلا تنکا ہوا پر چلا گیا۔
”بھائی! اور ابن بھائیوں کو روٹی ڈال دینا اور انکار
کو اور جبوان تا میں ذرا سیر کرنے کی طرف ہو کوں
پر سول اس کی لڑکی مایوں ہے کوئی کام دینا نہ ہو۔“
لہاں اسے کہنے کا موقع دینے بغیر باہر نکل گئیں۔
”ایک تو لہاں بھی نا!“ وہ دونیاں پکاتے ہوئے
بیڑی پاری تھی۔
”ہاں نہیں کیوں ہر وقت دوسروں سے ہمدردی کا
بھاری بھاری ہوتا ہے انہیں۔“ اس نے سر ہٹکا اور روٹی
آباد کر چنگیز میں رکھی۔
”لوہو ہم پر بھی کوئی مشکل آئی ہے تو سب کو سول
دور جا کھڑے ہوتے ہیں جیسے ہمیں کوئی بھوت کی
پتاری ہو۔ ہو نہ!“ وہ لڑکیاں پکا کر اس نے دیکھ میں
رہیں اور کپڑے سے ڈھانپ دیں۔ ابھی ساکن
نکلنے والی تھی کہ باہر دنگ ہوئی۔
”تم بیٹھو میں خود دیکھتی ہوں۔“ ملنی کو ہوم ورک
چھوڑ کر اٹھ کر کچھ کر اس نے کہا۔
”کھنگ۔“ ابھی اس کے منہ سے لفظ پورے ہوا
بھی نہ ہوئے تھے کہ وہ سامنے والے کی شکل دیکھ کر
اپنے الفاظ ہی بھول گئی۔
”ارشد! اس دن سڑک پر اس کی جوتی سے مار
کھلنے والا لڑکا آج اس کے دروازے پر تن کر کھڑا تھا
اور اس کی نیت اور مقصد اس کی آنکھوں سے ہی

کب کی میرا اچھی ہو تو اس کا عکس تپ کے چہرے پر بھی نظر آتا ہے اور اس لمحے سب کو اس کے چہرے پر غم غم اور شرمیلی سی مسکین نظر آتی جس نے اس کے چہرے پر سب چہرے کو روشن کر دیا تھا۔
 "میں نور کون؟"

"ہاں میں آپ پر روشن ایسے ہی نہیں ہوتی پہلے وہ ملکی زمین تک ہوئی اور اس کے لیے مجھے کراہی جانا پڑا۔"

"ہوں اچھا! جانا کب ہے؟" اس نے سرسری انداز میں پوچھا۔
 "کل صبح۔"

"اچھا! وہ چپ ہو گئی اگر کچھ یاد آئے تو بولی۔"
 "نور غم کہہ رہے تھے کہ تمہاری ماں چند دنوں تک آنسو ڈالتی ہیں؟"

"ارے ہاں! شکر ہے یاد کر دیا۔" اسی پھول کے ساتھ احتمالات ہو رہے ہیں میں تو اس لیے ہو سکتا ہے کہ میں کو ایک ملنگ جانے اور ویسے بھی مجھے لگا ہے کہ وہ تو نہ کرے گی۔" اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے اس نے منجھ کی سے جواب دیا۔

"اچھا! یہ ہے کون؟ کوئی کو ایک؟" وہ جانے کیوں کہہ رہی تھی۔

"نہیں! یہی! تمہارے ہی محلے کی ہے۔" اس کی بات پر وہ ایک دم سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"اچھا! اس نے اچھا کو لبا سمجھا تو لیکن کون؟"
 "بھئی پتا چل جائے گا میں! اپنی جلدی کیا ہے جس میں جب ہاتھ دے گا تو ساری دنیا دیکھے گی۔" وہ جیسے اڑا دیا۔

"اور طے نہ! اب میری جوتی پر پستی ہے۔" وہ سلگ سی ہو گئی اور رخ موڑ کر بیٹھ گئی۔ مگر اس کا دامن مسلسل ایک ہی سوچ میں تھا۔

"آخر کون ہو گی؟" اس نے پوچھا۔
 "کس وہ شکلی تو نہیں۔" وہ بھونک رہی تھی۔
 اسے ہی زبان موڑا تھا۔ تب ہی اب انکار

ہمارے کہ آیا تھا اور جب کبھی انکار گھر پہنچتا ہے بلکہ بھلے سے بڑا پنڈ تو یہ کافی ہے۔ اور ان کے ہرے ہی کہہ۔ ہماری ہی بات یہ کیا کیا کیا جا رہا تھا اور ہمیں خبر ہی نہیں تھی۔ اور اس چھوڑی کو تو میں ٹھیک کر دلی کی میں چل دیکھی ہے اپنی۔ سر پہ وہ ان کے تھیں بلکہ سہلی اور اس کو۔۔۔ اس نے ایک نظر انکار کو دیکھا جو بڑی احتیاط سے اڑا رہا تھا۔

"نور اس کو بھی وہی ملی تھی عشق فرماتے کے لیے۔" وہ انہیں سوچوں میں ڈال رہی تھی کہ کبھی کبھی۔

"اللہ تمہارا بھلا کرے مٹا میں تو بڑی ہی فخر مند تھی اتنی تیز بارش میں یہ کیسے کھینچے گی! اس کی بات شکر گزار ہو رہی تھی۔

"چھوڑیں بھی خالہ! یہیں شرمندہ کرتی ہیں۔" اس نے مسکرا کر کہہ دیا۔ پھر بے ہوش ہو کر لی گئی تھی۔

"اب اس کمر میں رہتا ہوں اور اتنا ہی نہیں کر سکتا۔" اس نے اپنے سر کو دیکھ کر سے پانی بہا دیا۔

"مضانی کاڑی لڑکی طرف بھاگا۔"
 "یہ نہیں! منہ بھاگا کریں تب کی! وہ تو سب میری ترقی ہو گئی ہے اور ساتھ میں گاڑی بھی ملی ہے۔" اس نے مضانی کاڑی کھولا۔ اتنی دیر میں وہ بھی کپڑے بدل کر آئی۔

"بہت بہت۔" لڑک ہو جینا اللہ نے جانا تو ترقی کر کے۔" اس نے سر پر ہاتھ بھرا۔
 "ان شاء اللہ! اور یہ میں تو کون تو ترقی ہی میں ہوئی کہ کسی کی خوشی پر وہ بول مبارک پڑے گی کہ وہ دیکھ۔" اس نے مسکرایا۔

"اورے پھوٹو مٹا! کچ کل کے لوگوں سے۔" اس کی خوشیوں میں ہی نہیں ہو تھی۔ اس میں میرا بڑا تھل رنہ تھا۔

خالہ کے اس جواب پر اس نے بڑی مشکل سے اپنا قدم روکا اور وہ۔۔۔ کاچ ہو کر کھلا کہ مجھے سے سر



بھی تبدیلی آئی۔

"ارے تو تھو میں دیکھا جائے گا۔"

"اوہو! داری بے آواز" بڑی سہلے اپنے
پوسٹ کو اوردی۔

"کیا اہل باہر کھڑی ہے اور جلدی ضرورت وہ چلا
جائے گا اتنی عورتیں دیکھ۔"

اہل کے پھرنے اس بات عمل نہیں کرتے
دی۔

"ارے کبھی اتنے ہی چلا جائے گا تو روک
اسے جا کر بیٹھ۔"

لب اہل کو بھی اشتیاق ہوا کہ نیچے کون سی
سواری تھی ہے یا نہ۔ کچھ کچھ جھلی داری کی بات کا اثر
بھی تھا۔ کوئی شاہی سواری۔ مگر باہر نہ۔

ایک ٹھکی مٹی سی محسوس سی نازک سی ہتک چلی
کھڑی تھی۔

"چلو چلو جلدی کرو! بیٹھو۔" ماس صاحبہ ایک
طرف ٹھکی تو ہتک چلی باہر نکلا اور اس طرف جھک
کی۔

"لوہا! اعدا کا خوف کرو! اپنی فوج کو کھل بھلے
گئی ہو یہ جنگ جی ہے ہوئی حار یا بس نہیں۔"

جنگ جی کے بے چارے سے مالک نے دہلی دی۔

"ارے چپ کرو! ابھی سب کے لیے جگہ بن
جائے گی۔"

"لو خدا کو خدا! یہ ریل گاڑی میں کوئی ایکسٹرا
بوکی لگو لو کی کیا؟ وہ بے چارہ ہائیک دیتا رہا اور پورے

سے اس بے چارے کی دہائیاں سنیں مگر ہمدردی
ماس کو روکے کی ہمت کسی کی بھی نہ ہوئی اور آخر کار

انہوں نے سب کو کہیں نہ کہیں انکالا دیا اور خدا خدا
کر کے جنگ جی اشارت ہوئی اور سارے کھلے والوں

نے اپنے کھڑکیوں اور دروازوں سے اپنی اپنی گردنیں
اُتار کیں لیکن ابھی نہ نہ کر پائے تھے کہ ایک ٹھوڑا

وہلے کے دور ہو ناک شور کی وجہ سے پہلے سے کہیں
ریاقتی سے وہی گردنیں باہر آئیں۔

چنگ جی کا اگلا چر ہوا میں باہر نکلا اور راستہ

ے چارہ دونوں پٹریں پکڑے ہوا میں مٹل تھا۔ بچے
والے سڑک پر پورے دھڑکے ہوئے لوگ امن پر اندھے
پیسے تھے۔ عجیب جی تو کھانچ گئی تھی پوری گلی میں۔
اور کھٹے والوں کے لیے تو ایک یا تاننا ہاتھ آگیا تھا۔

ہمدرد جیسے ہی گلی میں داخل ہوئی۔ خاندان ہمدردی
اپنے گھر سے ایسے باہر نکلیں جیسے اس کی خطر ہوں۔

"ہائے ہمدرد! کیا تھیں؟" تیرے سوہرے تو بڑے
جی تھو لے جس۔" انہوں نے جس جس کر پوری بات

بتائی۔ پورے ایک لفظ بھی کہے بغیر اطمینان سے اس کی
پوری بات سن کر آگے بڑھ گئی اور خاندان ہمدردی بھی بڑی دیر

تک اسے حیران ہی دیکھتی رہیں نہ کوئی طفرز طعنے نہ
کوئی یہ کلامی!

ہمدرد تو جب تک ایک کے بدلے دس نہ سالی
اسے جین ہی نہ پڑا تھا کراچی بات کچھ محسوس نہیں ہو

رہی تھی بے حد بد مزہ ہوتی تھیں۔

"اہل! آخر ہن لوگوں کو جلدی کس بات کی ہے۔
میں کوئی بھاگی تو نہیں جا رہی۔" گھر میں داخل ہو کر

اس نے چند بیگ اور ہاتھ میں پکڑی ہوئی کھان
چار پالی بڑائیں اور خود بھی وہیں پھر اوردی۔

"لیکن چنا! جب کئی سی ہے تو ضرور جلدی اس
بات کی پھر نہیں اس ہی کے ساتھ کرا کرنا ہے تو پھر

پر کام ہن کی مرضی ہے ہو جائے تو باہر لے لیے۔"
اگرچہ وہ لہجہ کی بات سے اتفاق نہیں کرتی تھی مگر پھر

بھی چپ رہی۔ مگر ابھی اس کے چار پالی پر بیٹھ کر
اس کے پیادوں میں اٹھائیں پھرنے لگیں۔

"کھیں ٹھیک ہے اہل! ایسے قہ کی مرضی۔" اور
اس کے اس طرف نظر پر ایک لمحے کے لیے تو لہل

جہاں وہ لگی۔

"ہمدرد! اور دیکھو! میری طرف۔" ہمدرد نے
نورا۔ آنکھیں کھول کر ان کی طرف دیکھا جہاں اسے

اپنے لیے فکر نظر تھی۔

"بیٹا! کوئی پریشانی ہے اتنی چپ چپ کیوں ہو؟"

"نہیں اہل! پریشانی کیا ہوئی ہے تو کراچی کل میں
درازا دھک جاتی ہوں پورے تو کوئی بات نہیں۔" سب
وہ کیا بتاتی ہے تو خود ہمدرد نہیں تھا کہ اس کی افسردگی

کی وجہ کیا ہے۔

"ابھی چل آج پھر ایک دو نو خٹوں سے جی کر
لے۔"

"ہوں پھر کبھی ہوں۔" وہ اندھ کر اندھ چلنے لگی۔

"پھاسو۔" اہل کی تواضع دہی تھی۔

"جی۔"

"بیٹا! اور اتک نکالو! خریداری کے گئے سیرے
ساتھ پکڑو! انہوں نے کسی ایک چار پالی لے کر وہ دوبارہ

ہن کے پاس پہنچے۔

"تو نے کئی بے سوچے ہوئے ہی ہیں۔"

"لیکن اہل! آپ کو تو معلوم ہے کہ مجھے خریداری
وغیرہ کا کوئی شوق نہیں۔" اس نے بے زاری سے کہا۔

"تو ٹھیک ہے بیٹا! اگر میں اسلی کیا کچھ دیکھوں
کی۔"

"تو محلے میں سے کسی کو ساتھ لگائیں ویسے بھی
میں سب کو لکھ ہے کہ ہمدرد کسی کو پوچھتی نہیں۔"

اس پہلے سب کا لکھ بھی جاتا رہے گا۔ اس نے
مکڑا کر کہا۔

"پھر یہ بھی ہے۔" انہوں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"چاہیں دیکھتی ہوں۔"

اور ہمدرد اس وقت حیرت کے سمندر میں ڈوب گئی
جب اس نے دیکھا کہ اہل کے ایک وفد کھنے پر تمام

نئے داروں نے اپنی اپنی خدمت پیش کر دیں۔ جبکہ
اس کا خیال تھا کہ جو سلوک اس نے تمام اہل خاندان کے

ساتھ دیا رکھا ہے اس کے بعد اسے کم از کم اس حد
تک تحلوں کی امید نہیں تھی۔ لب ان کا گھر ہر وقت

پھلی منڈی بنا رہا تھا ہر ایک نے خود سے ہی کوئی نہ
کوئی کام سنبھال لیا تھا کوئی کپڑے ٹانگ رہا ہے کوئی

دھنوں پر گن لگا رہا ہے کوئی سب کے کھانے پینے کا
مکھو مست کر رہا ہے۔

دن بھاگے جا رہے تھے اور لب اس کی شادی میں

صرف جس دن رہ گئے تھے جب ابھی ایک عشرت خاندان
اپنے خنوں بچوں کے ساتھ وہیں پہنچ گئیں اور لب اس
کا۔" اہل! شہ پر کھن کا شاک لگا۔

"ہمدرد! کچھ تجھ سے یہ امید نہیں تھی تو نے تو
مجھے صرف اس کے بات کی ہوئے کا بتایا تھا اور میں

تو نے شادی کی تاریخ بھی طے کر دی ہے اور ہوا بھی
نہیں لگنے دی۔" عشرت خاندان نے فوراً لکھ کیا۔ مگر

میں بھی بچل سے انہیں ہر اندازہ ہو رہا تھا کہ شادی کی
تیاریاں عورتوں میں مگر پھر بھی ایک دفعہ اپنے بچے کی

فاطرت ضرور کرتا چاہتی تھیں۔

"ارے میں نے سوچا تھا کہ جلدی ہی تو کی ہوئی
ہے میں تو ہمدرد کے لیے اسے اختیار کا سوچے نہیں

تھی میں نے سوچا پلو جا کر بات کروں گی اسے سارے
مکھ۔ لیکن اگر۔۔۔ تم مناسب سمجھو تو۔" وہ کچھ

جھنجھکیں۔

آخر میں لب کا دلچر ملت بھرا ہو گیا اور لب کی تو سمجھ
میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر وہ کیا کریں۔ خوشی سے لب

کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

"لیکن۔۔۔ اب تو۔" انہیں یاد آیا کہ وہ شادی کی
تاریخ طے کر چکی ہیں۔

"خیر میں ہمدرد سے بات کرتی ہوں مگر وہ راضی
ہوتی تو پھر مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" انہوں نے

کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

لب انہیں بچھتا ہوا رہا تھا کہ انہوں نے اتنی
جلدی کی۔ انہیں یقین تھا کہ ہمدرد انکار نہیں کرے

کی مگر اس نے انکار کر دیا۔

"اہل! پھر! آپ اس بات کو تو قبول جانتے کہ یہ
رشتہ بھی کیا بھی تھا۔" وہ بھاگی ہوئی باہر نکلی تھی۔

عشرت خاندان انکار سن کر مجھ سی گئیں مگر پھر فوراً
ہمدرد کو لکھ لگا کر لیں۔

"چل بیٹا! جو تیری خوشی۔ بس وعدہ نصیب ہوئے
کرے۔"

مسلسل یاد میں نے سارا نظام الٹ پلٹ کر دیا تھا

استد تک کہ کہہ چپ ہو گئیں۔

"اے! آپ نے سب کیا ہو رہا ہے؟" وہ تہ کی طرف اس کی طرف رجحان کرتی ہوئی سر جھکایا۔

"اے! پلیز! پلیز مجھے بتائیں۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" اس نے لب بھج کر خود پر قابو پایا ہوا تھا اور حضرت یحکم اپنے بیٹے کا جونی اندازہ کیا کہ وہ دل رقی تھیں۔

"جب تم گئے تھے تو وہ چاروں احمد۔" انہوں نے اسے بتانا شروع کیا۔

"او میرے خدا! اب اسی آپ مجھے بتائیں تو میں میں خالہ کی منت کر لیتا مگر اب۔ لب تو بہت دور ہو گئی ہے۔" وہ بے قراری سے نفس رہا تھا۔

"بیٹا! مسئلہ خالہ کا نہیں تھا۔ انکار ہونے لگا تھا۔"

"ہم نے! وہ کارہاں نے کیا کیا؟" "معلوم نہیں مگر لب ہمیں اس کی خوشی میں خوش ہونا چاہیے۔" حضرت یحکم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"خوشی؟" اس نے چونک کر حضرت یحکم کی طرف دیکھا۔

"بسمہ کی خوشی۔ پلیس کو شش کرنا ہوں۔"

بے تاثر رہے میں کہ کہہ رہا تھا وہ دم میں مٹ گئی۔

جب وہ بچے گیا تو سس شروع ہو چکی تھیں۔

چھوٹے سے صحن میں پاؤں رکھنے کی بھی جگہ نہیں تھی۔

"ارے یہ کون ہے؟" کسی نے پوچھا۔

"یہ حضرت کا بیٹا ہے۔"

اچھا! اس اچھا میں کافی اشتیاق تھا۔

وہ زرد کپڑوں میں تھی بسمہ بالکل بھی خوش نہیں لگ رہی تھی۔ اس نے ایک ہی نظر میں دیکھ لیا حالانکہ وہ اپنی ہم جہلیں کی نوک بھونک کا بچہ اب بھی دے رہی تھی اور اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکین تھی۔

اسی مگر اس مسکان کے اندر چھپی ہوئی افسردگی صرف اسے ہی دکھائی دی۔

"نیک! اپنی مرضی اور خوشی سے یہ شادی کر رہی ہے۔ پھر افسردگی! اس نے سوچا۔

چار بیٹہ بیوٹی ڈاکٹر نے کے بعد ہمدرد کے دیور صاحب فرما رہے تھے۔

"بھائی! یہ بھائی تھی یہ بیوٹی۔ بالکل بھی اچھی نہیں تھی یحکم کو اس سے زیادہ بڑا نقد بیوٹی تو میں نے بھی کھائی ہی تھی۔" انکار کامل چہا کہ اس موسم نے کو انکار کرٹ سے باہر پھینک دیا۔

"ارے بھائی صاحب! اگر بڑا نقد بیوٹی کی چار بیٹیں کھائی ہیں تو اگر یہ بڑا نقد وار ہوئی تو پھر چار بیٹیں ختم ہو جائیں۔" اس میں "اچھا کر کے چھوٹے بھائی نے بظاہر ہنسنے ہوئے طر کیا تو وہ وہیں سے واک آؤٹ کر گیا۔

"الف! یہ خالہ نے کہاں بھنڈا رہا۔" ایک نظر میں اس نے انہیں پرکھ لیا تھا۔ سب کے سب بدتمیز ب غیر تعلیم یافتہ اور عورت کو اپنی حق کی نوک پر رکھنے والے جاہل۔

اسے وہ مگر خود پر خیر آرا تھا۔

مندی کی تقریب ختم ہو چکی تھی۔ سب لوگ اپنے اپنے گھر جا چکے تھے۔ باہر کے کچھ کلم بنائے گئے تھے۔

جیسے ہی اندر آیا خالہ نے فوراً اسے گلے سے لگا لیا۔

"شکر ہے میرا بیٹا آیا ہے! اب تجھے کسی بات کی کوئی فکر نہیں۔ ملنی تو ابھی بچو رہا ہے۔ اب اسے اتنی سمجھ رہا ہے کہ اب تم آگے بڑھو وہی دیکھنا سب کچھ۔"

"بالکل خالہ! یہ ضرور۔" وہ صحن میں چھٹی کر بیویں ہرچہ کر رہی تھیں۔

"خاک کے ہو گئے! کھانا خوب کھالیا! انہوں نے فکر متی۔" وہ پوچھ تو حضرت یحکم اور انکار دونوں ہی تھیں۔

"بالکل! کھانا ہے کھانا۔ لب میں ایک کپ چائے پلو اور۔" وہ اپنا سر ہلکی گود میں رک کر بولا۔

"ہاں ہاں۔" اس نے لے کر آئی ہوں۔ "وہ فوراً انہیں لور چن میں ملی گئیں۔

"ارے تو! تو یہاں کیا کر رہی ہے؟" وہ ہمدرد کو دیکھ کر بولا۔

"ہم میں چائے پلو رہی تھی۔" وہ چائے بنا کر کپ میں ڈال بھی بیٹھ گئی۔

"میں نے کچھ منع ہی کیا تھا کہ کسی کام کو ہاتھ نہیں لگنا۔ ساری عمر کام ہی تو کیا ہے تو نے۔" لب کو گھڑی آرام کر لے۔ پھر کہے کہ جاتے۔ "ان کی تواضع بھرا گئی۔ اس کی سانس اور بندھ گئے تھے۔ کچھ عجیب ہو رہے تھے۔ نہیں دل کچھ کھٹک رہا تھا۔

"افو! اقل! اب بھی ملن! اب چائے پیتے تھی تھیں مل۔" یہ سب میں تو کچھ بھی اب حوتے لگی ہوں! لب چائے پی تو پھر میں لے گئی۔

وہ کہہ کر حوالہ دے گا کہ نکل کر کمرے میں آئے۔

پھر کئی زیادہ دور تو وہ لور پھر کھڑکی سے باہر کی تواضع بھرا رہی تھی۔ لب باہر آئیں تو ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ حضرت یحکم نے انہیں اپنے ساتھ لگایا۔

"نہیں! اب تو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ نصیب اچھا کرے۔"

بسمہ کاک! انکار کے منہ سے بے اختیار نکلیں نکلا۔

وہ لور آیا تو اب اس کے بیٹے سو رہا تھا۔ اس کے کمرے میں سالن ہی لگتا تھا۔ چھوٹا سا کمرہ لور تو دارا

حلال بیٹے کے علاوہ ایک دلنشینی نہیں اور ایک کرسی لور میں۔ اس نے بیٹے کی ایک طرف کچھ بچھا کر

سوئے کے باورے میں سوچا مگر سر جھٹک کر باہر نکل گیا۔

باہر ستاریوں سے جھلکا تا آٹھل اوڑھے اعلیٰ رات اس کی ٹھنکھی بالکل اسی کی طرف اٹھ کر لور تھا۔

تھوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں "جب کوئی چیز ہمارے پاس ہوتی ہے تو ہمیں اس کی قدر نہیں ہوتی۔" وہ عین اس جگہ کھڑا تھا جہاں اس نے پہل دفعہ ہمدرد کو روکے ہوئے دیکھا تھا۔

"مگر جب ہمدرد چلی جائے تو پھر اس کی قدر آتی ہے۔" لب خود سے اپنا کھٹکھٹک بھینک کر دیکھا تھا۔

"مگر جب ہمدرد چلی جائے تو پھر اس کی قدر آتی ہے۔" لب خود سے اپنا کھٹکھٹک بھینک کر دیکھا تھا۔

تب خود سے اپنا کھٹکھٹک بھینک کر دیکھا تھا۔

تو شاید محبت کی حدوں کو بھی پار کر چکا ہے۔

اس نے اپنی آنکھیں زور سے رگوں میں پھر اپنی پیشانی مسنے لگا۔ یہ بڑا اتنا شغیر تھا کہ اس کی سوچنے

تھنے کی صلاحیت منظر ہو کر رہ گئی تھی۔ اتنی دیر

تو خود کو رہا تھا تمام کھول میں ہی خوشی حاصل

ہمدرد کو دیکھ کر لب میں دھنکنا لگے لگا جسے ایک ڈراما تھا جس میں وہ اپنا کردار ادا کر رہا تھا لیکن وہ

سب ڈراما نہیں تھا اس کا دل بے مسلسل اسے لور کوا رہا تھا وہ کنور نہیں رہا تھا تھا کراس کا دل کسی طور

نہیں مل رہا تھا تو کھانا انہیں سب کھانا کھتی ہیں۔

ساری رات اس نے ہمت پر چکر کھائے ہوئے گزار دی۔

نہیں! یہ سالن آیا ہے وہیں سے؟ حضرت یحکم نے حیرت سے پوچھا تو لب تصور نہ ہونے ہوئے بھی خود سے نظر نہ اٹھے۔

سرخ بیٹھے ہوئے رنگ کا رنگا جو پہلی ہی نظر میں اپنی قیمت بتا رہا تھا لور ساتھ ساتھ یہ بھی کہ اسے پہلے

بھی بے دردی کے ساتھ استعمال کیا جا چکا ہے۔ اس کے ساتھ کتنی ہی آواز لاشل جیولری اور سرخ

رنگ کے کوڑھ شوق۔

"آگے ہلے! یہاں تو کتنی باتیں بنا کر گئی تھیں لور خود۔" حضرت یحکم نے جہل کر کہا۔ ان کا لب نہیں

چل رہا تھا کہ یہ ساری چیزیں وہ ان کے منہ پر آئیں۔

"اس کو پہننے سے تو اچھا ہے تھیں پہنے جینز والے کپڑوں میں سے کوئی جوا لیں لے۔"

"ارے نہیں۔ نہیں! وہ لوگ براہمن جا نہیں گئے۔" لب کا دل تو پہلے ہی ہمت سے سو سو میں کا شکار

تھا۔ وہ لب لوگوں کو مزید باتیں ہنسنے کا موقع نہیں دے گا اتنی جگہ۔ وہ لب لائی بولائی سی اندر باہر ہو رہی تھی۔

بسمہ کو تو اس کی ایک کو ایک خالہ فرس کے گھر

تار کھینٹ کے پھسلے لگی تھی۔ خالدہ بھائی کے گھر سے چھٹے طاق بڑا چلا تھا وہیں پر یاد آتی جھڑکیوں کو نکلنے کا تھکام تھا۔

"بھئی! خالدہ بھائی! یہاں اور یہاں کی ضرورت تو نہیں۔"

وہ خالدہ بھائی سے پوچھے آیا تھا کراچی پر بیٹھی مسجد پر اس کی نظر جم گئی۔ جیتے نام سے ملے میں رہنے والی نام ہی شکل کی ہمسایہ وقت تھی مختلف لگ رہی تھی۔

نظر میں جھکے ہوئے دھالے انداز میں بیٹھی وہ مسجد کا گول ٹوکری روپ تھا نہایت ہی مغرب اور پیار اگرا۔ لیا۔ اس نے فوراً ہی نگاہ پھیرا۔

"یاد رہی لگ رہی ہے ملے لگ رہی ہے۔ یہ میں بھی بہت روپ آیا ہے۔" خالدہ بھائی نے کہا۔

"کی بہت۔" وہ بڑی وقت سے مسکرایا تھا۔

"ہاں بھئی! جہاں جہاں کرسیاں لگ سکتی ہیں اور لگا دو چڑے ہی ضرورت لوگ ہیں گناہوں میں گناہوں کا سے گھر لائیں گے وہاں سو۔" وہ کہہ کر آگے بڑھ گئیں کرسیاں نکوانے کے لیے اگلے کھن میں آیا تو وہاں اسے خدیجہ مل گئی۔

"افکار بھئی! تم نے کیا کوں کہا۔ یاد رہی لگ رہی ہیں ملے؟ اس نے اشتیاق سے پوچھا۔

"ہوں۔" وہ کہہ کر آگے بڑھ گیا۔

"بھائی! آپ اندر سے آ رہے ہیں؟" ایرار نے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے دوسرے لڑکوں کو اشارہ کیا تو وہ کرسیاں لے کر اندر کی طرف چلے گئے۔

"بھئی! آپ کو کچھ ہے؟" تھی ازل لکھتے دیری پر تھی۔ ایرار بھی کرسیاں اٹھاتے ہوئے ہوا۔

"نہیں۔" وہ حائل۔

"کی سب لوگوں نے ہمسایہ لگائی۔" وہ بھی جیسی تھی کسی ہی لگ رہی ہے فوسکی ہی تھا اور اگلی۔" آخری ہمسایہ نے اپنے کھیل ہی روک دیا تھا اس کے دھانے پر ایرار نے چہرے سے اس کی

طرف ایک شگوبہ میں گئے۔ یہ کئی میں تھا۔

"یو کی! آؤ یو لوگ۔" ایرار نے فوسکی سے پوچھا تو فوسکی کو اپنے دوسرے ہاں ہوا۔

"ہوں! آؤ۔" فوسکی۔ "وہ کہہ کر چل گیا۔ اندر۔"

اگر دیکھا تو یہ تھا۔

"بی۔" وہ اہل کے پاس جا کر کھڑا ہوا اگر نظریں مسجد کے پورے کالوہ گری تھیں۔

"ہینا! میں نے پوچھا تھا کہ قاضی و فیوض کا دوست ہو گیا ہے۔ میں ڈاؤر گھانا جو سے مل رہا تھا۔ کے فوراً بعد ہی کھڑا ہوا۔" بیٹھی ہی تھی دوسری ہے اور اب تم خود بھی تیار ہو جاؤ۔" خالدہ بھائی نے۔

آخر میں انہوں نے اس کے سر پر پر نظر ڈالی تو تاکید کی کہ وہ مسجد کو اپنی نظروں کے حصار میں قید کیے ہوئے تھا۔ اپنا تکل دل سے خود نکال تو وہ خود بھی سچا تھا اور فوراً "یاد رکھ لیا اور یہ بات بھی آتی تھی وہ اندر نہیں گیا۔

"لہذا کو کچھ کراس کے مل سے پھر سے شگوبہ کیا۔"

"با خدا! یہ شخص۔" یہ تو ہمسایہ بیٹھی لڑکی کے قاتل نہیں تھا۔

اپنے بھائیوں میں سب سے کم صورت اور جھڑکیوں میں سب سے آگے گری فوسکی۔ فوسکی کے قاتل ہو تاروں اپنے دل کو کہہ لیا تھا۔ یہ تو کسی بھی طرح۔

فان ہونے سے چلے لہا کے بھائی اور ماموں اور جے کے بھائی کو لہا کے بھائی کی جیسے چل آیا مگر اندر تو سخت ہی ہوا وہ خالدہ بھائی نے تھیک کہ تھا پورا چلا تھی مندی رہا تھا اسٹیج پر الگ جگہ ہو رہا تھا۔

"وہ کچھ بھی حیدر تھیک! اگر تم نے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا ہے تو اس پر سخت کرنا۔" ہمسایہ ماموں نے اگر کر کہا اور ایک کھڑا اہل کے سامنے کر دیا۔

"لیکن سن! یہ کہہ رہا تھا کہ یہ مسئلہ جہاں واقعہ تھا۔" اہل تھیک! اس آگے کو اس تو جیسے کھائی

تھی۔

"تھیک ہے تم اپنے فیکٹری پر بیٹی کو سنبھال کر بیٹھی رہو۔ ہم بات لے رہا ہیں چارے ہیں۔" وہ کھڑے وہیں جیتے لڑکیوں۔ یہ صورت حال کیلئے سب چکا کر رہے تھے۔

"ہن! یہی بات تو سنو! اہل نے مندی لی۔"

"فلا! اب منے منانے کو کچھ بھائی نہیں آپ سنبھال لے اپنی بیٹی کو! ہمیں کئی شوق نہیں تو وہیں کو جمع کرنے کا۔" یہ فوسکی مندی نے ہی پوچھا۔ کیا تھا وہ تھکا کر رہ گئیں۔

"آئے ہائے! اس اندر کا خوب کرو! تم دیری اپنی بچیاں ہیں لیکن ان کا بھی بوجھ۔" خالدہ بھائی نے انہیں "خوف خدا" پوچھا۔

"اسی جی! آپ کیسے بڑھ کر سن یہ ڈرامہ! چلیں یہاں سے۔" لہا کا پورے ہوا اور اب بھی آپ بوجھا تھا ہر سے نور لوگ بھی تن ہونے لگے تھے انکار کی نظر ہمسایہ پر پڑی جس کے منہ کھڑے ہو کر ہمسایہ بحث کر رہے تھے اس کا چہرہ پتلا رہ گیا تھا۔ آنسو ایک قطار میں اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

"بیٹے! آرام سے! تحمل سے حل کر لیتے ہیں معاملہ۔" عشرت خالدہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی مگر اس نے ہی بری طرح ان کا ہاتھ جھٹک دیا۔

افکار کو خستہ کیا مگر اس نے ضبط کر لیا۔

لہا کوئی سہلہ حل دل نہیں کرتا! ہن اور وہ سخت کر رہے تھے اس بات کو۔ "وہ بہ تیزی سے ہوا۔"

"لیکن یہ مکان تو ملی کے باہر ہے۔" ماموں نے کہا تو ایک لمحے کے لیے سب چپ ہو گئے مگر پوری مورتے کی ایک ٹانگہ کی طرح اپنا مطالبہ ہر لے لگے۔

"لوئے لوئے! اگر ہن کو رخصت کر دانا ہے تو چپ چاپ اس کھڑے ہو جتنا کر دے ورنہ تیری ہن ماری مگر اس کی جیسی رہے گی۔"

لہا کے بڑے بھائی نے وہ کھڑے ملنے کے آگے لہا۔

ملی کم صدمہ سا کھڑا تھا۔ اگر وہ سخت کر دیتا تو ہنوں

کو لے لہا کھڑے تھے۔ ایرار مگر کرنا تھا۔

"چلو جی! چلو ہن! انہوں نے نہیں کرنی شادی وادی۔" لہا کے ماموں ہر تھوڑی دیر بعد ہی نکول گئے اور لہا کی وادی جو ہے جاری تھانگی مراضہ نہیں اس انٹھک بھٹک سے ٹک اگر ہو نہیں۔

"آئے ہائے! اللہ کی بارگاہ نوکوں پر۔" وہ اسٹیج سے نیچے لگی کرسیوں کی پہلی قطار میں بیٹھی ہوئی تھیں۔

اس اکمل کی ہر شادی پر کی ڈرامہ ہوتا ہے۔

"جی! کیا مطلب؟" ایرار کو بیٹھی دلن والیاں ٹھٹک گئیں۔

"تو کی مطلب و مطلب تو کچھ نہیں۔" اکمل کے گھر والوں کے لیے وہ بظاہر بے کار تھیں کیونکہ فن کی بدداشت کام نہیں کرتی تھی مگر انہیں نہیں معلوم تھا کہ ان کی بدداشت کبھی بھی کام کرنے ہی کر جاتی ہے اور آج بالکل غلط موقع پر فن کی بدداشت نے کام دکھایا تھا۔

"میں کہہ رہی ہوں! یہ اکمل بھی مل بالکل اپنے پرداویسے نصیب لے کر آیا ہے پائے بے چارے کی ہر شادی پر کی ہوتا ہے۔" وہ بھڑک رہی تھیں۔

"وہ سری شادی کی بھی بالکل کی سیلہ نکال تھا اور پھر تیسری میں بھی پتہ نہیں اس کی بلکہ اگلی! سختی نہیں۔" اس پر کھوڑا ہے جاری کی جو بھی شادی بھی خراب کرنے پر تھی ہے۔" وہ صورت حال کو مجھے بغیر اپنی ہانگے جاری تھیں۔

"تو ہن کی پہلی بیویاں کہاں ہیں؟" ماموں نے سوال کیا۔

"پہلی! کو تو طلاق دے چکا ہے اور تیسری۔" وہ بڑے سوچتے لگیں۔

"ارے! ساتھ آئی تھی ہمارے ساتھ۔" ہائے بے چاری۔ لہا اپنی مندی اور اس ڈان سے سوزنی بہت ہے۔ بے چاری شریف ہے۔" وہ اس کے قہر سے بڑھنے لگیں۔

ملی خاموش کر رہا تھا اور ہمسایہ کی ماموں اس پر مزید دھڑلے کے لیے کہہ رہی تھیں۔

”ج نہیں اب کیسے اقلہ لے گا۔“

پیسے کی بات اور بھی مگر کن کی بات میں ہو۔
واقعات ہوئے تھے اور جو چاہے اس پر ہاتھ اسی سے
جو صبر اور صبر و تاب دے گی اور مزید کوئی دہر
سے کی حالت اس میں کسی بھی نہ۔

”محترمہ اگر آپ اپنا دوا بند کریں تو میں بھی کچھ
عرض کروں۔“ وہ بول کر اسے ہوش گئی تھا وہ اپنی
سوچ میں گم رہی روئے جاری تھی۔

”کیا ہوا ابھی پہلو میں کو کھوٹے کا کھ ہے یا ارشد
سے شادی نہ ہونے کا غم؟“ ”کدیم“ ”کبھی بھڑے
ساتے میں کھ کھ کھ اور وہ شخص جو اس کے سر
کے اٹھانے کا انتظار کر رہا تھا اس کی شکل دیکھ کر فوراً
اس پر سے ہٹا میں اور پھر کمرہ اس لئے کر اس کی
طرف بھاگ۔

”تنت۔۔۔ تم؟ تم؟ تم؟ تم؟ کیا کر رہے ہو؟“ وہ دیک کر
بچے ہٹی اور وہ تو اسے روک لے پکڑا ہاتھ اپنا سامنے
لے کر نہ گیا۔

”ہاں۔۔۔ تم؟ تم؟ تم؟ تم؟ کیا کر رہے ہو؟“

”میں بے چارہ! دنیا کا بد قسمت ترین دو صاحبوں
جس نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی بارات کی دیکھیں
کیوں نہیں لوگوں کو کھ لیں پھر کس پاس انھوں میں دور
جب لوگوں کے کمرے میں گیا تو وہ دن صاحبہ کو سر ہا
انتظار کے بجائے غم و غصہ پایا اور پھر لوگوں صاحبہ بڑی
دیر دیر سے فریادیں کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو۔
نہ یہ بات سننے سے پہلے۔۔۔ ہاں دنیا والا مجھے بتاؤ کہ
کن کی رات دو صاحبوں کے کمرے میں نہ جانے تو کمال
جائے۔۔۔ علم کی بات نہ۔۔۔ اس کا فوس ملوٹ ہے۔
”لیکن وہاں تو ارشد۔۔۔“ اس سے بات کر رہی
نہیں ہو پار رہی تھی۔ جھگڑے ہوئے۔۔۔ مگر اس نے
اصحاب با حیلے پر گئے تھے۔

”ارے ہاں۔۔۔ یاد آگیا۔“ وہ ہنسنے لگا۔
”اس قوس کے۔۔۔ کے ساتھ بھی آج خوب ہوئی۔“
مشکل سے اپنی ہنسی روک کر وہ۔۔۔
”کیا ہو؟“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”بہن ہو گیا ہے! تم تو اس کا اعلان کرتے ہو۔۔۔
ہوش نہ کر لیں مگر اس کی پیچیدہ اور پانی ہوش میں
”کیا۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”کیا۔۔۔ طلب؟“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”مطلب یہ کہ یہ صاحب نے اپنی بھیجی کی لڑکی
اور ماس کی بیٹی سے بھی شادی کے وعدے کئے ہوئے
تھے اب بھلا اتنی آسانی سے وہ بچ کر جاسکا تھا۔
دو لڑکیوں نے غم و غصہ میں ماس کی بھاری محترم کی
اور پھر دونوں نے مل کر ارشد صاحب کی والدہ ماجدہ سے
جنگ کی اور آخر میں حسب معصوم بلکہ حسب
روایت آپس میں تو ہنس دانیں اور ایک دوسرے کو
دراپے نہ کہہ کر اپنا لڑکھڑکے کر رہی تھیں۔“

”اچھا ہوا۔۔۔ تم؟ تم؟ تم؟ تم؟ کیا کر رہے ہو؟“

”لوہریت سے یہ سب دیکھ کر مجھے ایک بات یاد آئی
تھی یعنی کن کے تمام واقعات دیکھ کر میں یہ سوچ رہا
تھا کہ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اب ہماری قوم میں انصاف
نہیں ہے۔ اب ہمارے اندر وہ بات نہیں رہی اور
لوگوں میں بھی جنہوں نے کیا کتنا ہلکا۔۔۔ بے شک میں
یہ بات مانتا ہوں کہ وہ لوگ کوئی لوہریت تھے۔۔۔
تکے سے اور عزم کے لیے۔۔۔ لیکن اب بھی ہماری قوم
میں انصاف کی کمی نہیں۔۔۔ ابھی بھی مجھے ہے جس نہیں اگر
آج بھی نہ انصاف ہو۔۔۔ لیکن ابھی یہ بات آجائے تو
انہی ہی منلوں کے۔۔۔ لیکن مجھے ہے آپ قوت ایک طاقت
ہی جا میں سے۔۔۔ ہاں مگر لوگوں کے بارے میں کہہ کما
نہیں باطل۔“

اس کی اس تقریر پر ہنس نے ایک نظر اسے دکھا
اور پھر کہہ سوتے گی۔

”اے! اب کیا سوچے لیں۔۔۔ لگتا ہے پوری
رات سوچے میں گزارنی ہے۔“ وہ اپنی مسکراہٹ
اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ لڑائے لگا۔

”میں سوچ رہی ہوں کہ اگر تم وہ سری شادی کرنا
چاہو تو میں غلہ سے بات کر کے ضرور تمہارا ساتھ دوں

”کی۔۔۔“ وہ نے اچھل کر فرار ہوا۔

”لا۔۔۔ سری۔۔۔“ لڑکی۔۔۔ حیرت سے اس کی
آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور وہ لڑکیوں کا کہہ کر اس کے
ہنر میں اس وقت بطور خاص بات کیے نازل ہوئی۔
”مگر اس کے ماں اس سے پہلے ہی کہہ رہی تھی۔“

”ہاں وہ سری شادی اسے نہیں کرتے ہو اس سے
وہ سری شادی۔۔۔ اب تم نے مجھ پر اسل کیا ہے کیا
میں۔۔۔ تم یہ اصل نہیں کر گئی۔“ اتنی ہی اصل
فراموش نہیں ہوئی۔۔۔ ”وہ بچی تواد میں ہوا۔“

”میں۔۔۔ میں اس سے محبت کرتا تھا۔۔۔ مثالیہ اس

کے دل میں اپنی۔۔۔ لی۔۔۔ تم؟ تم؟ تم؟ تم؟ کیا کر رہے ہو؟“
”وہ۔۔۔ ہمارے۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”آج شادی تھا کہ۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”وہ کچھ میرا۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔

”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”میں۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔
”ایک۔۔۔“ اس نے پرسش سے پوچھا۔



انسان محض ارتقا کے ابتدائی اوار میں "پلی سٹی" کی مانند ہوتے ہیں۔ جس میں معشرے کا گہوارہ "قریبیت" ہے۔ "چاہے" پر احرام ہے اور بازار حیات کی "ٹانگہ" کو نظر رکھ کر اپنی نیت اور چاہت کے انمول تائیک خاص بنائے ہیں ڈھلانا ہے اس کا لب ساری کے دور اس کی "نگلیاں" ہر برتن "کے بدن پر ریتوں روتا ہوں" مذہب سیاست ہندوؤں، بواہوں اور سربوں کی اس گت پیچیدہ تحریریں ہم کرتی ہیں۔

"کلی مٹی کے یہ" سانچے "حالات کے" "تھوڑے" میں ڈھلتے ہیں۔ ان مراحل سے گزرتے ہوئے ہر برتن کا "عزف" اور "نصیب" اس کی حست کا تعین کرتا ہے۔ کچھ "مقالہ" کی بے توجہی کا شکار ہو جاتے ہیں کچھ اس کے لٹاری پر اس کی خور ہوتے ہیں۔ کچھ "آوے" کی "دوبک" برداشت نہیں کیا کرتے اور ترخ جاتے ہیں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بازار تک نہ پہنچتے ہیں مگر انہیں کوئی "خریدار" میسر نہیں آتا۔ ان کا نصیب پور بازار کا سبب ہر "عزف" کا مقام ملے کر تاج محل، وان اور بیک وان میں ساخت کا فرق بھلنے ہو مگر نصیب کا فرق ضرور ہوتا ہے۔

یہ مٹی میرے لٹول کی تھیم ہے۔

قصص پیدا واقعات کو اپنے اندر میں آپ کے سامنے پیش کر رہی ہوں۔ کروڑوں کے ساتھ انصاف کرنے کی رست میں رہنے نہیں اٹھائی گی تو نہ میرا فہم اور آکٹا قص اور ناعمل ہے۔ کام آپ پر چھوڑ دی ہوں میں آپ کو خود ہے بہتر مصنف بنی ہوں۔ میں اپنی رائے بھی میں دے رہی۔ صرف آپ کی رائے ٹانگہ رہی ہوں۔ آپ اس بات کو جس بھی تاخیر میں دیکھیں پھر اسے مٹی کے بے جان برتن کی کہانی مت سمجھئے گا۔ یہ جیتے جاتے وجود رکھنے والے اور چند کرنے والے انسانوں کی داستان ہے۔

بشری سعید

بشری سعید

سفالِ گھر



وہوئے۔ کئی مقامات اس کے شہنائی۔
 لکھنؤ اس کے پاس تھا۔ ان کے ساتھ ایک اور
 لکھنؤ اور اگر تھا۔ اب بھی سب سے قویہ کی پوزیشن
 والے نو بیانات تھے۔ یہاں اور سوشل سیکورٹی میں
 وغیرہ تاکہ یہ مسئلہ حل کر لیا تھا۔ لیکن یہ سب اس
 اب بھائی دے رہا تھا۔ جب اس کی ضرورت پڑی۔
 وہی تھی۔

نہ جانے اسے کیا ہوتا تھا۔ اس سے کچھ روز
 پہلے کا تھا تھا کہ وہ فلم کے سیٹ پر کچھ بھول گیا تھا۔
 جس کی وجہ سے اسے بہت تڑپ لگی۔ اس کا ہاتھ مارا تھا۔
 لیکن وہ کیا بھولا تھا۔ اس سے یاد میں آ رہا تھا وہ ایک
 ایکسٹرا تھا۔ ڈیزے لکھتے۔ وہ انیس کی فلم میں لکھ بھریا
 اس سے کچھ روز وقت کے پہلے سیرنگ کی آگے اسے
 پردے پر سر قمر کر دیتی تھی۔ کبھی کانفرنس میں بیٹھا
 ہوا ایک ڈاکٹر کی مجلس کی لالی پار کرتا ہوا ایک پرسن میں
 یا فلم کے کسی ایکسٹرا کے پیچھے جنازے سے اترتا ہوا
 مسافر۔ کبھی وہ فٹ بال اسٹڈیم میں ہونے والی
 گریم پر ٹیڈن کی تقریب میں شریک سوئٹوں میں سے
 ایک ہوا تو کبھی ٹیڈن میں بیٹھا ہوتا۔ سوسائٹی سے راند
 لوگوں کے جمع میں نظر آتا اور بعض لوگ اسے تو نظری
 نہیں آتا تھا۔

وہ کئی سالوں سے جلی دوز میں اسی مشیت سے کلم
 کرنا آ رہا تھا۔ اسی غیر مستقل تبدیلی پر اس کی گزر
 لوگات ہو رہی تھی۔ وہ اس کام سے تنفر تھا۔ کرا سے
 کیسے پتے جانے پر مجبور تھا۔

جب وہ اسپرنگ فیلڈ سے جلی دوز آیا تھا تو اس کی
 آنکھیں خوبوں سے بھری تھیں۔ اور بدن کلن کی
 آنت ساتھ ہوا تھا۔ اسے سارا حال صحت مند کی نذر
 کرنے کے بعد اس کے جسم کے کسی عضو میں
 موزونیت باقی نہ رہی تھی اور یہ حال دھندلانے لگی
 تھی۔ وہ آئینہ دیکھنے سے حتی المقدور گریز کرتا تھا۔
 نقص آئینہ دیکھنے سے کتنا ہوا وہ خوباب نہیں دیکھ
 سکتا۔ اس کی نیندوں میں کلوس ہوتا۔ یہ سب رات
 کی زندگی بھی ایک غیر ختم ڈولونا تھا۔

مکمل لیا کی شاخ ہے۔ یہاں ایک بڑا سفید پھل
 پڑا۔ اسے کھانے لگا۔ اسے کھانے سے لڑا۔
 اس نے یہ کھانے کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
 دو اٹوں۔ اور کئی ٹائٹوں۔ اور کئی چورہ میں
 اور بھول میں سے۔ جس کے آئی روشتی مفید اور صحت
 تھی۔ وہ ایک بے حد اعلیٰ سطح تھی۔ جہاں اس پر تھی
 سو رہا ہوا تھا۔ آواز جانے کیسے اس کے آنکھ کھل گئی تھی
 اور اسے کمرے کی ٹھنڈی فضا سے خبردار رہا۔
 پر نکل آیا تھا۔ وہ مٹی اب دو ٹوں کے ٹول سے پیچ
 رنگت رہی تھی اور اس کے ٹکڑے آواز میں پر روشنی
 کی آواز۔ کبھی ٹکڑے بننے بننے کی تھی۔ اس نے
 گروں اتھا کہ مکمل لیا کی لوچی والیوں پر کھلے ہوئے
 وہ صلی سفید ٹکڑوں اور ان پر اترنے والے ملائم
 اچالے ہوئے تھا۔ اسے بڑی شدت سے کوئی یاد آ رہا تھا۔
 اس صبح اور اس صبح میں بھی ایسی ہی مسکرت تھی۔
 اس کا تھ بھی اس صبح کی طرح اجلا تھا۔ وہ چاند کے ور
 سے بھی ہوئی صورت تھی۔ کاش وہ اسے بھی بھول گیا
 ہوتا جیسے وہ کئی دوسری باتیں بھول جاتا تھا۔ لیکن وہ تو
 آگے میں رہا۔ وہ لاوارث کا نذر تھی۔ جو ہی نہ تھا
 نہیں اور جس کی بار آگے طویل سے بڑھ کر تکلیف
 ہوتا چلا جاتا ہے۔ جو بے چین رہتا ہے۔ اس کا خیال
 آنے پر گرائنٹ کے در ایک جس کی تھی۔ وہ رکوں
 کو کافی ہوئی۔ سارے بدن میں جھلکی نہ تھی۔

وہ بھول گیا تھا۔ وہ بھول گیا تھا۔ وہ بھول گیا تھا۔
 تھا۔ اسے اس لڑکی کے ہم خط لکھنا تھا۔ وہ کئی سالوں
 سے خطوط لکھتا رہا تھا۔ اسے کسی ایک خط کا کسی
 جواب نہیں ملا تھا اور شاید کوئی ایک خط کسی میں تک
 پہنچا تھا۔ لیکن اس کے ہاتھوں وہ کے بغیر آگے
 بغیر خط لکھے چلا جاتا تھا۔ اپنے کمرے میں آکر اس نے
 رانڈنگ نیل کی اور والی دروازہ باہر کھینچی۔ ٹیڈن فلم
 اور ایک مختصر وقت نکلی اور خاصی دیر سوچے رہنے کے
 بعد وہ کا آواز کیا۔ اس نے ذہن میں وہ ٹکڑے لکھا تھا
 اس کے ایک ایک لفظ کا ترجمہ وقت میں تلاش کرنے
 اور اسے لکھ پر منتقل کرنے میں اسے کم دیش دس
 منٹ لگتے تھے۔

نہاں میں خیر۔ وہاں ان کی باتوں کی
 مشق۔ بعد میں وہاں۔ وہاں سے لکھتے پر قادر ہیں
 ہو جاتا۔

تحت کے درانی کو سے لکھتے تھے۔
 اسے اپنی دیکھ میں دو دو اساس ہو تھیں
 کے اوپر کی۔ لیکن بھول کر اس نے ہاتھ اٹھاتے۔
 وہ صرے ہاتھ سے بھول کی جگہ کو لکھتا اور ایک طرف
 ہوئی جگہ کو لکھوں۔ پایا۔ جسے وہ بھولنے سے
 کے محاسب کو چھوڑا اور لکھتا۔

اس نے قیاس۔ میں رہنے کے لیے ایک درخت
 لے کر خطا۔ اسے سرے سے نہ لکھتا۔ ایسے ہی
 گھٹا۔ یہ بعد اس کے کہ کئی حصول۔ یہی
 سے سو اور ہو رہا تھا۔ اس کا ایک دوست جس
 سے اس کی بات۔ وہ لکھتے تھے۔ یہی ملے تھے۔
 بے حد اچھا کرتا تھا۔ اور گرائنٹ سوچ رہا تھا کہ ان
 شرم کو اس نے بھول چکا تھا۔ بھول جانے کے
 ذریعے اس نے ایک نوٹ لکھا اور میز پر رکھ دیا۔ اس کا
 اور وہ حال وہ کھل کرنے کے بعد وہ اسے کمرے کے
 دروازے۔ چپاں کر کے گا۔ تاکہ نہ دیکھنے پر یاد دہانی
 ہو جائے۔ یہ وہ وقت تھی جس میں ہو کہ ایک جیسے بعد
 اس نے احتیاجی جملہ خبر کیا اور کھنڈ کو تہہ کر کے دروازے
 میں رکھتے ہوئے دروازہ بند کر دی۔ وہی اسے خطہ میں
 رکھنے کے لیے کئی بھول بھی جاتا تھا۔

میز کے کنارے پر ایک نوٹ کھنڈ بھی دھرا تھا جس
 میں کسی داغ کا نام لکھا تھا۔ اور نیچے ایک مختصر جملہ
 تھا۔ "آن شام کو ملنا ہے"۔ وہ اس کی اپنی تحریر تھی۔
 لیکن اس نے کب لکھا تھا اور لکھنے کا مقصد کیا تھا۔
 ذہن پر بہت نذر دینے کے بعد بھی اسے یاد نہ آ سکا۔
 تک آکر اس نے وہ لکھ بھی ایک طرف اچھل دیا۔
 اسے ساتھ والے کمرے سے آہٹ ملتی رہی۔
 اس نے ہاتھ دم کا وہ داغ بھول کر کمرے میں جھانک
 دیا۔ جاگ بگی تھی اور میز کے کنارے آنکھیں موندے
 جیسی بھول رہی تھی۔ شاید اسے ہاتھ دم میں جاتا تھا
 اور وہ اس کے لئے ہاتھ نکال کر رہی تھی۔ اس کے علاوہ

وہ اس کی کئی دوسری سمن تھی۔ اس کی بات ایک سے حد
 غلط اور لکھتے لکھتے ایک عورت تھی۔ اس کے
 کہ وہ اس کی گرائنٹ کا وہ میں اس کی جی کی جگہ
 میں لکھتا تھا۔ کہ وہ لکھتے تھے۔ یہی لکھتے تھے۔
 یہی وہ وہاں سے یاد دہانی میں لکھتے تھے۔ عورت کی
 لکھتے تھے۔ یہی لکھتے تھے۔

گرائنٹ سے کئی غلطیاں سرزد ہوئی تھیں اور خدا کا
 غضب اس کی رشت پر تھا۔ یہی اس کے کہوں کا
 لفظ ہونے والا تھا۔ اسے غصہ سے نجات دلانے
 والی تھی۔ اس کی پرورش کرتے ہوئے گرائنٹ اس
 پر ہر طرح کی تکی کی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ اس سے
 نفرت کرتی تھی۔ وہ اس کی نفرت پر اٹھ کر سکا تھا۔
 کہ خدا کی ناراضی پر اٹھ کر اس کے بس میں کھل
 تھا۔ اچھا یہ ہوا تھا جو اس کی بات مر گئی تھی۔ اگر وہ
 عورت اب تک اپنی جگہ کے ساتھ ہوتی تو شاید اسے
 مکملی راہ پر چل رہی ہوتی۔

گرائنٹ اسے قیاس میں کھلے کھلے دیکھا اور
 لکھا تھا کہ ہاتھ دم فارغ ہے۔ ہم اب اسے استعمال
 کر سکتے ہیں۔ گرائنٹ اس کی بات ہوئی کہ اس کی توازی
 نہ لکھ سکی۔ اس لڑکی کا بھول گیا تھا۔

اگر کچھ چھوڑنے سے پہلے اسے کچھ پیش بندی
 کرنے کا سوچا تو شاید وہ اتنی خوف نہ ہوتی۔
 جس جگہ میں اس سے یہ عمل سرزد ہوا تھا۔ اس کی
 جو کھلا بہت کا کوئی ٹھکانہ تھا۔ آخر وقت تک وہ
 آنکھیں بند کیے یہ ہی سوچتی رہی کہ کسی بھی لمحے
 گرائنٹ آئینے کا اور سب درست ہو جائے۔ لکھ اس
 بد عوازی کا سچہ تھا کہ کمرے باہر کے ٹکڑے لکھن قدم
 پر ہی وہ پھنسا لکھتے تھے۔ اسے خبر نہ تھی کہ گرائنٹ سے
 دلچسپ لڑنے میں کتنی مدت لگ جائے گی۔ یہ عرصہ
 گزارنے کے لیے اسے رقم کی ضرورت تھی۔ اس
 کے پاس جو نقدی تھی وہ بھول بھول جیل گئی تھی۔
 اور ملت یا دوسری قیمتی اشیاء کی جانب ہاتھ

پڑھانے ہوئے اسے اپنی شرم آئی تھی کہ وہ اس
 عورت پر عمل نہ کیا جائے۔ مگر سب سے زیادہ
 شرمناک کام تو یہ کر گزری تھی۔ اس کے انکوائٹ میں
 جتنی بھی رنج و غصہ تھا جتنی وہ چند روز قبل دشمن نے شادی
 کے احادیث کے لیے نظر ڈالی تھی۔ اور اس وقت وہ
 تقریباً خالی ہاتھ تھی۔

اپنے سالانہ میں سے اسے اپنا پاسپورٹ نہیں ملا
 تھا۔ جبکہ وہ پہلے وہیں ہی میں کہیں آگے چلے ہو گیا تھا
 یا کسی نے جان بوجھ کر نکال لیا تھا۔ اور اگر وہ ارٹوٹا
 نکال گیا تھا تو دشمن کے سوال کیا کرنے والا کوئی نہیں تھا۔
 پرانی کے علاوہ گمارہی کی چالی صرف دشمن کے
 پاس تھی۔ شاید اس کے دل میں یہ خدشہ موجود ہو کہ
 اس کی بیٹی کمرے سے جانے کی کوشش کرے گی۔ اگر وہ
 پہلے سے ایسا سوچ رہی تھی تو اب اپنے غرضات کو ج
 ہوا تاکہ اس پر کیا گزری ہوگی۔ اس وقت وہ مردہ
 ہوئی مگر کوڑا کو چاہوئے سے روکتی ہوئی اس دور
 سے کہ گھر کا کوئی اور فرد نہ منہ پاتے اور جب آنک
 اپنے بستر سے نکالے گا۔

پرانی کھلی ہے؟ اب تک میرے پاس کہیں
 نہیں آئی تھی۔ اور کوئی۔ وہ ایک بار دنا شروع کرتا تو
 کئی گھنٹے روٹا ہوا چلا جاتا تھا۔ کئی خیلے سے بدل ہی نہ
 تھا۔ اسے کون سمجھائے گا کہ پرانی اچانک کھل رہی
 تھی۔ وہ اس کی شادی کے لیے بنے والے
 ملبوسات دیکھ کر کتنا حیرت منہ ہوا تھا اور جب سے اسے
 معلوم ہوا تھا کہ وہ وہی متوجہ وہ تھا تو اوڑھ کے سامنے
 آنے پر بے طرح غصہ اچھا اور چھپنے کو کہنے کے بعد
 تلاش کرنے لگا تھا۔ اور وہ وہ کیا محسوس کر رہا ہو گا؟

قریب سے گزرتی عورت کی حیرت منہ تھوڑوں کو خود پر
 بے پروا کر رہی تھی۔ اس کو احساس ہوا کہ وہ چاند تو اس میں خود
 کھائی کر رہی تھی اس نے عورت کو روکنے کا کہا اور اس
 سے اس مکان کی ہیئت معلوم کیا۔ وہ وہ چیلے ایک گھنٹے
 سے ان گھنٹوں میں ڈھونڈ رہی تھی۔ اس سے مل گیا
 اور لوگوں سے ہوا تو وہ بھی گئی۔ اس سے کامیابی
 ہوئی۔ اس عورت نے کئی کے سوا کسی جانب ان کی

بیوی کی۔

تک کہ بہت دور آئے والا آخری میناں وہاں رہے
 ہیں قرآن صاحب۔
 "قرآن صاحب" وہ کچھ کہنے ہی گئی تھی کہ رک
 گئی۔ اسے بدقت خیال آیا تھا کہ مریم کے واقعہ
 صاحب کا نام قرآن ہی تھا۔
 "جی اچھا شکریہ۔" وہ تیز قدموں سے گلی پار کر
 گئی۔

مریم اسکول کے ابتدائی دور سے اس کی دوست
 تھی۔ میٹرک تک وہ دونوں ایک ہی اسکول میں پڑھی
 تھیں۔ اور اس تمام عرصے میں شاید ہی کبھی ملن اب آیا
 ہو جب وہ اسکول بند ہو گئی تھی۔ اسکول کے بعد بھی
 ان کے درمیان خط و کتابت کے ذریعے وہ جاری رہا
 تھا۔ چند چھوٹے چھوٹے چھپ چھپ کے تعلیم کے سلسلے میں امریکہ
 جانے لگی تو اس نے مریم کے نام خط لکھا تھا جس میں
 اس انجمن والا بھی سمجھا تھا۔ مگر مریم کا کوئی جواب
 خط اسے امریکہ میں نہیں ملا۔ واپس آنے پر اسے
 معلوم ہوا کہ مریم کے دونوں بھائیوں کو کسی جاننے
 والے کے توسط سے دوسرے شہر میں ملازمت مل گئی
 تھی۔ جس کے باعث انہیں گھر تیار بل کر مارا گیا
 نے جسے مریم نے اسے چھ خطوں میں لکھا تھا کہ
 تھے۔ جو دشمن نے پکڑے۔ رکھ چھوڑے تھے۔ ان
 ہی خطوط سے پرانی کو مریم کے گھر والوں کی دوسرے
 شہر منتقلی کے حقائق معلوم ہوئے۔ اور اسے ہر سے بگڑتے
 ہوئے اس کے اس میں جو واقعہ نام آیا تھا وہ مریم کا
 تھا۔

ہر سے وہ محسوس ہوا۔ اور وہ وہاں کھلا تھا۔ وہ وہاں تک
 پہنچے۔ اور وہی گئی۔ راستہ بھر سے وہاں بارش نے محسوس
 کی۔ اور انہوں کو دھوکہ دیا تھا۔ اور انہوں کے چلنے والے
 پردے سے بھاگتی سوا کی دروازہ سوپ کے قتلے لیے
 فرشتے پر ترتیب سے دھڑکے تھے۔ اس کے جوتوں پر
 کئی چیز جو سوکھ کر بھر بھری ہو گئی تھی۔ لیے فرش پر پڑا
 نشان چھوڑ رہی تھی۔ برآمدے میں کھلنے والے
 دروازے سے مریم باہر آئی۔ ان کا کوئی حصہ نہ ہونے لگا

کرتی تھی۔
 "اب اس تمام قسم کی باتیں نہ کرو۔" وہ بولے۔
 "جی ہاں۔" وہ بولے۔ اور وہاں بھی وہ نہیں
 چلے۔
 "تو بڑے دنوں سے صحت پر کتنا
 تھکا ہوا تھا۔ وہی معلوم آئے۔ اسے اسے
 میرے وہاں ملے ہیں۔ میں تھا۔
 اس نے آگے سے بچے۔ ہاتھ پر پاؤں کے اور
 سے گزرا اور اسے نظر نہ پڑا۔ اور وہ بولے۔
 "تو اسے کب لکھتے تھے۔ اور اس کا تو تھا۔ اس کا کیا
 "تم اس کی کیا
 "یہ سب باتیں نے کہہ دی۔ وہ بولے۔
 کے کو بوجھ سے اس کا بار ڈھل گیا۔ اور اسے اندر کر فرش پر
 گر گیا۔
 "میں بھی نہیں کچھ نہیں آتی تھی۔
 مطلب۔"

پھر ایک حرکت وار آدمی کی بیٹی ہوں۔ میں اس
 محلے میں آئے۔ بڑے بہت کم عرصہ ہوا ہے۔ مگر کم
 میں کچھ نہیں ہیں۔ تو کب میرے باپ کا نام عزت
 سے لیتے ہیں۔ جب تمہارے خیر واسلے تمہیں
 دعوے کرتے ہو۔ یہاں نہیں کے تو تم ہی تھاؤ اس کے
 بعد ہوگے۔ میں اس مسئلے میں سمجھتی ہوں کہ
 مریم پر جوں جوں پر پائی گئی تھی۔ سے پیدا ہونے
 والے متوجہ حالات عیاں ہو رہے تھے۔ اس کے
 اوسان خطا ہوئے جارہے تھے۔

"لوگ یہاں نہیں آتے۔"
 "تم کہیے کہ کتنی ہو۔ وہاں نہیں آئیں گے۔ وہ
 سب سے پہلے یہیں آئیں گے۔ اور ان کے ساتھ
 دیر میں پہنچنے والے ہوں۔" مریم نے بلا ارادہ یہی
 دروازے کی سمت دیکھا تھا۔
 "میں یہاں کا ہوا معلوم نہیں ہے۔ وہ مجھے نہیں
 پہچانتی ہیں گے۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو تم۔ میں نے جنہیں اسی نے
 سے خط مجھ سے تم کو امریکہ میں نہیں وہ خط تمہاری
 ہی نے ہی وصول کیے ہوں گے۔"
 "لیکن انہوں نے وہ خط وہاں دیکھے بغیر ہی منسلک لیے
 تھے۔ وہ غیور کی طرف انہوں نے باطل دھیان
 نہیں دیا ہو گا۔ اور میں وہ خط ساتھ ہی لے گئی ہوں۔"
 پرانی نے بوجھل جوتوں میں پیروں کے جھون کو
 سے چلتی حرکت کی۔ اس کے پیروں میں لٹکاؤ
 تھا کہ وہ ان کے علاوہ کچھ گئی اور سوچ نہیں پاری
 تھی۔
 "میرے ہی تمہارا تیاں ہے۔ اور اگر یہ درست بھی ہے

۔ جو کہ میں نے یہ دیکھ رہی ہوں کہ قادی کیسے آئیں۔
 کوئی ساتھ کیوں نہیں آیا۔"
 "میں کوئی گھر نہیں آتی ہوں۔ کمرے چوری تھے
 لگی ہوں۔"
 مریم نے ہونٹ ہوا ہوا ہے۔ اور آنکھوں کی پتیلیاں
 چھلک رہی تھیں۔
 "پرانی! تم کیا کہہ رہی ہو؟ چوری جیسے کیوں گئی
 ہو گیا ہو؟"

پرانی نے مٹھنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کرنے کی
 خاطر صافے محسوس اور برآمدے میں نگاہ اٹھائی۔
 تھکن سے دیکھا ہوا جسم اسے مزید ایک لمحو بھی کھڑے
 رہنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ مگر حرم کو پوری بدلت
 تھانے بغیر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ لیکن نہیں غلط نہ تھا۔
 آواز اس سے تھلنے لگی تھی۔

مریم کے چہرے کا رنگ بے کا پڑا تھا۔ اس کی کردہ
 لٹکا پٹکا ہو گیا۔ محسوس میں گھڑی دھوب اس کے
 مقابلے میں زبان و لہجہ لگنے لگی۔ پرانی کے خاموش
 ہو جانے کے بہت دیر بعد تک وہ کچھ نہیں بولی۔ اپنے

”جو بھی ہے، تم چلی جاؤ۔ میں تمہاری سہارا بن رہی ہوں۔ تم واپس چلی جاؤ، تو سہارے ہاں باقی ہیں۔ وہ تمہیں دھک نہیں دیں گے۔ تم تو خود اپنا راس تکیے انگلی

لیکن وہ دستمل کرنے دس پانچس چائیس۔ ملائے

پرنایاں باہر ہی جانے کے دواؤں کی اوت میں
گھنٹوں پر کھن گراٹے پر ہر مینسی عی لمور مریم
طی کے کیل والے چوٹے پر شیشی روٹیاں پھاری
میں چوٹے سے اٹھتے دعو میں کی گڑواہٹ بھری ہو
تھنے ہوئے میس کی مرکب سروسوں کے قیل کی خوشبو

اس مسئلے کا اور کوئی حل نہ نکلا تو بریائیں نے سمجھ لیا کہ اسے کچھ دن اس کی پالی سہیلی کے ہاں رہنے دیا جائے۔ دہر سہیلی سے عیسٰی کی خفیں اور اب خندہ پر نے خود ہی راہ نکالی تھی۔ سسرال والوں نے کچھ عیسٰی و پیش کے بعد ہی تیجہ مناسبتی بھی ہو رہی تھی۔ کاشوہرائی ہاں ہمارے

ہی امن کے ساتھ سے یہاں چلا آئے کو تھلا ہی
راستہ ان تھوڑوں کو جہاز میں سار دوتا تھا۔ اس لیے
حد امنی اور اہل مسجد کے لوگ آئے تک ٹکٹ پائے
نہیں۔

اس بڑی کھلی پر اس لیے انتظار کرایا کہ مریم
نے اپنی سلیقہ زندگی میں کہ والدین کو بھی دھوکا نہیں دیا
تھا۔ اگر بیٹے ان لوگوں نے مریم کے ہاتھوں فریب کھایا
ہو تو شاید وہ اس کھلی کے حصول بھڑکے پڑے۔

مٹھے سے کوئی عورت آجالی تو مریم است پیش منکر
سے او جھل کر دیتی اور اگر سنا سنا کر مزید ہو جاتا تو خود سے
کچھ ہانپنے کے بجائے صرف ان ہی سوالوں کے مختصر
جواب دے جاتے جن کے جواب نہ دینے سے شکوک
پیدا ہوتے کا احتمال ہوگا۔ ہر دم بھی فکر اسے گدائی
رہتی کہ پرانی کی اصلیت ظاہر ہوئی تو کیا ہوگا۔ اس
اصحاب ممکن حصول نے مریم کو توڑ کر رکھا تھا۔
اب وہ پرانی کے سامنے اپنی ناگواری چھپانے کی کوئی
کوشش نہیں کرتی تھی۔

"قرن پانچ بھی کل ہے کراچی سے مسعدی بیا
کے ہم۔ فیکری واسطے پڑھو کوئی بھی انہوں نے
لکھا ہے کہ لکھ لو کراچی کا موسم داس نہیں کیا۔
ہوٹلوں کی تکلف بڑھ گئی ہے اور پیٹ بھی ٹھیک
نہیں رہتا۔ ہو سکتا ہے ایک ہفتے میں وہ لوگ لوٹ
آئیں۔ ان کے کنے تک اگر تم بیٹیں تو میں تو حارہ
بیسٹ اور نہیں چلے گا۔ اہل بھائیوں بیسی بھولی
نہیں کہ جو کہا جائے گا آنکھ بند کر کے ایمان لے
آئیں گی۔ تمہیں دیکھتے ہی وہ بھاپ جائیں گی کہ
مسعدی کچھ اور ہے۔"

مریم نے مین کی روٹی پر کھجی کی بجلی دھار کر اسے
ہوئے تھلا۔

"میں کچھ دن اور مریم! تھوڑے دنوں اور بچھو۔ ماں
وہ ہے۔"

"تسے دان؟ اور کتنے دن؟" مریم۔ "خیر ہے
اس کی کوئی تاریخ ضرور ہوتی ہے، مگر ظاہر بھی ہے مگر
اس کی تو کوئی خبری نہیں ہے۔ ایک مہینہ ہو گیا نہیں

کوشش کرتے ہوئے وہ کھلی میں ہنسنے لگا۔ کسی کے
استہلال میں ہی نہیں ہے۔ ہر دم سے دن ترفوں ملتی
ہے۔ کھلی کوئی جواب نہ دے۔ تم اس کی امید چھوڑو اب
کوئی وہ سرا رستہ نہ ہونے دو۔"

کوئی وہ سرا رستہ تھا ہی کب آئے جس دھند بھری راہ
پر چل رہی تھی۔ وہاں سے اپنے قدموں تلے کی زمین
دیکھائی نہ دیتی تھی۔ اور اب تو محسوس ہونا بھی بند ہو چکی
تھی۔ کئی بار وہ سوچنے لگتی کہ اس کے پیروں کے نیچے
زمین ہے کھلی نہیں۔

اندھیرا رہتا ہوا آتا اور پوری چلنے کے
دروازے میں لپٹی چلی روشنی کو بھوک رہا تھا اور پچھا
ہو جاتا۔ پرانیان چلیں جھپکاتے بنا باہر پھینکی رکت ہو
تھوڑی دیر پھر کڑے دھوئیں نے آنکھوں میں
کھس کر اسے چلیں بند کرنے پر مجبور کر دیا۔

"کھلی آنکھوں میں بنے کھر ایک دھڑکے کے اندر
کھسے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں قاصد نہیں ہوتا۔
دیوار سے دیوار ملتی ہوتی ہے۔ کھڑکی سے کھڑکی ڈھکی
ہوتی ہے۔ ایک تخت پر چڑھ کر سب محفلوں کے
اندروں بھاٹکا جاسکتا ہے۔ یہاں کسی راز کو راز رکھا جاتا
مشکل ہے۔ ہر سول جب تم حلیہ کی بات سے مدد نہو
مرتبہ اپنی کرنے لیٹریں میں چلیں تو وہ پوچھتے ہی
"تمہاری سہیلی ریٹھ سے ہے کیا؟" شہر بھیں تے
اس سے تمہارے شادی شدہ ہونے کی بات پوچھتی
کرتی تھی۔ اگر میں نے کچھ اور کہتی سنا لی ہوتی تو
بات سننے کی جی بھا۔ اس صورت میں کتنا عجیب
کھن بار مجھے ہوتا۔ کچھ بڑے گاہک۔ تو مجھے۔ کھلی
نہوئے نگاہ ہے کہ میں سے میں نے کیا تھا۔ بولا
تھا۔"

مریم نے اپنی نواز سرگوشی کی حد تک کھلی کھلی۔
عبد الحی اور ابو سعید کے کمرے سے ریڈیو کی آواز آتا
تھا۔ ہوتی تھی اور ابو سعید اسے کھانا دیتے تھے لے
پیارا ہاتھ۔

"میں آتی ہوں جیسا اس دو کھڑی نور کو۔" منڈی
کو تو سے سے اندر کرتا تو ڈیپٹیری میں دیکھتے دیکھتے

دیوان اس سے غائب دلی۔

"تھلا کے لیے میرے چلے پر دم کو۔ یہاں بیٹھ کر
اپنے شہر کا انتظار کرنا۔ تمہارا کل میں ہے۔ جب
اسے یہی میں کہ تم کہلاؤ، تو اس کا اسٹین آواز آتا
ایک بار ہے۔ تمہارے کمرے میں کھلی نہیں ہوئی
ہو یا میں تنگ آگیا تو میں۔ میرے لیے خود کھلی کرنے
کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔ مجھ سے فلاں کتاب کے
نوٹس سے پہلے تم یہاں سے چلی جاؤ۔ اپنے کمرے کا
کھس بھی اور چلی جاؤ۔ مجھے اور نہ آتا ہے۔ میرے پاس
صرف ایک قوت سی تو ہے۔ یہ کھلی۔ زمین میں ڈنڈ
کیسے رہوں گی۔"

"ہر دم سے اٹھی اور کھلی چھت کھلی لاسٹیں ہمار
کرنا ہر نقل کھی۔ بلکہ یہ کہہ کر کاہر اندھیر بھاٹ کر
پوری چلنے کے اندر کھس گیا اور کچھ اندھیرا موسم
کے نیچے دے دے۔ وہ وہ قدم کی اور سر کے لنگ
چھٹے میں چلے مٹی کے تیل کا کڑوا دھواں اس کی
چھوٹی چھوٹی راہوں پر چلیں۔ چھک چھک کر آنکھوں
کی چلن کو دم کرنے کی کوشش کرتی رہی۔
مریم دایں کھلی تو ریڈیو ایک بار پھر بچنے کا تھا۔
آخر کی باتی فیض آبادی کی سحر طراز تھوڑا ہر سو کھجرتی
تھی۔

"کے علم کرم سوئے جاگے۔"

آگ کی آہیں کتے کے سر سے یا ہر پھیل کر لڑا
رہی تھیں۔ مین کے چلے ہوئے کھلی سے گاڑے
دھوئیں کے سرخ لے اٹھ کر سر کھنڈوں کی بھت سے
کراتے اور پھیل جاتے۔ کھری کے بول ناچے کھسکتے
ہوئے کو کھڑی میں کھسے اور اس کے سر کھلی ہوئی
لاٹین کے روشن ذرا شیشے کے گروہ والوں کی طرح
جھلکتے پھیلے۔

"آئے علم کتے علم۔"

کرم مور۔ جاگے کرم مور۔ جاگے۔

کے علم کرم مور۔

چرنیاں! میرے اصحاب جو لب دے چکے ہیں۔

مجھ میں نور برداشت کرنے کی بہت نہیں ہے۔

تمہارے شوہر کے کل ہانپنے کی ذرا سی بھی امید ہوتی تو
میں تمہیں کے دنوں اور یہاں دیکھنے پر تھلا ہو جاتی۔
تمہارے رخصت ہونے کا کوئی وقت مقرر ہو نہ میں
انتظار کرتی۔ مگر کچھ بھی واضح نہیں ہے۔ تمہارے
ایک ہفتہ اور سال دیکھنے سے بات بن جائے گی۔ کیا
دن دن کھلی رہیں گے؟ مہینہ؟ دو مہینے؟ سال؟ نہیں
پر یہاں ایسے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ تم جتنی بھی دیر
مروچو کہ یہاں بڑی رہو۔ آخر تمہیں سچائی کا سامنا
کرنا پڑے گا۔ کل صبح جب کھلی اور سحر ہی بھاٹکری
کے لیے نکل جائیں تو تم خاموشی سے اپنے کمرے میں
ہو جانا۔ مجھے معلوم ہے تمہارے پاس پیسے کیس
ہیں۔ اس کا اندازہ دست میں کروں گی۔ کراہیے کے
پیسے۔۔۔

پرانیان نے بے چینی سے اس کا اہانت کھلی۔ "میں
تھوڑے دنوں اور کھجرتی۔"

"خاموشی سے میری بات سنو۔ تم ایسے مل باپ
کے پیروں میں گر کر ان سے محفل مانگ لیتا۔ وہ دن
چائیں گے مجھ پر یقین کو۔ تمہیں قبول کر لیں
سے ہوگا۔ تم سے انکا پیار نہ ہے۔ تمہارے اس
طرح روپوش ہو جانے سے کتنے دھکی دھکی گئے۔ تم
سلنے جاتے کی تو سارے شکوک خود ہی دھل جائیں
گے لیکن اور روت کرنا۔ اپنے لیے اور میرے لیے عزیز
مشکلات پیدا نہ کرو۔ سمجھو کہ میں اس گھر کی مالک
نہیں ہوں۔ ایک خود مختار فر نہیں ہوں۔ میں بہت
سے لوگوں کے ساتھ جواب دہ ہوں۔"

وہ کچھ بولنے کا اور کھری تھی کہ مریم نے لوگ
دیا۔ "تم رہ کھٹے ہو۔ یہی کہنے والی ہوں اب جب تم نے
یہ سب کرنے سے پہلے ایک کھری بھی نہیں سنا لیا تو تم
حد سے زیادہ بد وقت ہو کر آ رہی اس قدر وہی ہو کہ
تمہیں لینے آپ پر قابو ہی نہیں ہے۔ میں اتنے
سالوں سے تمہیں چانتی ہوں۔ مگر مجھے تمہارے
بارے میں کوئی رائے قائم کرنے میں دشواری ہو رہی
ہے۔"

مریم کے الفاظ آنکھوں کو لگتے ہوئے دھوئیں

[illegible][illegible][illegible][illegible]

یہاں "۱۰۸" اس وقت منکراتے ہوئے محسوس کرتے
تھے کہ "مومن" کے لیے ہے۔
یہاں پانچویں کتبہ میں ساری باتیں بیان کر لیں
جہاں یہاں کی کوٹھش کرتی دیکھ کر قند سے
پیدا ہونے والی تھی۔

”میں یہ باتیں نہ کرنا چاہتی تھی کہ تم قیامت کے دن ایک شخص کے ساتھ جاتی رہو۔“

میں ہیں یا نہیں کی۔ یہ تھک میں اس کے لئے
 "میں سنوں گی۔ مجھے یقین نہیں آئے گا کہ تم نے جو
 کہاتے ہو، ان کا ایک لفظ سنا ہے۔"

میں پہلے ہی تسلیم کر رہی تھی کہ تم ایسا سہرا
 نہ کر۔ دیکھ میں گزشت کوچیل کرنا چاہتی تھی
 مگر تمہاری غصہ ہے تو کیا کیا جاوے۔ اور کیا کیا

میں نہیں تباہی ہوئی کہ گرانٹ لوہر میں ایک ہی فلیٹ میں رہتے ہیں بلکہ یوں کہتا چاہیے ایک ہی کمرہ میں۔ اس کمرے کی سیٹول میں نے ہو دی ہے ایک ایک چڑائی سے نہ فقط کی تہ لوہر میں

کرم جس نے ایک شی ہے۔ اس سے "پیلہ" کو
کوہلہ کہتے تھے۔

چند لمے خاموشی پہنچی وہ اس کا حلقہ
کائنات دم سلاہ کر ن مایں چلے ۱۶ نگار اروی
تھی۔ شاید وہ تو اس کے جوہر کی اس کی فون پر

یہ آیتیں ہیں، کہ جو خدا نے تمہیں پاری کی۔ پھر
مگر انہی کی طرف سے تمہیں میں لڑی۔
میں نے تمہیں میں لڑی۔ میں نے تمہیں میں لڑی۔

تیز اس سے کہ لاہور میں ہمارے کئی دوست
ایک عطلوں کے اس کی تفریح پر دلی توجہ دے رہے ہیں
میں نے کہا ہے "ایک لحظہ کی تفریح سے ایک سالہ لورہ

انہوں نے کہا کہ اگرچہ ہم نے ان کے لئے بہت کچھ کیا ہے، لیکن ابھی تک وہ اپنے آپ کو نہیں سمجھ سکتے۔

برپا لیا۔ ہمیں نے ایسا انسان کو خدا کے مقرر
لانے کی کوشش کی تھی اور خدا نے مجھے میری اراکات

یہی وہی ہے جس نے آج کے دن کو
ہوئی وہی ہے جس نے آج کے دن کو
”یہی وہی ہے جس نے آج کے دن کو“
یہی وہی ہے جس نے آج کے دن کو

میں نے کہا کہ میں نے یہ سب سنا ہے۔ میں نے یہ سب سنا ہے۔ میں نے یہ سب سنا ہے۔

پہلے دو جیسے اور گیارہ سال۔ اکثرے میں میں میں سال
ایک سال باپ کے ساتھ وقت میں نے اکثرے دنوں کو میں

ساروں پر ترجیح دی۔ یہیں ساروں میں تو اتنے جن میں کہ
بگڑے گئے تھے جی نہیں جاسکتے میرے ماں باپ نے
مجھے طلب پڑھانے کے لیے طلب سے باہر جھجھکایا۔

میں نے اپنے بھائی کو بتایا کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔
 اس نے کہا کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔
 اس نے کہا کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔

”اے نکاح والے ملک! جب میں تم سے مل کر لوں تو میرے لباس پر پہنچ کر تم سے ملنے کے لیے وہ لباس قبول کرنا۔“

فرمایا۔ مہتاب کوئی چیز بھی جھیل کر رکھنا ہے میں نے
کچھ کے عوض اپنا آپ بنگا دیا۔ گھٹیا سے گھٹیا شے کے
کی باز آؤں اس سے بہتر دوسرے ملے ہیں۔ دنیا میں کسی
بے لگا نے کا یہ نام بھی رکھتا ہے؟

”خاموش رہ جاؤ۔“ کچھ وقت بالکل اور کچھ نہ سوچو۔“
”تمہارے بھی کسی کوئے کو روئے سنا جا چکا نہیں
ہوئے ہوئے سننا اراقتِ دُک ہو آ سہرا نارا کہ

تہ سے روئے ہے۔ یہیں لنگے جیسے کئی جانور کو
نہ چھری سے دھجے لٹا کر باہر۔ کوئلے کے روئے کا

میرا بھائی کوئی ایک سو تیس سال کا تھا۔ وہ بھی کوئی ایک سو تیس سال کا تھا۔ وہ بھی کوئی ایک سو تیس سال کا تھا۔

آدم کہنے سے بھی توارز آتا ہے۔ نہیں ہوگی۔

میں نے کہا کہ میں نے یہ سب سنا ہے۔ میں نے یہ سب سنا ہے۔ میں نے یہ سب سنا ہے۔

ساروں پر ترجیح دی۔ یہیں ساروں میں تو اتنے جن میں کہ
بگڑے گئے تھے جی نہیں جاسکتے میرے ماں باپ نے
مجھے طلب پڑھانے کے لیے طلب سے باہر جھجھکایا۔

”اے نکاح والے ملک! جب میں تم سے مل کر لوں تو میرے لباس پر پہنچ کر تم سے ملنے کے لیے وہ لباس قبول کرنا۔“

”خاموش رہ جاؤ۔“ کچھ وقت بالکل اور کچھ نہ سوچو۔“
”تمہارے بھی کسی کوئے کو روئے سنا جا چکا نہیں
ہوئے ہوئے سننا اراقتِ دُک ہو آ سہرا نارا کہ

میرا بھائی کوئی ایک سو تیس سال کا تھا۔ وہ بھی کوئی ایک سو تیس سال کا تھا۔ وہ بھی کوئی ایک سو تیس سال کا تھا۔

2011

تھوڑے آنسو ہمیں گے تو کسی لہو کا جانے لگا ہوا تھا۔
 بہت فخر ہو گا کہ موت۔
 بریلی کی جنگ آگیا اور ہمارے دل میں بہت
 اندر کی۔
 کوئی ایسی سوت پر بھی رہا ہے کہ میں اپنے
 مرنے پر خود کیسے رو سکتی ہوں؟
 موسم کے ہونٹ کھینچ لئے شہید بے کسی محسوس
 کرتے ہوئے اس کے پاس سے لٹک گئی۔
 دولت کے آخری پیر ملک پرانی کی آنکھیں کھلی
 رہیں۔ اسے غنڈہ کی لہو و خود پر چڑھ کر کے سونے
 سے بارہتی تھی اس دولت سونے کے تصور سے اسے
 خوف آ رہا تھا۔ مجرب ہے اس کی آنکھیں بند ہوں میں اور
 اس نے وہی خواب دیکھا جو لاسی ایجنس کے ایک
 پارک میں گرفت سے ملنے کے بعد دیکھا تھا وہ فلک
 پر جس پر ٹول سے گھر کی ایک پارلر دو جھیل کے کنارے
 کھڑی تھی۔ دھن پر مٹی سبز دھب کے الجھے ہوئے
 ڈھیر تھے جس میں اس کے ہاں بوسے جاتے تھے۔ نفا
 انوکھے طرب سے معمور تھی۔ جیسے ان گھٹت مجھ سے
 نکلتے ہیں۔ جھیل کے نیکیوں پرانی کی سطح پر ایک
 ران میں تیر رہا تھا وہ فاسیہ تھا کہ اس پر نظر نہ رہا
 مشکل تھا۔ راج جس کے الوہی پروں کو چھوئے کی
 شدید جوش سے بے قرار ہو کر وہ جھیل کے سروانی
 میں ڈر گئی۔ ذرا سا ان کے سر پر کسی عجیب سے
 احساس نے اس کے دل میں سکھ پیدا کر دیا۔ اندھیرا
 جھانے لگا تھا جیسے نئے آسمان پر کسی سے سیارہ شکاری کی
 بخشی الٹ دی ہو۔ وہ فلک کو گھم گئی۔ اس کے
 چہرے اور ہاتھوں کو کچھ چیزیں چھو کر گزری تھیں۔
 اگلے ہی لمحوں اسے معلوم ہو گیا کہ وہ جس آسمان سے
 اڑتی ہوئی مہرہ منتقل تھیں۔ وہ اتنی اندویش گریں
 تھیں کہ آسمان سے زمین تک اس کے ہوا کی دھلی۔
 وہ تھا۔ پھر کہیں سے وہ بڑے بڑے ہاتھ آئے کہ
 لہو اس کی گردن گرفت میں لے لیا۔ لہو کی ہڈی
 سانپوں کے درمیان اس نے قابل کو پست کی کوئی
 کی تھی۔ اس کے چہرے سے ہر گز ناگوار ہوا

تھا۔ اسے وہاں کی۔ وہ یہ کہ مرگ تھا۔ وہ بانی تو
 اس کا ہوا اس کے لیے سے جیسا ہوا تھا وہ ایک پار چرند
 میں مل گئی۔ دن چڑھے سکھ۔ سبے ہوشی کی کہتے
 میں بے سد پر ہی رہی۔
 وہ چاہتی تھی کہ اسے اور کت چنڈ کی نگہار ہیز
 کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ مریم کسی نیم سے اندر آئی تو
 اس نے پرانی کو تسینے میں اپنے گلے کو گھورتے
 ہوئے لیا۔
 ”مریم!“ اس نے آہستہ سے نظر مٹائے بنا تواز
 دی۔
 ”میں آج آسمان کی بل کے پاس جاؤں گی۔ مجھے
 نہیں لگتا کہ اس کے پیر ہونا چاہیے۔“
 ✽ ✽ ✽
 غیر متعلقہ دروازے نے اسے پور کر دیا کہ الہا
 پارک میں موجود تھی۔ ران میں ہسپتال میں تھا اور اس
 دونوں کے علاوہ الہا ہی تھی جس کے پاس پارک میں
 چلی گئی۔ وہیں میں سوچا ہوا اندر آیا کہ اسے الہا سے
 فاصلہ بڑھانے کے لیے کوئی مناسب حکمت عملی تھی۔
 چاہیے۔ پہلے معلومات کس ڈاکٹر پر جا رہے تھے اس
 نے بھی تحقیق کی سے خود ہی کیا تھا۔ مگر وہ ڈاکٹر
 تھی۔ بہت کچھ بدلی تھا۔ اب اس نے ہر حال کو وہی
 کی حیثیت سے اپنی زندگی میں شریک کر لیا تھا۔ اب
 تک آخری ملاقات کی سرشار میں اس نے ہندو میں
 تیر شرب کی مانند دیکھ دی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ
 الہا کی وجہ سے وہ وہی سے وہاں کوئی شہید ہو گیا ہو
 ہو۔ الہا نے جیل ملاقات تر کرتے میں ہی اسے
 طاقت نظر آتی تھی۔ وہ سچے ہاتھ کہ پارک میں
 اس کی گد روئے کی خاطر اسے دروازے کا فلک
 تیر کر دیا تھا تو وہ ایسا بھی کرے گا۔
 اندر آئے کے بعد اسے الہا کہیں نظر نہ آئی۔ الہا
 پتہ رو مہ کے دروازے کے پیچھے سے آتے ہوئے شور
 نے اندر اندر کوئی عمل کھانا ہوا تھا۔ شاید الہا تھوڑے
 میں بھی اور اس نے تما ہونے کی وجہ سے وہاں نہ نہیں

کی تھا۔ وہاں ہی وہ کلاچ پر محاسن کے باہر آئے گا
 انتظار رہا اور اسے چند توازیں ہی دے ڈالیں۔
 مگر نہ کوئی جواب موصول ہوا اور۔ یہی حال سے کرتے
 پانی کا شور نہ ہوا۔ آخر وہ اٹھ کر پتہ وہ دم کے
 دروازے کے قریب گیا اور لمبے توازیں اس کا ہاتھ پکڑ
 کر دھک دھک کوئی بدھن لگا رہیں۔ دولت چریں۔ وہ بے
 ہوئے اس نے اور دروازے سے اندر جھانکا۔ اس کی
 آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ صوفیہ مگر بے حد سے ایک
 بڑے خب میں بیٹھی تھی اس کے اہر سے مل سے
 متواتر تیر میں والی گرد ہاتھ سے ہاتھ کرتے تھی۔
 وہاں کو گھورتے ہوئے **چچ** صاحب بیٹھی تھی۔ وہ
 بے شکل چھوٹی تھی اور اس کی آنکھیں نے ٹھیک طرح سے
 بیٹھا ہی نہیں تھا۔ **چچ** صاحب کا جسم لٹا تھا کہ صوفیہ
 آسمانی سے اس میں فضا بہت تھی۔ اور اگر اچھے نے
 کچھ پر اور انتظار کیا ہو مگر شاید وہ وہی گئی ہوگی۔
 اس نے غلٹ میں آگے بڑھ کر صوفیہ کو گود میں
 اٹھایا اور مل کو بند کرتے ہوئے پورے توازیں الہا کو
 غلطی لگا دی۔ جانے وہ خود کہاں تھی۔ اس نے تو لپکے
 سے صوفیہ کو اچھی طرح دھک دھک لہو سے کپل میں
 لپیٹ کر کلاچ پر نکال دیا۔ کلاچ کے قریب سے گزرتے
 ہوئے اسے پوچھوس ہوئی تھی وہ فوراً سمجھ گیا کہ الہا
 تیر رہی تھی۔ اس کا خیال درست تھا۔
 ”کیا تھے تو؟ کیا تم اسے جان سے مارنا چاہتی
 تھیں۔“ اندھ نے پیش سے مغلوب توازیں میں بچ کر
 کہا۔
 ”میرے چاہنے سے کچھ ہو اگر اندھ تو کچھ نہ
 پوچھو کہ کیا ہوا لیکن یہی تو مصیبت ہے میں نے
 چاہوں۔“ وہ ہوا ہی نہیں۔ اس کی کوار میں لٹک ہی
 تھی۔
 متعلقہ جانے والی سے فری ہو جاو۔ تم میں انسانیت
 ہے ہی نہیں۔ ذرا خود کرو۔ وہ صرف چوہا کی ہے۔ وہ
 اپنے بچہ کے لیے کیا کر سکتی ہے۔ مجھے کہنے میں ڈرا
 بھی درج ہوا تو وہ دم کی ہوئی۔ تم نے جان بوجہ کر
 اسے مار ڈالنے کی کوشش کی۔ سب میں شروع سے

تھا۔ الہا پلٹ کر دیکھ کر آیا۔ صوفیہ ہمارے ساتھ
 تھوڑے نہیں تھے۔ اسے تمہیں روکنا چاہیے تو اسے
 کسی کلاوا لادنے کے گود سے۔
 الہا نے کوئی سولہ۔ بالور میں بدل کر نیچے سڑک
 کو دیکھتے تھی۔
 ”میں نے کہا ہے یہاں سے چلی جاؤ۔ میں جس
 اس بار غصت میں ہوا تھا۔ نہیں کر سکتا۔“
 خاموش کھڑی رہی۔
 ”مگر تمہیں نہیں تو میں جس غصت کر رہا ہوں
 سے یا ہر بھینک دلاں گا۔“ وہ غصے کی انتہا کو پہنچتے
 ہوئے اس کے قریب گیا اور کندھے سے پکڑ کر اسے
 جھجھکا ڈالا۔
 ”میں بھول گئی تھی غم بھی تو بھول جاتے ہو۔ ہم
 سب بھی نہ کبھی کبھار بھولی جاتے ہیں۔“
 ”میں تمہاری کوئی وضاحت میں سنوں گا۔ تم
 یہاں سے فری ہو جاؤ۔ آگے میں تم سے ہرگز نہیں ملنا
 چاہتا۔“ اس کا غصہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔
 ”میری غلطی سن ہو گئی ہیں۔ ابھی چلوں گی تو
 کر جاؤں گی۔“ جیسے محوڑی رہیں رہیں۔ میں خود
 لہو چلی جاؤں گی۔
 وہ چند سے کھڑا ہونٹ کھانا ہاتھ جھکے سے سڑک
 واپس گھرے میں چلا گیا۔ صوفیہ منہ میں ہاتھ کھانکھائی
 لیے اسے جو سی رہی اور اس کی آنکھیں بند سے
 بند ہوئی بالی تھیں۔
 اور فری یہاں وہاں کھڑی ہوئی چیزیں پہلے میں
 مشغول ہو گیا۔ کلاوا لادوں سے اس نے گھرے کی مغالی
 نہیں کی تھی اور ہر طرف اندری چلی ہوئی تھی۔ مغالی
 سے فرصت پانے کے بعد اس کا آئینہ کی فوڈ کرنے
 کا لہو تھا۔ اور وہ سب کے سب گھومتے ہوئے اس نے
 دیوار کی گھر گڑی میں وقت دیکھا۔ اس کا لہو تھا کہ
 پرانی اب تک اسے کھینچ رہی تھی۔ وہاں پر سے
 ترتیب سے کھینچ رہی تھیں۔ اس نے اسے اسے
 دھک دھک کو ہاتھ میں لیا تو اس سے آئی مکے سے لے لگا
 کہ وہ آگاہ دلی ہوئی تھی۔ اسے تشویش محسوس

اسلامی دنیا کے لئے ایک نیا دور ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی زندگیوں میں اصلاح لانی چاہیے۔
 دنیاوی کاموں میں مصروف رہنے والے لوگوں کو اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی آیتیں یاد دلانی چاہیے۔
 اللہ تعالیٰ ہمیں ہر کام میں کامیاب کرے۔ آمین۔

میں مسرت سے اپنی صحبت سے ہمیں مل رہی تھی۔
 وہ میری ہر بات پر توجہ دیتے تھے۔
 میں نے ان سے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔

انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔

میں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔

میں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔

میں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔

میں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔

میں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔

میں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔

میں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔

میں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔

میں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔
 انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے کئی بات سیکھی ہے۔

میں بھی نہیں یاد کیا۔
 ہمارے بچے بڑی سے ہاتھ بچک کر اسے چاہوش
 ہونے کو کہتے ہیں بہت جلدی میں ہوں۔ مجھے کس
 بتانا ہے ہم پھر بھی اس موضوع پر بحث کریں۔
 "تم مجھے بتائیے کہ نہیں کو کے؟ میں تمہاری لیے
 ناشتہ کر تکی ہوں۔ ٹلی اور اوٹ میل۔" اس نے
 ہاتھ میں تھما ہوا پیکیج اچھٹے کے سامنے کیا۔ میں
 Bacon خریدنے لگی تھی اور پھر مجھے یاد آیا کہ تم
 پورک تو کھاتے ہی نہیں۔ میں تمہاری ایک ایک
 بات سے واقف ہوں۔
 احمد اس پر ہاتھ اٹھانے کی شدید خواہش کو دبانے
 سے زیادہ مٹری بیگ کی طرف متوجہ ہوا۔ وہاں
 مسلسل بول رہی تھی اور وہاں ٹھنڈی پانی ٹام کر رہا تھا۔
 "تم نہیں چاہتے ہو؟ میں جانتی ہوں تم کہاں
 بیارے ہو۔ میرا مشورہ ملو تو ارادہ بدل ڈالو۔"
 "تمہاری رائے کس نے مانگی ہے؟" اس نے
 منگے سے سزا تھا کہ ایک فیر بھری ٹکا لیا ڈالے۔
 "تمہارے جانے سے بڑی گڑبڑ ہو جائے گی۔ میری
 بات سناؤ۔ میں نے کئی نہیں خط اصلاح میں دی۔ تم
 چپے چپے تو سب کچھ سمجھ ہو جائے گا۔ سائون سوویل
 تم سے ناراض ہو جائے گا۔"
 اس کے انداز میں چوٹ کھانے والی کوئی بات تھی۔
 "کیا کیا اس گردی ہو؟ میں سائون کی اجازت سے
 جا رہا ہوں۔ جس چیز کے متعلق جانتی نہیں اس کے
 بارے میں پتا نہ کھولے کی ذمہ داری کرو۔"
 "میں بہت سے جھوٹ بولتی ہوں۔ کبھی ضرورت
 کے تحت اور کبھی ہلکا۔ مگر میں نے تم سے ایک جگہ ہوا
 تھا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم میری زندگی میں پیش
 آنے والے واحد اچھا واقعہ ہو۔ میں تمہیں کبھی کوٹا
 نہیں چاہتی۔ تمہارے لیے میں مزید کئی سکی اولوں اور ارا
 بھی ملتی ہوں۔"
 احمد نے بیگ کی زپ بند کرنے سے روک دی۔ اس کی
 طرف بلی فٹروں سے دیکھتے ہوئے تھا۔ "تم کب سے نہیں
 سن لیا ہے۔ لب تم جاؤ۔"

"تم نے سنا تو ہے۔ مجھے نہیں۔"
 "مجھے پتہ نہیں تھکنے کی ضرورت تھی نہیں۔ مجھے
 پتا ہے۔ تم باہر نکلو تاکہ میں دواؤں کو مل سکوں۔"
 "جانے سے پہلے اگر تم اسے دیکھ لو تو شاید تمہاری
 سوچ بدل جائے۔" اہلہ نے شولڈر بیگ میں ہاتھ ڈال کر
 ایک میگزین نکالا اور اس کے سامنے بستر پر رکھ دیا۔
 وہ دیکھ م ساکت ہو گیا۔
 "تم اس میگزین کو بھولے تو نہیں ہو گئے یاد ہے
 نا۔ میں نے اپنے دوست اور کا سے تمہیں طویا
 قلم۔"
 "تم مجھے کیوں دیکھ رہی ہو؟" احمد کو اپنی آواز
 ڈھونڈتے میں بڑی دقت ہوئی۔
 "سب واقف ہیں پور تو گرانی کے بارے میں
 سائون کے خیالات کیا ہیں۔ میں اس کی قلم کا کتنا
 معمولی حصہ تھی۔ تقریباً نہ ہونے کے برابر۔ کھنکھ
 ایک کاک ٹیل وغیرہ۔ جب اسے چلا کہ میں پور
 قلم میں کلم رکھتی ہوں تو اس نے مجھے ہوں لگ کر دیا
 جیسے میں اس کی قلم میں رہی تو خدا کا قلم اس پر ڈالا۔
 ہو جانے لگا۔ وہ لپل ہوئے کی باتیں تو کرتا ہے۔ کھنکھ
 اندر سے کھڑ ہوئی۔ "جہ کہ وہ روایت کرتے تاکہ
 اس کی قلم میں لڑھکھل کرے والا ایک یون آرٹ
 ہو گئے تو میں لگتے تمہارا کیا خیال ہے؟"
 "تم مجھے ایک میل کر رہی ہو؟"
 "ایک بے سنی سوال تھا۔ اس میں کوئی شک
 نہیں تھا کہ وہ ایسا ہی کر رہی تھی۔
 "میں قلم اور اپنی بیٹ و وفانہ بولوں سے تمہیں
 پریشان نہیں کروں گی۔ تمہاری صورت پر میرے لیے
 بے زاری سے بہت اچھی ہے کہ تم پر نیل کے پاس
 بالکل گئے تو میں یہ میگزین لے جا کر سٹر سوویل کو
 دکھاؤں گی۔ میں تمہاری منت کرتی ہوں۔ مجھے ایسا
 کرنے پر مجبور نہ کرنا۔ تمہارے پاس دواؤں سے تم
 پاکستان چپے چپاؤ اور قلم کیمرہ کو بھول گیا۔ نا۔ نا۔ نا۔
 چھوڑو اور ارا کو کا قلم ترین ہاتھ میں لے جاؤ۔"
 احمد دانت کھل گیا۔ اسے اپنی سانس بندہ میں لپکتی

محمود اور مائی۔
 "میں نے سنا تو ہے۔ مجھے نہیں۔"
 "مجھے پتہ نہیں تھکنے کی ضرورت تھی نہیں۔ مجھے
 پتا ہے۔ تم باہر نکلو تاکہ میں دواؤں کو مل سکوں۔"
 "جانے سے پہلے اگر تم اسے دیکھ لو تو شاید تمہاری
 سوچ بدل جائے۔" اہلہ نے شولڈر بیگ میں ہاتھ ڈال کر
 ایک میگزین نکالا اور اس کے سامنے بستر پر رکھ دیا۔
 وہ دیکھ م ساکت ہو گیا۔
 "تم اس میگزین کو بھولے تو نہیں ہو گئے یاد ہے
 نا۔ میں نے اپنے دوست اور کا سے تمہیں طویا
 قلم۔"
 "تم مجھے کیوں دیکھ رہی ہو؟" احمد کو اپنی آواز
 ڈھونڈتے میں بڑی دقت ہوئی۔
 "سب واقف ہیں پور تو گرانی کے بارے میں
 سائون کے خیالات کیا ہیں۔ میں اس کی قلم کا کتنا
 معمولی حصہ تھی۔ تقریباً نہ ہونے کے برابر۔ کھنکھ
 ایک کاک ٹیل وغیرہ۔ جب اسے چلا کہ میں پور
 قلم میں کلم رکھتی ہوں تو اس نے مجھے ہوں لگ کر دیا
 جیسے میں اس کی قلم میں رہی تو خدا کا قلم اس پر ڈالا۔
 ہو جانے لگا۔ وہ لپل ہوئے کی باتیں تو کرتا ہے۔ کھنکھ
 اندر سے کھڑ ہوئی۔ "جہ کہ وہ روایت کرتے تاکہ
 اس کی قلم میں لڑھکھل کرے والا ایک یون آرٹ
 ہو گئے تو میں لگتے تمہارا کیا خیال ہے؟"
 "تم مجھے ایک میل کر رہی ہو؟"
 "ایک بے سنی سوال تھا۔ اس میں کوئی شک
 نہیں تھا کہ وہ ایسا ہی کر رہی تھی۔
 "میں قلم اور اپنی بیٹ و وفانہ بولوں سے تمہیں
 پریشان نہیں کروں گی۔ تمہاری صورت پر میرے لیے
 بے زاری سے بہت اچھی ہے کہ تم پر نیل کے پاس
 بالکل گئے تو میں یہ میگزین لے جا کر سٹر سوویل کو
 دکھاؤں گی۔ میں تمہاری منت کرتی ہوں۔ مجھے ایسا
 کرنے پر مجبور نہ کرنا۔ تمہارے پاس دواؤں سے تم
 پاکستان چپے چپاؤ اور قلم کیمرہ کو بھول گیا۔ نا۔ نا۔ نا۔
 چھوڑو اور ارا کو کا قلم ترین ہاتھ میں لے جاؤ۔"
 احمد دانت کھل گیا۔ اسے اپنی سانس بندہ میں لپکتی

"تم نے سنا تو ہے۔ مجھے نہیں۔"
 "مجھے پتہ نہیں تھکنے کی ضرورت تھی نہیں۔ مجھے
 پتا ہے۔ تم باہر نکلو تاکہ میں دواؤں کو مل سکوں۔"
 "جانے سے پہلے اگر تم اسے دیکھ لو تو شاید تمہاری
 سوچ بدل جائے۔" اہلہ نے شولڈر بیگ میں ہاتھ ڈال کر
 ایک میگزین نکالا اور اس کے سامنے بستر پر رکھ دیا۔
 وہ دیکھ م ساکت ہو گیا۔
 "تم اس میگزین کو بھولے تو نہیں ہو گئے یاد ہے
 نا۔ میں نے اپنے دوست اور کا سے تمہیں طویا
 قلم۔"
 "تم مجھے کیوں دیکھ رہی ہو؟" احمد کو اپنی آواز
 ڈھونڈتے میں بڑی دقت ہوئی۔
 "سب واقف ہیں پور تو گرانی کے بارے میں
 سائون کے خیالات کیا ہیں۔ میں اس کی قلم کا کتنا
 معمولی حصہ تھی۔ تقریباً نہ ہونے کے برابر۔ کھنکھ
 ایک کاک ٹیل وغیرہ۔ جب اسے چلا کہ میں پور
 قلم میں کلم رکھتی ہوں تو اس نے مجھے ہوں لگ کر دیا
 جیسے میں اس کی قلم میں رہی تو خدا کا قلم اس پر ڈالا۔
 ہو جانے لگا۔ وہ لپل ہوئے کی باتیں تو کرتا ہے۔ کھنکھ
 اندر سے کھڑ ہوئی۔ "جہ کہ وہ روایت کرتے تاکہ
 اس کی قلم میں لڑھکھل کرے والا ایک یون آرٹ
 ہو گئے تو میں لگتے تمہارا کیا خیال ہے؟"
 "تم مجھے ایک میل کر رہی ہو؟"
 "ایک بے سنی سوال تھا۔ اس میں کوئی شک
 نہیں تھا کہ وہ ایسا ہی کر رہی تھی۔
 "میں قلم اور اپنی بیٹ و وفانہ بولوں سے تمہیں
 پریشان نہیں کروں گی۔ تمہاری صورت پر میرے لیے
 بے زاری سے بہت اچھی ہے کہ تم پر نیل کے پاس
 بالکل گئے تو میں یہ میگزین لے جا کر سٹر سوویل کو
 دکھاؤں گی۔ میں تمہاری منت کرتی ہوں۔ مجھے ایسا
 کرنے پر مجبور نہ کرنا۔ تمہارے پاس دواؤں سے تم
 پاکستان چپے چپاؤ اور قلم کیمرہ کو بھول گیا۔ نا۔ نا۔ نا۔
 چھوڑو اور ارا کو کا قلم ترین ہاتھ میں لے جاؤ۔"
 احمد دانت کھل گیا۔ اسے اپنی سانس بندہ میں لپکتی

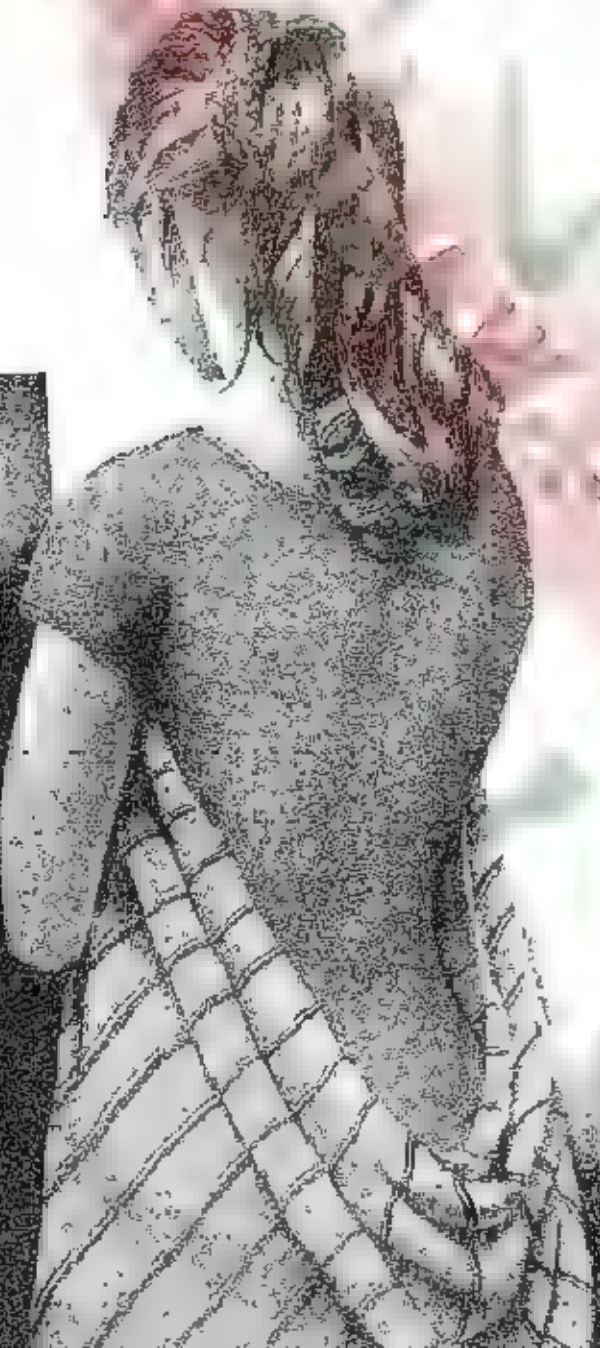
قلہ کے لئے جو ہے کی وجہ سے میرا دل بند ہو گیا میں
 اس کا پناہ گزینہ اس شور میں پلور ہلال ظلم کرتی تھی
 وہاں سے مجھے ناراض کیا تھی مٹی میں تہ میں
 یہ وہاں پکار رہی تھی میرا اتنی تھا تھی کہ راز وہاں سے
 کی تھی کہ تم نے ہی تو میرے غم کو امید دی تھی اب
 تم بھی شے پھوڑ کر جاتا چاہتے ہو میں تھوڑی سی
 جانتے ہوئے تھی ہوں ؟

محل ابراہیم، انصار اہم اور مسرت و شگم کی خوب صورت اور طبع ابرہی ہے۔ یہیں میں ہی آثار ابراہیم کے اعلیٰ کے بعد تھانہ ابراہیم اور پتھانوں کے رہنے کے لیے ہے۔ یہاں سے سید محمد علی صاحب نے اپنی کتاب "تاریخ ابراہیم" لکھی ہے۔ یہاں سے سید محمد علی صاحب نے اپنی کتاب "تاریخ ابراہیم" لکھی ہے۔ یہاں سے سید محمد علی صاحب نے اپنی کتاب "تاریخ ابراہیم" لکھی ہے۔

تقاضا آجیت سے اس کا نقل نما کر میں ملا۔ ہم اور منجاب باقی گرواؤں نے اس کو سیکم سہرا اور ہمیں کے ساتھ تقیم ہیں۔ مختلف اور اہم کے جڑواں مہلی تھا۔ یہ گرواؤں کے تین بیٹے حسن، نادر اور سانیہ ہیں۔ سب سے بڑے تھا اسد اور ناصر۔ اعلیٰ منس پر باش ہے۔ ان کے تین بیٹے گروہ بعد اور معاذ ہیں۔ ہنکر رحیمہ چیمہ کی ایک صاحبہ ابی ہانصہ بھی ہیں۔ حاندا ان میں سے باقی منجاب اور آقا لیم کے گروہ خاؤ کو خاص مقام حاصل ہے۔ گروہ خاؤ نے اور نادر اس کے لیے خاص جد باہر رکھتی ہیں۔ عمل تو باقی منجاب کے حاندا ان کی اس دیکھتی رنگ کا خوشی نادر ہے۔ وہ فوٹو کی وجہ سے حاصل کرنے کے لیے اسے نظر انداز کرتی ہے۔ خود اس پر یہ تک حاندا ہے۔ گروہ سہرا اور ہانصہ کو اس کی خوب صورتی اور ذات سے حسد ہے۔

فصل نمائے ہوئے ہر روزات ایک ہزار بار سیاہ لٹری لٹاتی ہے۔ اس نے ہاتھ میں سیاہ حلقہ کی ٹاپ حمل لی تو
بے درد لڑکی حمل کرتا ہے کہ اس کتاب میں ماس حمل مستحکم کا احوال ہے۔ اور اس میں حالات ایسے کہ
لڑکتا اس پر حمل اتے سمجھ میں پاتی ہے۔ وہ لڑکی حمل سے کتنی ہے کہ ایک دن اس نے اس نامیہ و سہولت
شہر وریہ کی۔

تمہارا ایمان بھاتی ہے کہ جس تعلیمی نظام پر اسے چلنے کی ضرورت ہو اس کی بنیاد پر



تمہاری طرف سے

وہ سر تھکا کہ آہستہ آہستہ زینے اتار دی تھی۔
(غیس) بھٹ کھل، اس نے ڈیل تو کی تھی، ہٹوا
ظور خریدنا ایک ہی بات ہے۔ اگر ذرا سائنسوں کا پیر
پچھ کر کہہ دیا تو کیا ہے؟

۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱

سید اور عمار کے ساتھ مردانہ گھوڑے شام (دوسرا) سب بہت بھاری ہے۔ اب اس کے پورے والے ہیں۔

اس نے وحشت زدہ سی ہر سر اٹھایا۔ ایک اسٹار فائل دست سے سرائی کرتیوں پہ نکلے تھے۔ کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔ اس نے پھر سے اپنی نگاہ کو پرحالہ وہ کوئی مضمون نہیں نہ تھی وہ نکلے تھے۔ سات ٹولٹی گا "اس کا دل خود زور سے حرکت کرتا تھا۔"

It's talking to me

ساتھ بیٹھی لڑکی نے سر اٹھایا۔ "تو یہ ٹانگ ہی تو ہے۔ کلام۔ اس کو ہم کا پیراک اسی لیے تو کہتے ہیں۔" وہ سالکی سے کہہ کر اپنے پیار سے جھک گئی۔

محفل نے پیادہ بند کڑا اور کچھ بھی اٹھائے بنا تیزی سے بھاگی ہوئی بیڑ چلائے تھے۔ فرشتے اپنے آپس میں مل گئی تو وہ اس کا نظارہ کر رہی تھی۔

"محفل تم؟"

"ہیں۔ میں آجکھ نہیں کوئی گلی میں مدد سے چھوڑ دی ہوں۔" وہ جو کرسی پہ بیٹھی تھی اُسے گنتی سے کھڑی ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سا خوف اور کھراہٹ تھی۔ فرشتے نے آرام سے فائل میز پر رکھی اور کرسی کی اوڑھنی جھپک جھپک سنبھالی کھڑکی کے پلانٹ زبند تھے کمرے میں چھلک رہی تھی۔

"اب میری بات سن رہی ہیں؟"

"ہیو۔" وہ تیر کی دروازہ کھول کر جھپکی کچھ تلاش کرنے لگی تھی۔ محفل بمشکل خندہ کھینچ کر پیٹ کا ہنس کا ہنس سہیں چل رہا تھا وہ اوپر سے جھانک جلتے۔

"میں نہیں کوئی آئندہ فرشتہ! اس سے دہرایا۔ وہ ابھی تک دروازے سے خوف تھی۔

"پھر کہاں جاؤ گی؟"

"س قرائن جو ڈر رہی تھیں۔"

"اسے چھوڑ کر اٹھ جاؤ گی محفل!۔" پھر کھدات کھل کر سیدھی مٹی اور اسے اچھلے۔

"میں نے اسے دیکھا تھا۔"

"نہیں۔ کیا اسے دیکھا تھا؟"

"مجھے یہ بات کرتی ہے فرشتہ! وہ اپنی بل سی چننی۔" آپ سمجھ نہیں سکتیں میں کتنے کرب سے گزار رہی ہوں۔ مجھ سے یہ سب پروا نہ تھی۔

ہورہ۔ "آپ مجھ نہیں سکتیں۔"

"میں سمجھ سکتی ہوں جب قرائن پہلے کرے لکھا ہے تو سب اس کرب سے گزرتے ہیں۔"

"نہیں۔" اس نے کھنٹی سے نفی میں سر ہلایا۔ "کسی کے ساتھ نہیں ہو سکتا جو میرے ساتھ ہوا آپ تصور نہیں کر سکتیں۔"

"تمہیں لگتا ہے تم پہلی ہو؟"

اس نے کمری سالن لے کر انھیں بند کیں اور سردیوں ہاتھوں میں کرالیا۔

"ہم انسان ہی تو یہ تو وہ اٹھانے کے قاتل ہیں پھر تم اتنی کمزور کیوں پڑ رہی ہو؟ ہم پناہ دیتے تو وہ مار سکتے جو جاتے۔"

اس نے آہستہ سے سر اٹھایا۔ فرشتہ کو وہ لمبے پیر میں بہت بھاری تھی۔

"وہ میری سوچیں پڑ رہی ہیں فرشتہ! وہ کلکتی ہیں سے وہ کاٹا۔" وہ اس کی بات گوارہ نہ کر رہی تھی۔

"میں سمجھ سکتی ہوں۔ بات کر رہی تھی۔"

"تمہیں یہی لگتا ہے؟"

"مجھے۔" وہ سو سال پرانی کتاب ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ بات (ماضی) میں ہو کر ہم سے چھ سو سال بعد کے فوج (مستقبل) سے خود کو کشید کرتے آئیں لا ایک اے میری کل۔" (یہ تو محفل کی طرح ہے)

"میں تو ہم اسے کہتے ہیں۔" عجوبہ!

"اور میں تمہیں یہ بتا رہی ہوں۔"

تو پھر تھیں گے کہ میں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کرتے تھے۔ قرائن نے کتب بار بار دہرائے۔

"میں سمجھ سکتی ہوں۔" قرائن نے کہا۔

"میں سمجھ سکتی ہوں۔" قرائن نے کہا۔

فرشتے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"محفل! جب روز قیامت اللہ دشمنوں کو پھانسی لگاؤ ہرچیز میں جلی آتے کی طوعاً یا کرہاً۔" قرائن نے کہا۔

فرشتہ نے اسے تو تھکا دیا۔ "آپ یہ دعائیں دیتے ہیں؟"

دعائیں تو تو اللہ کے ہیں۔ "میں نے یہ دعائیں سنیں ہیں۔" قرائن نے کہا۔

فرشتہ نے اسے تو تھکا دیا۔ "آپ یہ دعائیں دیتے ہیں؟"

فرشتہ نے اسے تو تھکا دیا۔ "آپ یہ دعائیں دیتے ہیں؟"

فرشتہ نے اسے تو تھکا دیا۔ "آپ یہ دعائیں دیتے ہیں؟"

فرشتہ نے اسے تو تھکا دیا۔ "آپ یہ دعائیں دیتے ہیں؟"

فرشتہ نے اسے تو تھکا دیا۔ "آپ یہ دعائیں دیتے ہیں؟"

فرشتہ نے اسے تو تھکا دیا۔ "آپ یہ دعائیں دیتے ہیں؟"

فرشتہ نے اسے تو تھکا دیا۔ "آپ یہ دعائیں دیتے ہیں؟"

فرشتہ نے اسے تو تھکا دیا۔ "آپ یہ دعائیں دیتے ہیں؟"

فرشتہ نے اسے تو تھکا دیا۔ "آپ یہ دعائیں دیتے ہیں؟"

فرشتہ نے اسے تو تھکا دیا۔ "آپ یہ دعائیں دیتے ہیں؟"

فرشتہ نے اسے تو تھکا دیا۔ "آپ یہ دعائیں دیتے ہیں؟"

فرشتہ نے اسے تو تھکا دیا۔ "آپ یہ دعائیں دیتے ہیں؟"

فرشتہ نے اسے تو تھکا دیا۔ "آپ یہ دعائیں دیتے ہیں؟"

کہ یہ پلٹ کر پلٹ کر یا وہ بدلتے ہیں جیسے کہ خطہ۔" قرائن نے کہا۔

"خطہ۔" قرائن نے کہا۔

قارئین نے کہا۔

قارئین نے کہا۔

قارئین نے کہا۔

قارئین نے کہا۔

قارئین نے کہا۔

قارئین نے کہا۔

قارئین نے کہا۔

قارئین نے کہا۔

قارئین نے کہا۔

قارئین نے کہا۔

قارئین نے کہا۔

قارئین نے کہا۔

قارئین نے کہا۔

قارئین نے کہا۔

قارئین نے کہا۔

قارئین نے کہا۔

قارئین نے کہا۔

قارئین نے کہا۔

ماتے اُٹھتی ہوئی۔

ایک اسکالر نے میں فقیر چہ کہہ دے یہ ایک مضحکہ
بہ ہلوم کووریتیں بہ ہتہ ہاندے وہ تکیسی نظروں سے
اسد کچھ رہی تھی۔

”یہ تبدیلی کیسے تھی؟“ بے اختیار مسکرا دیا۔
”بالا“ اسے مہا میں قلمد عمل اسی طرح تکیسی سخت
نظروں سے دیکھنے لگی۔

”نہایت؟“ وہ وہ قدم آگے بڑھتا اس کے پیچھے سیاہ
کپڑے کے باہر اس کا مستحضر کیاوار کن اکیوں سے
وہ لوگوں کو دیکھ رہا تھا جو آتے سنتے کہتے تھے
ہمایوں میں وہاں میں ہاتھ ڈالے اور وہ سخت تیروں کے
ساتھ بیٹے مارا لیتا۔

”اب وہ منڈی بیٹے فوجی کے ساتھ؟“
شاہر عزم میں تھی وہ اس سے کہنے لگے یہ پہلی
بڑھ رہی ہے اس کے پاس حدیث کا نسخہ۔

”اس مرتبہ میں کہ آپ لانا نہیں لے تو؟“
میں کہوں، جھوٹ کا نام لے ہوت میں مگر سنا
ہے۔“

”کیا کہہ رہے ہو کہ میں مگر سنا لیا کی؟“
”مظاہر“ وہ ایک فوجی کے ساتھ۔

وہ اسی طرح سے چستی نگاہوں سے دیکھتی وہاں
تھی اور میرے پاس پہلے سے بیکاسے ایک بیکری
تھیں کے ساتھ وہ سبہ جب وہ میری ماسم
ہوئے تو وہ بوجھ بھاری ہوا تھی۔

تو وہ...

کتے، دلوں اور تینوں شام کی چائے سو کر کے اٹھا
جھکیں باہر لٹائی تھی، لالہ میں سب بڑے ہو گئی تھیں
تجہ کو حرا و حری حوش کیایں بچولہ خیال چل رہے تھے۔

”محمل میری پائے میں کیٹھال ڈھانڈا۔“
جس بے نظمی سے کہہ کر تھیں وہی جہاں کہہ
میں مصروف ہو گئے، نغمہ اور تھیں سے سنی چیز
نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھنے سے فواد شیل

کی تھا، وہاں وہاں کا لائسنس (داخلی مالی مطالب سے
ہتہ کریں چکا تھا۔ وہ وہاں کے حوالہ سے دھماکا ہانڈے
کے چکنا چور ہو چکے تھے۔ اور وہ اب مزید مالی کی
خوشامیوں کرنے کے لیے انہیں بے رحمی دیکھنے لگے
گلی تھیں۔

”یہ جتنے کتابیں ہیں؟“ اس نے بھی ہونے اعتماد سے
کیسے ان کو تھمائی، اور چاہی مطالب کو بوجھ کی کم
صم کی تھمائی تھیں۔

”تھمنا؟“ وہ محمل۔“ جہاں سے تھوں۔ میں ہاں
سے بظاہر مسکرا کر کہہ دیتا تھا۔ انکھوں ہی آنکھوں
میں نغمہ کو دیکھتا تھا کہ اس نے سمجھنا کہہ کر
سزا جگہ۔ لڑائی تھی میں نے کہا تھا کہ یہ اپنا تھمنا
چاہتے ہیں یہاں ہونے سے تھیں۔

وہ مالی ڈالنے لگے اور تھوڑے ہی عرصوں سے اٹھا
خسرت وہ شہر کے کٹہرے کو دیکھتا تھا، لکچر ہونے
بھر کر اب ”تھمنا“

”تھمنا“ اس کی آنکھوں میں لایا تھا۔
پس اترتا ہوا اس ذات چاہا، تاہم وہاں سے
لکھنا یا نہ وہاں۔ سوچا تھا۔ لایا تھی اور اس
تھمنا میں تھی۔

تھمنا میں تھی۔ اس کا نام تھا۔
تھمنا میں تھی۔ اس کا نام تھا۔
تھمنا میں تھی۔ اس کا نام تھا۔

تھمنا میں تھی۔ اس کا نام تھا۔
تھمنا میں تھی۔ اس کا نام تھا۔
تھمنا میں تھی۔ اس کا نام تھا۔

تھمنا میں تھی۔ اس کا نام تھا۔
تھمنا میں تھی۔ اس کا نام تھا۔
تھمنا میں تھی۔ اس کا نام تھا۔

تھمنا میں تھی۔ اس کا نام تھا۔
تھمنا میں تھی۔ اس کا نام تھا۔
تھمنا میں تھی۔ اس کا نام تھا۔

تھمنا میں تھی۔ اس کا نام تھا۔
تھمنا میں تھی۔ اس کا نام تھا۔
تھمنا میں تھی۔ اس کا نام تھا۔

”محمل انکھ نے سے بات لیتی ہے۔“
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

لورہ اگر تھمنا میں تھی۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔
”محمل“ اس نے کہا۔

مجلس

[illegible]

انگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسا کرتے تھے کہ بدلے کی سزا تو جی کر سکتے، ولما صلہ ہو جی نہیں کرتا۔ اسی لیے تو آپ کو احادیث میں ملے گا کہ اگر تو تپ ملے گا تب تپ برے کے جواب میں ملے گا اچھا کر۔ یہ کہ انہیں معاف کرو اور اپنا حق اللہ سے مانگو۔

انہوں نے میری جان بول کھائی ہے۔ وہ بچہ ہی
تھی! اپنی ساری پراپرٹی میرے نام کر گئے تھے

”بہت غلط کر کے گئے تھے پھر انہیں حق ہی نہیں تھا کہ ساری برائی اور صیت کرتے۔ ان کا حق تو اس ایک تھالی پر تھا جس کو بے شک تمہارے پاس بہت کم جگہ ان کی جگہ کے اور تھالی جسے کی شرما“ قسم کی ایازت دے جاتے تو شاید تمہارے بچا لوگ اپنے جیسے ہی قہر سے کر لیتے۔ وارث تو غلط نہ بناتے ہیں۔ جانے والے کو برا بھلا نہیں کہہ رہی مگر ایک غلط فیصلہ بہت سوں کی زندگیوں کو خراب کر دیتا ہے۔“ محفل ختم ہو گیا۔ لوگوں کے غلط فیصلوں کو بنیاد بنا کر اپنے ورثہ واروں پر ظلم کو بھی تو یہ مت بھولو کہ پہلے مراد پر رحم اور امانت کے کاٹنے والا انتظار کر رہے ہیں۔ ہر خانہ گور و قطع رحمی کرنے والے کو وہیل سے نیچے پھینک دیں گے اور ہر امانت دار اور غلط رحمی کرنے والے کو بار بار کر جاتے گا تمہو پر بار نہیں کرنا چاہتا میں“

وہ صر جھک کر تیز تیز گونجنے لگی۔

”سید مسیح ایلہیات یوحنا ہے“

مجلس شورای اسلامی

۱۱۔ مضمون۔ مجھ سے فخر نہ کرنا جس جاتی تو خیر

تہاں یوں تیں ہے۔ ایں اوس رکب
تہاں تیں تیں تیں تیں تیں تیں
کے فائدہ تیں تیں تیں تیں تیں
آواز دینی تیں۔

”وہی تو قسم، میں باقی نیکیاں کراؤں، قرآن پڑھ لوں، نمیک ہے ناخداو پر خدا، بہت ضروری تو نہیں ہے؟“

”میں آتنا ضروری تو نہیں ہے اگر آپ نہیں
 دوسرا چاہیں تو یہ بھی ہے۔“

میں نے ان کو دیکھا تھا کہ وہ

”تھکا“ فرق سب پڑ گئی بالکل تپ کی اپنی

”تو آؤ کے۔“ وہ بے حد آسودہ سی مسکرائی۔ مگر
میدم مسجد کی بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔
”کچھ کر۔“ غلام احمد نے فرما دیا۔

آپ بے شک ممتاز پڑھیں، بے شک سمجھ کر لیں۔
جو کتابیں اس کے پاس ہیں وہ اس کی علامت ہے۔

ہمیں کہیں۔ اگر آپ کہیں اسے کیا ہے؟
اس آسمان کا بابت پریشان ہے۔ جلی نہیں۔ یہاں کوئی نرستہ
سردتہ کر رہا ہے۔ اور نرستہ جاتی ہیں۔

جبرئیل علیہ السلام کے نیکارہ پہنچ کر وہ کھڑا ہوا اور فرمایا:

اس کے چچے، سول قائد، صلی اللہ علیہ وسلم کو، مل نظر
اسی طرح حوالہ دے گئے ہیں فرشتے - 70

حرفہء کالوٹ کر کے ہیں یہ نقد او عام سی لکھی
مگر حقیقی ۷۰ روپے ۷۰ ہزار قرشے روز کالوٹ کر کے
۷۰ روپے ۷۰ ہزار قرشے تک نہیں آتے کہ یہ ہیں

وہ سب کے پاس اتنی لاتعداد ستمیاں ہیں عداوت کرنے کے لیے، آپ نماز نہ بھی پڑھیں تو اسے کیا فرق پڑے

میڈم مہبلہ جاوگی تھیں لیون و جہول و جہول

ہے کہ ہر شخص کتابیں پڑھنے سے نجات پا سکتا ہے
نہی تھی۔ اس کو لکھا تو اس کی کسی ناراضگی نہیں

شام میں اس نے عتہ اہتمام سے عصر پڑھی۔
 کراؤن میں فون اسٹینڈ کے ساتھ بیٹھی بیٹھی گر
 بیچ کو فون کر کے ناعیدہ پڑھی ملاقا کو فون سے پکڑا۔
 جس کی ڈانٹ رہی تھی اور وہ کل چہرہ کر سہاگ
 سے منہ دیا تھا۔

۱۰۰ شیطان ہو گیا ہے یہ لڑکا بھی کمرل میں اُس
۱۰۱ کو کمرہ ہاتھ رکھے چٹائی سے لوہیں اور نسل کی

میں نے خبریں سن کر انہیں ہر قسم کی شک و شبہ سے پاک کر دیے۔
 انہیں بتایا کہ ان کے پاس ہے۔ ان کو اس نے زیر لب
 کہا۔

لفظ شیطان کا معنی ہے اٹھنا یا اٹھانے والے شیطان (عالموں) کے
شیطان۔ یعنی رحمت سے دور اللہ کی رحمت سے

”تجربہ“ اس نے بولے سے اٹھیں وکارا سحر کا

ہاں؟ "نعمہ" نے پریشانی سے چونک کر اسے

مسجد کو شیطان تو نہ کہیں۔ چچی اللہ اُنہ کرے۔
 بلکہ ہو۔ شیطان تو اللہ کی رحمت سے دور ہونے کو

تھے۔
ایک دفعہ اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ ایک
میں بیٹھ کر ہے۔

یہاں سے کہیں کہیں جا کر نکلتے ہیں اور وہاں سے کہیں کہیں جا کر نکلتے ہیں۔

پت پہلے ملنے والی وہ سیاح نام لڑکی ایک دس اسی سو

میں تمہارا ماضی ہے، حال ہے اور مستقبل۔



وہ سچ نہ جانے نا، وحشی سے برتر ہی دھو کر ایک میں
 بگڑا ہی گئی۔ تو حلی ہلیٹوں سے پانی کے قطرے ٹپ
 ٹپ کر رہے تھے۔ اس کے ہاتھ مست روی سے کلام
 کر رہے تھے۔ وہ کچن میں اکیلی تھی لگا جانے کہیں
 تھیں۔ بقی لوگ ہوا کھم کے وقت کچن میں آنا مزاج کے
 خلاف سمجھتے تھے مگر خیر اس نے سر جھکا دیا وہ اب
 کوشش کرتی تھی کہ ایسی سوچوں کو دل میں جگہ نہ
 دے۔ لب محسوس ہو تھا کہ اس نے اپنے بد صورت
 رویے سے اپنے لودن کے دو مین فریق نہ رکھا تھا
 یہ وہ ہر چیز ایسی باتیں برابر کرنے پہ تکی تھی اب اس

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے 2 خوبصورت ناول

دل کے موسم

موسمِ حجاز

ننگِ پائوں

ننگِ پائوں

موسمِ حجاز

مکتبہ اسلامیہ

ملکیتہ عمران ڈائجسٹ: 37، ماہ بہار 1971

وہ وہیں چھٹی تھی جب ساتھ ہی وہ لڑکی
آہستہ آہستہ چلی گئی۔ اور لڑکیاں اس میں بھی
بچہ لڑکھوڑا کرتی تھیں۔
وہ تھوڑی دیر بعد گھر کے پہلوؤں پر چلی گئی۔
وہ لڑکی گھسوں پر قرآن رکھے بائیں ہاتھ سے منہ
پلٹ رہی تھی وہاں ہاتھ پوئی ایک طرف کر رہا تھا۔
ظہور منہ کھول کر اس نے بائیں ہاتھ سے گھر
دے ہاتھ کو اٹھایا اور گویا میں رکھا پھر ٹھیک ہاتھ سے
منہ دکھا کر پلٹ کر چلی۔

”اس لڑکی کا نام کیا ہے؟“

وہ رک رک کر ایک ایک کر رہی تھی بار بار تو اس
نوٹ جاتی۔ وہ پھر سے شروع کر لیتی۔ مگر کچھ دیر
بہاں پھر ہاتھ جوڑنے لگتی۔ حالت صحیح نہ نکل
پاتے وہ مدت تمام ایک منٹ لگتی تو ساتھ ”میں
گھر“ تو اس کی آواز آتی۔

یہ وہی تھی جو اس کی والدہ نے بھی تھی۔ اس کا
سلسلہ بار بار ہاتھ بار بار تھیں گرجا تا وہ بائیں ہاتھ سے
اس اضافی پھر سے خود سے ہاتھ کی کوشش کر لیتی۔
اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں ظہور منہ کھول کر کھل پ
رہنے لگے وہ بائیں ہاتھ سے آنسو ریز لڑکی دلی دلی
سنبھال کر ساتھ پھر سے کوشش کرنے لگی۔

محل گم ہو گئی اسے دیکھ گئی۔ وہ لڑکی اپنے
لہجہ سے بات کر رہی تھی۔ وہ اس کا نامت ہمدرد
تو اس سے محل کی ہمدردی کی اس وقت ضرورت نہ
تھی۔ محلے پھر کو بھی اسے اس پر ترس نہ کیا تھا بلکہ
رنگ ہوا تھا کوئی ایسے بھی نہ آپ کر قرون پہنچتا ہے
جیسے وہ بڑھ رہی تھی۔ اور ایک دم میں اس کے ہاتھ اس
مستحق کو پٹ کر سب سے کو بیٹھ شایستہ میں محالے
رکھتے ہیں اور اس کے ہاتھ ہی رکھتے ہیں۔ وہ اسی طرح
آہستہ آہستہ تھوڑی تھوڑی جملے کر رہی پوری اس کی طرف
موڑے پلک جھپکے بنا اسے دیکھ جا رہی تھی۔
وہ پھر سے بھلائی نہاں ہے جسے کئی تر ٹھیک
پر معاند چاہتا تھا۔ آنسو نہ پٹ اس کی آنکھوں سے

گروہ تھیں۔ محل کی سسٹم کے درمیان وہ مسلسل
استغناء نہ کہنی جا رہی تھی۔ عام ٹی شکل کی پانچ
لڑکی۔ اسے بے اختیار وہ سیاہ جام لٹری لڑکی یاد آئی۔
وہ کتوں کو سارا دیے۔ ہاتھ تھا اور وہ تھیں
پر نصب ہوتے ہیں جو خلاوت کی آواز اس کے کانوں
کر لیتے ہیں۔ بھی نہیں بھی ہاں یہ نصیبوں میں تھی۔
وہ آہستہ سے اس کی اور سر جھکائے چل دی۔
برقع سے کی بیڑیوں پر بیٹھی پانچ لڑکی اسی طرح
دور رہی تھی۔

”وہ کون سی لڑکی تھی؟“

وہ گیسٹ بند کر کے اندر داخل ہوئی تو اس میں
کرسیاں بولنے تو باقاعدہ کمزور بیٹھے تھے۔ خود بھی اس کے
ساتھ ہی تھا۔ وہ کسی بات پر غصہ ہوا تھا۔ شرٹ کا لڑکی
بٹن کھولے، بیٹھی رو بہ رو آج پتے اس کے پر فہم کی
مکمل یہاں تک آ رہی تھی۔

وہ کرسیوں کو دھڑکا کر بیٹھے تھے۔ یہ اچھی ہو اس
کی بات دیکھنے سے سن رہی تھی۔ جبکہ آواز بھی اس
وائر میں لائسنس ہی بیٹھی تھی اور فائدہ بھی۔ وہ
چھپو کی فائدہ۔ وہ بھی جیسے فوٹو سے استراحت کر رہی
تھی۔ نیل جانے کے بعد پہلے کئی سات۔ اس
تو بیٹھیں پیش کر رہی تھوڑی دیر بعد اسے دیکھ رہی تھی۔
وہ کہیں بیٹھنے سے لگے۔ سر ہلکے تھیں تھیں چلے

”محل!“ وہ پھر سے اسے اسٹاپ۔ تھی جب فوٹو
نے بے اختیار پکارا اس نے ایک پلک بلیک ہو گئی۔
دیکھ کر اس کی آنکھیں سے آنسو اترنے لگے۔
”آؤ بیٹو۔“

”مجھے کام ہے۔“ وہ کئی تاثرات دے کر
رنگے سے کارروا کر رہی تھی۔ اس میں بہت سی سختی خیر
نکاحوں کا پتہ نہ ہوا تھا۔

”اس کی بہت کہی ہوئی کہ اس نے مجھے سب کے
ساتھ ملائے۔“ اس نے فوٹو دیکھ کر اندر آئی تھی۔
لاؤج میں حسن نظر آیا تو ایک دم ٹھک کر وہی پھر

جھٹک کر اپنے کمرے کی طرف چلے گئی۔
”محل! اس کے قدم رکھتے مگر چلی نہیں۔“
”جیسے فوٹو کی ہر بات پر غصہ ہے۔“
”مجھے آپ پر بھی غصہ نہیں ہے۔“ اس کا کانا
رنگہ کیا تھا۔ آخری سے کہہ کر اس نے دوبارہ کھلا اور
پھر صراحت سے اپنے پیچھے بند کیا۔
حسن نے نامفادے ہی سے چند لمحہ صبر کیا۔
پھر سر دی سے اوپر میز میاں پر شیشہ لگا کر

”وہ کون سی لڑکی تھی؟“

اس نے پیچ کر بیٹھی تھی۔ ”وہ کون سی لڑکی تھی؟“
چونکہ اس نے بہت سے ”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ کی طرف
آئی جہاں سارا کی لڑکیوں کا ذکر تھا۔ وہ وہیں کھڑے
کھڑے سر ہلکے۔ اس نے کھٹ کھٹ میزیاں کھینچنے لگی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔

”محل! اس نے بہت سے ”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ کی طرف
آئی جہاں سارا کی لڑکیوں کا ذکر تھا۔ وہ وہیں کھڑے
کھڑے سر ہلکے۔ اس نے کھٹ کھٹ میزیاں کھینچنے لگی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔

”محل! اس نے بہت سے ”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ کی طرف
آئی جہاں سارا کی لڑکیوں کا ذکر تھا۔ وہ وہیں کھڑے
کھڑے سر ہلکے۔ اس نے کھٹ کھٹ میزیاں کھینچنے لگی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔

”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔

”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔

آنکھوں میں بہت آنسو گرنے لگے تھے۔
”محل! اس نے بہت سے ”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ کی طرف
آئی جہاں سارا کی لڑکیوں کا ذکر تھا۔ وہ وہیں کھڑے
کھڑے سر ہلکے۔ اس نے کھٹ کھٹ میزیاں کھینچنے لگی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔

”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔

”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔

”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔

”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔

”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔

”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔
”وہ کون سی لڑکی تھی؟“ وہ پھر سے اندر چلے گئی۔

میں نے اس نظر اس لئے چونکا کر مہم اٹھایا۔

جواب: "آپ کو ہم کی مصروفیت ہوگی تا کہ شغف کیا
 جب کہ ایسے لیے کریں گی سب کو کہ وہ بھروسہ
 اسی میں کرتے ہیں۔ میں آپ کو آپ کے پاس اطمینان
 کو اطمینان دیتا ہوں۔"

اسے فورا سے طور دے گا کی طرح یہ "ظفر کیا تھا"
 دیکھو نے تو فوراً "ای بھری" - "جلدی سے لپٹا لیا"
 تیار کر کے لگی۔

پیارے لیا کرتی۔ وہ جو شے رکھے، چند منجوری
جیسی اور پھر قرآن کہتے رکھتے وہ نہائی۔
تقریباً دہائی تھے دلائل ہی ہائے کاغذوں کی تو
پت سے۔ اب ساتھ کیا رکھتا۔ کوئی بات
نہیں۔ اس سے ٹیک کی نوپ بند کر دی۔

2. 4. 1.

پہچہ کا ملاں شفت ہو گیا تھا اس ڈپوں میں نہ
تھا وہ جانے ہی نام میں لگ گئی فائدہ لڑائی ہوئی میں ہی
تکین تھی اور میں لگ گئی تھی اور وہ بہت شوق سے
کچھ رکھ دیتی تھی۔ پوچھوئے اس سے کچھ نہ کہا
نسل ای ساری تھی جس فاست سے بیٹ لڑتی رہی۔

رہتے کیا روئے تھے جس اس نے تین گئے لیے بس
کیا اور پھر صاف کیا ہوا پھر تھے سر سے
وہ کیا ہو رہا ہے کہ اپنے لیے وہ پھر کیا ہوئی آئی
وہ کیا ہو رہا ہے کہ اپنے لیے وہ پھر کیا ہوئی آئی
وہ کیا ہو رہا ہے کہ اپنے لیے وہ پھر کیا ہوئی آئی

”قرآن۔ قرآن، وہ کتاب ہے جو میرے دل میں ہے۔“

وضاحت :-
 حضرت علامہ صاحبزادہ کی راوی کا تعلق پٹنہ سے ہے۔
 مرید کسی نے ان کی تعریف کی ہے اور ان کے بارے میں کہہ دیا ہے۔
 "انھوں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سب سچ ہے۔"
 "انھوں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سب سچ ہے۔"
 "ہمیں تو میں نے ان کی ساری کتابیں پڑھ لی ہیں۔"

”میرا پاس؟ مجھے کیا کرنا ہے؟“ وہ اٹھا حیراں

۱۲۔ مائیں سے بچہ نکال کر کھانسی، آواز کا۔
 ۱۳۔ مائیں کی خوراک، دھوڑنے والی۔ کھانسی کے
 ایک کو بھر سے دیکھا ایک ایک چیز چھان ماری مگر

قرآن ترجمہ طلب
وہاں سے کہے کہ میں تم کو اپنا بیگ بھرے کھواں۔
شاید کوئی متوجہ ہو جائے اور شاید اس نے تم کو رکھا !
ہو سارے کپڑے اوپر لپیٹے۔ تم کو وہ توڑ پھوٹا۔
وہ بھرے گاؤں میں گیا۔

”معاذ اللہ! تمہارا آپ کے پاس کوئی کیسہ نہ ہو؟“

"میں نے کہا تھا کہ اگر وہاں سے 12 بجے
 پہنچے تو وہاں پہنچ جائے گا۔" "تو وہاں پہنچا؟"
 "نہیں، وہاں پہنچنے میں 12 بجے پہنچ گیا۔"
 "تو اس کا کیا مطلب ہے؟"
 "میں نے کہا تھا کہ وہاں پہنچ جائے گا۔"

راست دو بے یمن قی نیند سولی پہ اکھا ساواہل کلام
غیر استودہ مخوم ہے جیسے رہی کھانے کے بھی چند
تھے اُسکی اس سے کھلیا ہی نہیں جبارِ باغ۔
مجتے اور اتوار کے روز وہاں اس کی زندگی تھی جیسے

ترین میں تھے۔ اس کا پس میں چلتا تھا اور اڑ کر کھڑک
 مائے اور اپنا قرآن تمام لے کر کوئی ایسا اصرار تھا کہ

وضیح: یہوذا اور بنو یحییٰ چلا آیا اور حبیب اس کے
میں جس اقل سے کہہ چکی تھیں کئی تھیں۔ کہ سے
بھی کئی نہیں دے کر تباہ کا دیا جاتی تھی۔
اللہ اللہ کر کے اللہ کی ولایت کہ سے کاڑی ہے
پتے آئی۔
مجھ جس سے کہہ کر باخا ہے کہ یہ کہہ کر

چنانچہ اس سے وہ کہیں کہیں مل جاتی ہیں۔ یہاں سے کسی اور
جگہ کے چھانے کو سے ملنے کے اور چھانے کو سے
گھر سے ملنے کی شیفٹ پر ایک ایک طرف سے اور
شیفٹ پر سے قریب قریب سے ملنے سے ملنے سے ملنے سے
وہ ملنے سے قریب قریب سے ملنے سے ملنے سے ملنے سے
جالی سے اور ملنے سے ملنے سے ملنے سے ملنے سے
کوئی اور ملنے سے ملنے سے ملنے سے ملنے سے

میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں تو اس کے لئے
میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں تو اس کے لئے

میں نے اس کے لئے ایک خط لکھا تھا کہ اگر وہ اس کے لئے ایک خط لکھے تو اس کے لئے ایک خط لکھوں گا۔

میں نے اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا۔

وہ اپنے اپنے ہوئے لفظ چاک کیا گورا اندر موندو
 وہ اپنے اپنے ہوئے لفظ چاک کیا گورا اندر موندو
 وہ اپنے اپنے ہوئے لفظ چاک کیا گورا اندر موندو
 وہ اپنے اپنے ہوئے لفظ چاک کیا گورا اندر موندو
 وہ اپنے اپنے ہوئے لفظ چاک کیا گورا اندر موندو

”محفل۔ تساری ہانگ۔ کئی تھی۔ کیا یہ وہ سرواڑہ
 جس نے کئی رشتہ کیا ہیں نے پوچھا تو یکدم سنا چھپا
 محفل نے بھٹکا ہوا سر اٹھایا۔ سب ہاتھ روکے

تو کہہ آئے اُن کی آواز کہیں دور سے آتی تھی۔

دی۔ خوشی کا شہت عالی آواز۔
 "مواہ" تو کا ہر کس امارت ہوں گی؟
 بت کرنے کے ساتھ ساتھ نیچے کا پلٹ میں گھڑا
 رت میں اب سب دم ساوت حمل کو دیکھ رہے
 تھیں بلاشبہ ایک بڑی خیر تھی۔

”تو میری کھڑی“
”تمہارا خراج تہی وہی اٹھائیں گے؟“
”جی۔“ ”آؤ بھی، جو لب دینے کے ساتھ ساتھ کھانے
لگی تھی۔“ ”تنگ ہال میں اب اس کے بچے کی کوڑا
جی آدمی تھی۔“
”تویری کھڑی۔“
”تویری کھڑی۔“

"فعل انكسر على ما جاء في
الكتاب من انكسر على ما جاء في

سرگوتھیں یہ کوئیں شروع ہو چکی تھیں۔ بس
نے سر جھکائے خاموشی سے کھانا ختم کیا پھر کرسی
پر اٹھ کر اٹھی اور بنا کچھ کہے ڈائننگ ہال سے چلی
اے میں معلوم تھا کہ وہ خوش تھی یا نا

سے ایک نئی ذیلی گروہ کا موقع مل رہا تھا۔
تو خوش ہوا ہے۔ لیکن پھر یہ ناخوشیوں

بجائے کا یہ احساس؟ شاید یہ اس لیے تھا کہ اس
رست میں اسے علم و کتاب اور مسجد چھوٹی پڑے
- قرآن کی تعلیم تو جو وہی وہ جگہ کے تھیں وہ تو
بعد میں بھی کر سکتی ہوں۔ لہذا ٹھیکہ نہ جائے ناموس و بعد
انہیں ملے گا۔

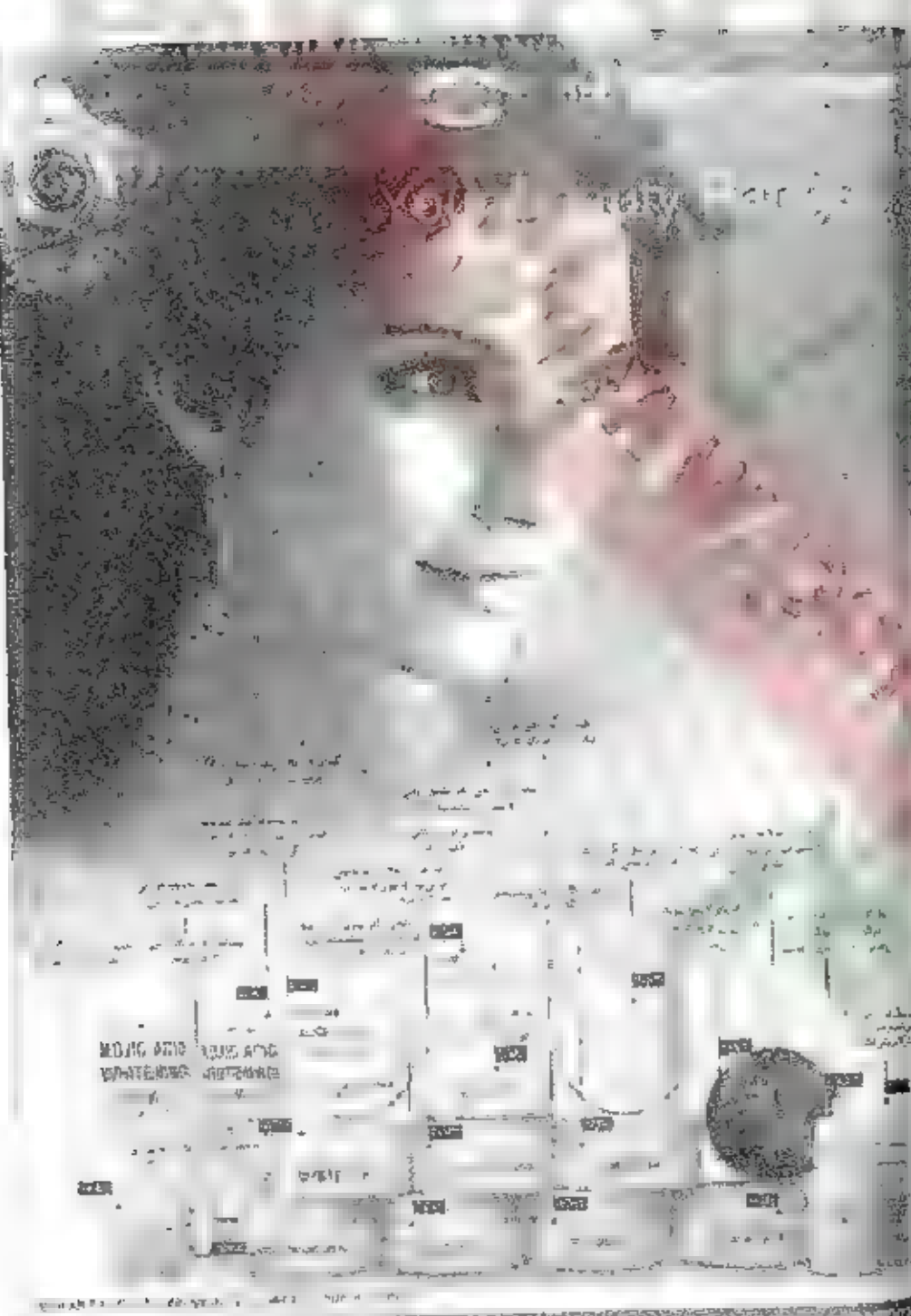
ان ہی سوجوں میں گم ہونے سے آج۔

آج کلاس میں بیچارہ کھولنے لڑتے وقت استاد نے بھی
 آج کے سبق میں اس کے استاد صاحب کے بعد
 نیلاست کے حلقہ کی بات ضرور آجائے گی۔

۱۱ آیات سورہ بقرہ میں بھی اسرائیل کے کسی قسم

وہ شہم نور انساں وہ قلمی صحت نہیں تھی۔
 لے بھر کر کچل دیا۔ سبھی صحت مند تھے۔
 کہ میں بدلتے گری۔ سبھی صحت مند تھے۔
 کی وجہ میں لینا نظر آتا تھا۔ وہ اس سے
 مشورہ کرتے تھے۔
 اور جواب تو اسے سوچنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔
 جب صبح کے قریب اس نے صبح توڑنے کا سر پا تو بستر
 سے نکل کر معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا۔
 کل ان کی کلاس میں سورہ بقرہ ختم ہوئی تھی۔ نور
 ان قلمی عمران شروع کرنا تھی۔ سارا۔ پہلی کلاس تھی۔
 پڑھتی تھیں۔ اسے پچاس تھاکہ کوئی حل اس کے
 سبق میں موجود ہوگا۔ سو اس نے آج کی آیات
 کو دیکھا۔
 پھر ان تمام آیات کو اس نے دو تین دفعہ راجل
 میں عجیب سی سی پی سی پڑھائی۔ وہاں کوئی رکن تھا۔
 - قسم کا نہ سمجھ توڑنے کے کھار کا۔
 "کلاس؟" "ہاں جی۔" "تو کیا میں قسم توڑنا چاہتی
 ہوں؟"
 "ہاں! الی نے واضح جواب دیا تو اس نے خود سے
 گاہیں چرا کر سمجھنے لگا اور پھر کہہ دیا۔
 فرشتے ایک خالق پر سرسری لکھا لکھے کارندوں میں
 سے گزر رہی تھی جب وہ پہلی سطر کے تقریباً
 دو تہائی ہوئی اس کے سامنے تھی۔
 "فرشتے! مجھے تم سے کہو جو تمہارے؟"
 خالق کا صحنے تھے کہیں فرشتے کی انگلیوں کے
 درمیان تھا جس نے سر اٹھایا۔
 "سلام! تم کو کیا بات ہے؟"
 "میں سلام! وہ پہلی سطور میں درمیان
 تیرے جملہ دی گئی۔" "وہ ایک قلمی لکھا ہے۔"
 "میں قلمی نہیں ہوں۔"
 "تک! اس ایک صحنے میں ہے۔"
 "نور پڑھنا کہہ کر اس کی نصیحتیں لکھی ہیں۔
 تمہارے۔" "ختم کو دیکھا۔"
 "آپ کو میرے سامنے ہے۔"

انہوں نے نہیں سمجھ تو آئی تھی۔
 حیدر علی نے اس کی طرف اشارہ کیا۔
 "پھر آپ کو سمجھ گیا۔"
 "نہیں! میں کبھی نہ سمجھ گیا۔"
 مسئلہ ظہر کٹ لکھوں میں آج اب تک اس سے حال
 کا سفر پلانا اور سرسری سہاویہ بنے۔
 "میں نہیں سمجھتی۔" "آج کی آیات پڑھ لی ہیں اس میں میرا
 مسئلہ نہیں ہے۔"
 "میں لڑکی اہم صبر کے ساتھ آتا ہے۔
 پوچھ لیا کہ اس کی بیوی کی حالت نہیں آئے گی۔ وہ لگا
 سارا کلاس تھیں۔ اس کے قابل دیکھتی آگے بڑھ گئی۔
 عمل نے اسے نکل کر پورا پورا شک کرنا شروع
 آگے بھاگ گئی۔
 "میں نہیں ہوا تھا کہ وہ جو سوچے وہ فرق میں
 لکھا ہوا آگے لوگ اس کی بات نہیں سمجھتے۔
 سیتے تھے تو وہ نہیں کرتے اگر تو یہ بھی کرتے تو سمجھتے
 نہیں اور ایک فرق تھا اسے کہنا بھی نہ چاہا اور
 دل کی بات دہیان سے متاثر کرنا سمجھتا اور غیر
 داخلی اور حکمت سے اسے سمجھا تھا اور اس پر
 کوئی نہ سمجھا تھا۔
 "میرا لگا آج کی آیات میں اس کی بات نہ تھی
 یہ اس سے متعلق ہے۔"
 بہت سب دل اس کے سامنے لکھا۔
 "میں پھر۔" "وہ لکھ رہی تھی۔" "میں اسے
 پیارہ لکھا تھا۔" "میں طرف دیکھ رہی تھی۔" "میں
 نہ سمجھ رہی تھی۔"
 "میں صبر کے حکم آیات اور کتابت آیات کا
 مقرر تھا۔"
 "میں سمجھتی تھی۔" "میں اس کے مطلب ہم سمجھتے
 نہیں مثلاً آیات اس دنیا کی باتیں کر کے کسی
 لڑکی کی مثال نہ دینی اور کتابت آیات
 نہیں جو ہم تصور میں کر سکتے تھے۔" "میں اسے
 لانا ضروری ہے مثلاً" "جنت" "دور" "اللہ" "آپ" "آپ"
 فرشتوں کی دست۔ مشابہت کے پیچھے ہیں چنا



کے خلاف اس ملک کے لوگوں نے ہتھیار اٹھائے تھے۔
 مگر انہوں نے سنا اور ہم نے اطلاع دی کہ اس نے
 ہتھیار ڈال دیے تھے۔ حکم لکھنا پڑا یہ وہ تھا جس نے اس
 کو اسے ہتھیار ڈالنے کی اور جاننے کی یہی اس کے
 لیے ہتھیار تھا۔

لاؤں میں تھیل چٹا انظار کرو ہے مجھے کلف ہے
سفید شلوار کھن میں تھا جلا کر مہر ہاتھ پانہ ہے لوح
لوہر ہے چینی سے نسل رہے تھا است راہ پوری ہے
آستہ کچا تو کھگے

میں نے کھانا کچے بعد دیکر کہ وہ تو کل ناڑیاں اور روج
سے باہر سرگپور والے ہوں۔ اسی اونچے گھر کی
بست کی کنکریاں میری عورت ہی حود میں لٹن کو جاتے دیکھ
وئی غصہ، گاڑیاں کم ہو گئیں تو لڑکیوں نے چروے
چھوڑ دیئے۔

معدیوں کے عرب کے صحراؤں میں کچھ لوگوں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چاہا تھا کہ چلتے
والتے گئے ہوتے ہیں۔ اور جب انہوں نے یہاں تھا کہ
جو جو قوم پوری کرتے ہیں اسے لگا معدیوں کے لئے
کئی بات کسی اور کے لئے نہیں صرف اس کے لئے
نہی۔ ان کے لئے کے پوروں سے ان کی یہی لکھنا اور بار
چھوڑی تھی انہیں چھوڑی تھی۔ انہوں نے

ہاں تمہا کرم ہے ایک تہہ زباں اس پہ ضرور ڈالی
تھی۔

مکہ مکرمہ کے رشتہ میں دو قطار کی بائیں نشست پر سب سے پہلے بیٹھی تھی۔ آغا جان اس کے دائیں طرف تھے۔ اس کے بائیں جانب کچھ نہ تھا۔ قطار خالی تھی۔ وہ سر جھکا کر ساری کارروائی سنتی رہی۔ اس سے نظر نہ اٹھائی جاتی تھی۔ یوں جیسے ہر کوئی اسے دیکھ کر ہراساں ہو جاتا۔

۱۹۷۴ء۔ جس طرح انہیں دیکھ رہی تھی وہ

کناجیل کے ماتھے کی لیرا بھری جسے وہ ضبط کر گئے۔ ”تم اب کیا چاہتی ہو؟“

”یہ! ہمیں نے کل چاروں میں سے بیک نکالا، آپ کھولی اور ایک کاغذ اور پتیل نکال کر ان کی طرف دیکھا۔“

”آغا جان! محل بخنی نہیں ہے۔ آپ مجھ سے میری آخرت خرید رہے ہیں۔ اگر میں نے جھوٹی کوئی دی تو میں مل جلایا پاؤں کرنے سے پہلے ہی گر جاؤں گی۔ اگر گمراہ تپ چڑھتا تو وہ ناچار ہے تا تب یہ سائن کریں۔ میں ابھی جا کر جھوٹی کوئی دیتی ہوں۔“

اس نے بہن کو رچکھاں کے ہاتھ پر رکھا۔
 ”اوس ہل میں کوئی میرے اشارے کا خطرہ ہے، میرے
 رچکھاں مان کر ڈاکر اچھی اس کو دیکھ جیتی ہوں میرے
 علی دیکھ کیش جو گاؤں مجھے سنبھل کرے گا تب میں
 گولہ لے کر دوں گی اور نہ نہیں۔“
 انہوں نے چیک کو ایک تھوکے کے طور پر چرمان کو
 وہ مری طرف حمل کا نام پکڑا کیا وہ انہیں متنبہ
 تھا ہوں سے دیکھتی تھی اور سر اٹھانے کے لیے اس

تہ لڑنے کی طرف دھکی۔
 خاکرم بھی چپکے کوٹکتے اور کبھی اسے جو کتبے
 میں دی بھی لود اس کے سامنے حاد میں لپکا قرقن
 لایا یا تھا وہ لگا ہوں میں پر جملے ایک جھپکے بغیر قرقن پر
 ہاں رکھ کر چند قمر سے ہوا رہی گی۔
 انہوں نے آخری بار چپکے کوٹکتا اور بحر طیش
 میں اکر اسے مود کو دھکے لگاتے کیے۔
 حمل کی سے مکرانی سر جھٹکا اور رکلی کی طرف
 توجہ دہلی سوا اس سے کچھ پرچہ دہاتل۔

فواہی صفت منسوخ ہو گئی اس کے خلاف شروت
 سے تھوڑا ایسے ذیل جھجھکیا گیا۔
 ایسی کا فرست خاموشی سے لٹا وہ آگ میں کی
 لینڈ کروڑ کی جیلی جیٹ پر بہت خاموشی سے سارا
 راستہ باہر دھکی آئی تھی جب کدو پورج میں رکی تو وہ
 سب سے پہلے اتری۔

لاڑا میں بہت سی عورتیں تھری سے لان کی طرف
 ہجی تھیں۔
 "کیا ہوا؟" کسی کو دیکھ بغیر تیزی سے اندر چلی
 گئی۔
 "میں احسان فراموش ہو گئی تھی تو اس کے خلاف
 گواہی دے گی۔"

"جس نے ہوتا۔"
 "مگر فکر کی بات نہیں ہے کہ طلعہ ہی باہر آجائے گا؟"
 "نہیں اناتہ سوتھیں سب۔"
 "عمر بچا اور اسد بچا نہیں تلی رہنے لگے مگر تالی
 مناب دھو سید بڑا لیا۔
 "جیسے تیرا تو وہ۔" وہ سنبھلے روئے ہوا کراہی ہو تھا
 رہنے لگیں روتے روتے وہ ٹوٹنے کو تھیں کہ اندر
 اور نادمہ سنے بہتے کراہیں سہارا دیا۔ "جی! میں لال
 میں تھرا ہونے کیا تھا ہے کمرے میں پودے کو کچھ میں
 پکڑ کر درای تھیں سے دیکھتی وہ دروازہ کھڑکی
 تھی۔ کل چارہ سر سے پھسل کر نیچے دروازہ پر پڑے

باروں پر پھسل گئی تھی۔ جورو۔ بل چرنے کے
 اطراف میں گرسے تھے۔ وہ تلخ سی ہنسی تھیں
 ٹھیکے سے سونے نگاہوں سے باہر کا نظریہ دہی تھی۔

دستوں سے ٹیک لگائے ٹیک پاؤں گھاس پر رکے
 جھنجھی تھی۔ جوتے ساتھ اترتے رہے تھے۔ طلعہ
 شلو اور قیس اور سر۔ گالی اسٹارٹ کس کر پائے سے
 کدلی جھٹکتے وہ لال ہاتھوں میں جھوٹا قرقن لے لیا۔
 رہی تھی۔ چھٹی پوچی تھی لور لڑکیوں کو سر اوجھ
 گزرتی باہر جلدی تھیں۔ اسے سارے کعبہ چھنی تھی
 آج جھٹ تھا۔

"اسلام ٹیکمبہ" سارا آہستہ سے آئی لود اس کے
 ساتھ پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئی تھی۔
 اس نے منہ کا کنارہ پکڑے سر کے اثبات سے
 جوبلہ والور ملے بیٹھ۔

ریجہ ای گود میں رکھی اساتھنے مل کر لے
 گئی۔ کیت کے قریب فرشتے کوڑی ایک لڑکی سے بات
 کر رہی تھی۔ وہ لڑکی منہ مانتے ہوئے کچھ کہہ رہی تھی۔
 مگر فرشتے تھی میں سہارا رہی تھی۔ اس کا تالی پڑا لگا
 سمجھتا لود لوگ مگر نہ پڑا لگا۔

"کیا کر رہی ہو سارا؟"
 "فرشتے باہر کی اساتھنے گودوں میں ٹوٹنے پڑی
 لے رہی ہے۔" لگا کر سرائیالیا۔ "یہ میں لود سب میں
 کیا فری ہو آئے۔"

"میں سب کچھ کر چکی ہوں جیسے سہارا اور مذہب
 کی بھی دھکے دی۔" لڑکی نے جھٹک لگتے ہیں۔
 مسک کر وہ سب کے اندر سی طرے کا نام ہوا ہے۔
 "میں سہارا لگا جیسا کہ شامی جھٹی دیکھ۔ آئی
 تھی۔"

"ہوں۔ تمہارا طعم اچھا ہے حمل؟"
 "فرشتے نے سبھی اٹھائیں لیں۔" اس نے درای
 گودوں موزی۔ فرشتے ای طرح اس سے بات کر رہی
 تھی۔ سارا بھی اس کی نگاہوں کے تعاقب میں اسے

دیکھتے تھے۔
 "فرشتے کی ہزار آنکھیں مجھ بہت پسند ہیں۔"
 حمل سے لوں سے کھسکا۔
 "ہاں بہت مشابہت ہے، تکی نو۔" وہ دہلی طرح
 چونکی۔

"مشابہت؟" وہ ایک دم بہت بڑھتے ہو کر اس کی
 طرف دوری مڑی۔ "مشابہت ہے؟ سارا آگے پیش
 فرشتے کی آنکھیں دیکھ کر لگا ہے کہ یہ کسی۔ سب
 جی ہیں۔" جس سے کہ کسی سے ملتی تھی۔
 "تو جس سے کہ کسی سے؟" وہ دہلی طرح
 "کیا ان کے دراز سے؟"

"جس سے؟" وہ دہلی طرح۔ "کس سے ملتی ہیں؟"
 وہ دہلی طرح۔ "رجت۔ اساتھ دیکھتی رہی پھر جس
 جی۔"

جی۔ "میں میں حمل۔ بالکل تمہارے جیسی
 جی۔" کیا تم آجیہ نہیں دیکھتیں؟"
 "جیہ سے؟" حمل ساکت رہ گئی۔ اپنا چہرہ ہر وقت
 بچوں کے سامنے نہیں رہتا شاید اس کے وہ اسے
 عورت میں ان لڑکے کر تھی۔

اس لڑکی کی کسی بات پر فرشتے دراز سی
 مسکرائی۔ اس کی آنکھیں مسکراتے ہوئے کناروں
 سے دراز سی پھولی ہو گئیں۔ بالکل اس کی اپنی طرح۔
 وہ سب کچھ ٹیک پالتا دیکھ گئی۔

وہ بڑھ کر آگے سے ٹیک لگائے گھنوں سے تلب
 رہے سوچ میں کم تھی۔ جورو سے بل ملے شالوں پر
 کہے تھے سرت اندر داخل ہو گئیں تو وہ اسی طرح
 تھرا میں تھور رہی تھی۔ آہستہ پڑے گی۔

"الٹا بات نہیں۔"
 "ہاں لود۔" سرت الٹا ہی نہیں کر کچھ تلاش
 کر رہی تھی۔
 "آپ سبوں کو لوں سے پھر کبھی نہیں ملیں؟"

"سب۔" اس کے ہاتھ لے کر کوٹے پھر دیا۔
 "کیرے اساتھ لگتے تھے۔"
 "ہاں کی ایک ہی تھی ہے؟"
 "ہاں شاید۔"
 "اس کا نام کیا ہے؟"

"نہیں۔" وہ سیری شلوی کے بعد ہوئی تھی۔ "وہ
 مطلوبہ پیرا لکھ کر ٹیک دو لڑکے سے سہارا مل گئیں۔
 اور یہ تو وہ جاتی تھی کہ لال شادی کے بعد سبوں
 سے کبھی نہیں ملیں۔ نہ ہی وہ خود بھی ان سے ملی
 تھی۔ اس نے تو اس کو دیکھا تک نہ تھا میں اور لبا کی
 پسند کی شلوی تھی۔ لود لال کے خاندان والوں نے پھر
 بھی کوئی رابطہ نہ رکھا تھا۔ آج فرشتے کی آنکھیں دیکھ
 کرا سے پوچی کچھ لگا تھا کہ شلیہ مگر نہیں۔

"ہم نے فیصلہ کر دیا ہے۔" باہر تلی کے زور سے
 ہونے کی تواز پر یکدم اس کا دل دھڑکا۔ کلب بند
 کے خلاف اندر تھری سے نکلے پاؤں باہر تلی۔ اس
 نے دروازہ کھول کر کھلا۔

لگا جل اور متلب تلی پر سے صوفے پر عورت
 بھرتے لگا لڑکیں ٹھٹھے تھے لود سرت لہن کے سامنے
 بیٹے۔ سب لہن سی کھڑی تھیں۔ دروازہ کھلنے کی تواز پر
 سرت نے اسے دیکھ لے بیٹھی۔ آنکھوں میں
 آسو۔

"پاپی جی کو کبھی بتا دیک۔" لکی نے ایک قافری
 نگاہ اس پر اٹائی۔ "ہم اس کو سہارا ہے ہیں تھرا احسان
 ساری زندگی بھی تم لوگوں چاہو تو نہیں انار سکتیں۔"
 وہ جوں جی دہیں کھڑی رہ گئی۔ وہ کیا تو لڑا لکی جیل
 سے باہر آجائے گا؟

"مگر تو نہیں۔" سرت کی آسودگی میں باہر تلی تواز
 تلی۔ "حمل۔" حمل کسی نہیں اٹنے کی دیکھ کے
 "جیہ۔"
 "کو کیم؟" وہ جھٹکتے وہ دم دیکھ رہی تھی۔

اور یہ سچو دوا پائی ہی تو اب تھی جب فرید پھر
 نے کھڑا کر دیا۔ مڑے کے لئے دوسرے کے چہرے
 دیکھتے تھے۔ "مست" تھے۔ فرید پھر پھر نکل کے ابائی
 لڑیں تھیں اور ہر خیر سارے خاندان میں سب سے
 پہلے ان کے پاس پہنچتی تھی۔ گھر میں تو دلوان کو ملتی
 نے جب کر لیا مگر پتہ ہی ایک شادی کی تقریب
 میں انہوں نے وہی قصہ چھیڑ دیا۔ "ابھی فونو کی
 مگر فونو کے چہرے پر اسے نہیں ہوئے تھے کہ
 خاندان والوں کے ہاتھ ایک اور شوشہ لگ گیا۔
 پوری تقریب گھبرا گئی۔ ان کا وہ بن گئی۔ بالی مستان
 عورتوں کو جتنا لعن طعن کر سکتی تھیں کیا مگر ان کی
 تھیں اور متعلق پورا تھا۔ سنی خیر نکلیں اور طرے
 انداز۔
 "برانہ ناما مستان بھائی انکو سیم کو میرے سچ
 نے ہی نشے کی حالت میں رات کے دو بجے مرگے
 انکار کر دیا۔ مگر بچھا تھا۔"
 "بلکہ تو سچ خود اس وقت اور کیا کر رہا تھا؟" اہلی
 ہاتھ نہالے ہوئے تھے۔ سب سے قہار ہو کر بولی تھیں۔
 و سیم کی بات سچیں سے اتفاق کے چٹا زور تھا
 سکندر کی بیٹی کے ساتھ ملے تھی۔ کچھ عرصے سے آقا
 سکندر کی بیٹی کبھی کبھی رہنے لگی تھی اور سیم
 باہمی مٹھ جاتے آہیں تو انہوں نے فونو پر ہی دو ٹوک
 دشت ختم کر دیا۔
 "مگر رت برسوں کی ایک بالائی تھی۔" مستان
 بھائی بھلا کس طرح ہم اپنی بیٹی کو اس لڑکے سے بیاہ
 دیں جسے پورے خاندان میں کوئی رشتہ دینے کو تیار
 نہیں؟"
 "گور میں بھی آپ کو خاندان کی سب سے خوب
 صورت لڑکی دوسم کی دوسری بیا کر دیا تھا۔" اہلی نے
 بھی کھولتے ہوئے فونو پر تھا۔
 "محل کو قہار کرے اس کی بہادر کو حاصل کرے۔ گور
 و سیم کو بیا کر خاندان میں گروں اور بیٹی کرے۔" مستان
 حل لائی کو نظر آئی مگر خاندان نے ایک تیرے
 تین شکار کر لے تھے۔

۱۰ ۱۱ ۱۲
 "میرے بھائی خیر تیرے مرگ کے تیرے بھائی
 جاری تھی۔ آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ کر رہے
 تھے۔ بے پردے صورت بلی شاہوں پہ چھل کر گھر
 چور رہے تھے۔ گھر کے گھر اسے کچھ نہ تھا۔
 لڑکی اس کے ساتھ یوں بھی کر سکتی ہے اس نے
 تو سچا بھی نہ تھا ایک تنگ پند تھا جو اسے اپنی گروں
 کے گرد کتا محسوس ہو رہا تھا۔
 لو اس وقتوں کی کھٹی باڑ آج بھی ویسے ہی کھڑی
 تھی۔ شام کے پڑنے شاہوں پہ لوٹ آئے تھے۔ وہ
 راستہ جانا بچا تھا۔ خیر تیرے قدم اٹھا رہی تھی جب
 اس کی مانتا ملنے آواز آئی۔
 "محل۔ رو۔"
 مگر وہ نہیں دیکھی کہ وہ کتا نہیں تھا۔ روکنے والا
 راستہ تھا بھی نہیں۔
 "محل۔" خیر دوڑتا اس کے ساتھ آگیا۔ "بات تو
 سنو۔"
 پچھلے سالوں سے اس کے ہاتھیں طرف اس کی
 رفتار سے برکت لیا گیا تھا۔ وہاں تھا ٹریک سون گھر
 لمبوں وہ شاید جا کھٹے آگیا تھا۔
 "گیا ہوا ہے محل؟ مجھے بھی نہیں پتا تھا؟"
 اس کے قدم تھے محنت آہستہ سے اس نے گروں
 اٹھائی۔ "میں نہیں آنکھوں سے آہستہ سلسل کر رہے
 تھے۔"
 "میرا ادب آپ کا یا فرشتہ ہے جو میں آپ کو
 بتاؤں؟"
 "گھر انسا بیت کا رشتہ کچھ نہیں ہو گا۔"
 "کچھ نہیں ہو گا۔" خیر تیری سے چلے گی تھی۔
 "نکل ہوا کیا ہے؟"
 "میری بھئی نے میرا رشتہ اپنے کو لیا۔ بیٹے سے ملے
 گئے۔"
 "تو تم کو کیوں رہی ہو؟"
 "پھر کیا خوشی ملے گی؟" پوری اس کی طرف

گھولی۔ خیر تیرے شہر سے لیا تھا۔ یہی شخص تھا
 اس کی؟ مشکل کار۔ وار۔
 "خیر۔ تم صاف انکار کرو۔ کچھ اور گروں"
 لیکن اگر یوں اپنے آپ پر ظلم سے روٹی رہے گی کہ رشتہ
 گھٹ کر مر جائے۔" اس نے بیٹلی آنکھوں سے
 ہاتھوں کاچوٹ کھا۔ "مغفور مگر فکر مند چرو۔"
 "میں مولا یا بیٹوں آپ کو کیا فرما رہا تھا؟"
 اس کے انداز پر وہ چند لمحے لب تھے خاموش کھڑا
 رہا۔ پھر کسی سانس اندر کو کھینچا۔ "بلکہ میں فرق
 نہ کر سکتا تھا۔" اس نے کہا۔
 "محل۔" محل نے اسے اسے سر جھٹکا۔ "آپ
 ہی ہیں نا؟" وہ بھرا ہوا تھا۔ "وہ نہیں۔"
 چوتھ کر بیٹھ۔
 "میں میں ہوا ایک تیرے جھوٹا تھا۔ اس کے بھوکے
 کچھ اطراف میں گھر۔ بیل چھپے کو اڑنے لگے۔
 "اور آپ کو پتا ہے ہاتھوں اسی لیے آپ سے میں
 نے کبھی لکھ دی نہیں آگئی تھی۔ پھر کیا میں نہ
 روؤں۔" وہ کہہ کر واپس پلٹ گئی۔ ہوا میں پلٹ گئی
 شام کے پڑنے بھی پلٹ گئے۔
 وہ ساکت سا تارکول کی دیر میں سڑک پہ کھڑا رہ گیا۔
 دو غصوں کی بازتاب بھی فواری سے سر جھٹکے کھڑی
 تھی۔
 * * *
 اس نے انٹرنیٹ دوسم کو دوا ہے۔ اگلی ہی دھنگ
 دی۔ چند لمحے شکر کی کھڑی رہی۔ پھر وہ آپ نہ پا کر اندر
 جھانکا۔ انٹرنیٹ دوا خالی تھا۔
 وہ کتابیں سینے سے لگائے متذہب سی واپس پلٹ
 گئی۔ اسی بیل سالنے سے ایک گروپ اپنا چارج آئی
 دکھائی دی۔
 "سلام عظیم بھائی سیم فرشتہ کہہ رہی ہیں؟"
 "فرشتہ بھائی پائل میں لاہوری میں دوسری گان کو
 کچھ کام تھا اس لیے وہ آج آئیں گی۔"

۱۳ ۱۴ ۱۵
 "پھر؟" خیر تیری سے سیم میں پڑا تھے گئی۔
 لاہوری کا کھانا۔ شور مچا تھا۔ اس نے قدر سے
 "محل۔" وہ سہ اندر قدم رکھ کر
 "میں کے لوں پھر ریکس اور دوا کر کیرا ناخاندان
 لاہوری کا کھانا خاموش داخل۔
 "فرشتہ؟" اس نے ہونے سے بیکار۔ خاموش
 لاہوری کا کھانا ریحی ہوا تو وہ گڑبڑا کر سیم ہو گئی۔
 "گور۔" لاہوری میں کسی کو نہ تھی۔
 ایک طرف اشارہ کیا وہ شرمندہ سی ہو کر گئی۔
 چند ریکس سے گزر کر اس نے دوسری طرف
 جھانکا۔
 وہ کلب اٹھائے کھڑی سے بہرہ دیکھ رہی تھی۔ بیکے
 گلابی شوار کھیں۔ گھر سے "پڑے شاہوں کے گرد لپٹے"
 فرشتہ کی اس کی طرف پشت تھی۔ "محل کو اس کی کمرہ
 کرتے سیدھے کھڑے ہال دیکھ لے رہے تھے۔
 دوا رہی حیران ہو گئی تھی۔ اس نے پیشہ تابل میں
 لمبوں فرشتہ کو دیکھا تھا۔ سڑک کے بغیر تو وہ دیکھا تھا۔ مختلف
 لگدواہی تھی۔
 "فرشتہ؟" وہ جیسے چونک کر مڑی اسے دیکھا تو
 مسکرا دی۔ "اسے شاہ لکھ" کن تو نوک لاہوری
 آئے ہیں۔"
 "مگر صرف آپ سے ملے۔"
 "بھنو۔" وہ کھڑکی سے گئی کرسی۔ آئینھی جس
 کے سامنے میز تھی۔ میز کے اس طرف ایک خالی کرسی
 رکھی تھی۔ وہ محل نے سنبھل لی اور کتابیں میز پر رکھ
 دیں۔
 "مجھے ہاتھوں نے کچھ دیا تھا۔" وہ کہنے لگی تو محل
 خاموشی سے اسے دیکھ گئی۔
 لیے سیدھے کھڑے ہلے جو اس نے کانوں کے
 پیچھے کر رکھے تھے۔ دیکھی رکت دوا چوہو اور کالج سی
 سنری آنکھیں اس کے حشر مختلف تھے مگر آنکھیں
 اور ہل ہوں تھے جیسے وہ آئینہ دیکھ رہی ہو۔
 "تو تمہارا رشتہ انہوں نے اپنے بیٹے سے ملے کر دیا
 ہے؟"

Mint

بدل دے زندگی کا ہر انداز



منٹو
کو تھ پیسٹ



Extra Whitening

- ✓ ایسٹیم اور فلورائیڈ سے لیس
- ✓ Extra Whitening سے
- ✓ فائبرین سے لیس ہلکا اور سفید
- ✓ مکمل Tartar سے محفوظ
- ✓ کو تھ دانت سے بچنے میں

عملی نے کلاس، بہت میں سہارا
"تو ہم انکار کر دیں۔"

اس کے لیے انکار کر دیں۔ اس کے لیے سچ اور
میں جھڑپ آتے ہیں۔ انہیں اپنا سچا ہی کر رہا۔ سچی۔
یہ تو ابھی اس نے اپنے دل سے بھی نہ کہا تھا فرشتے
سے کیسے کہتی؟

"میں کیوں انکار کر دیں؟ کیا میں مہر کر کے اجرنہ
ہوں؟"

"عملی اسطوویت اور مہر میں فرق ہو تا ہے اور وہ
فرق احتیاج کرنے کا حق رکھنے کا ہو تا ہے" بجائے اپنی
ذوقی غراب کرنے کے، تم ایک بہتر راستہ چن لو
ساتھ ساتھ انکار کر دو۔"

"مجھے ان کے روی باتیں سے دور لگتا ہے۔"

"اس پر تم مہر کر لیتے؟" بلکی مسکرائی۔ "رشتہ
داروں کے ساتھ بہت مہر سے گزارا کرنا پڑتا ہے
بلکی۔"

"آپ کرتی ہیں مہر؟"

"کیا مطلب؟"

"آپ کے رشتہ دار ہیں فرشتے؟ آپ کے
پیشے؟ اور انہوں کے پیشے؟" اس نے سوال
ل جوڑا پھوڑا۔ "جانتی تھی فرشتے کو لو جو بے سوال
پڑتے آتے ہیں۔"

"سیری ای کی ایک سی بہن تھیں انہوں ان کا بیٹا
بہن ان کی فوج کے بعد ای نے جہاں کو گولے لیا
تھیں بہت پرانی بات ہے کو زیادہ سال پہلے سیری ای کی
ڈیوہ ہو گئی۔ پھر میں نے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ گھر
میں باہوں رے اور میں باہوں میں رہوں۔"

گور آپ کے ابو؟"

"میں بٹرک میں تھی جس کی لایہ ہوئی۔"

"آپ کے ابو کی کوئی بہن تو ہو گی؟" اس نے
اندھرت میں تے پٹایاں

"ہاں ایک بہن ہیں۔" فرشتہ کے کسی سہارا سے
وہی تھی۔

"بہن تو ہیں؟"

راز کہنے کے بعد اس نے سب کے سوال میں

ملے ملے کا اظہار کیا یہی تھ کہ اندر میں ہی وہی
 سے آئے ہم کہ کبھی انہیں کسی اندھ اندھ کر جانے
 گئیں اور دل رنج جالی رہ گیا۔ وہ رہے تو وہاں ہر گھنٹی
 آج اسے تھا جوں کو سب کا یاد کرنا تھا۔
 لادو! لادو! میرے میں ڈوبا تھا۔ آج چاہے کے بڑا دم
 کے دو لادو سے وہ شہر کی ٹیکسٹری ہو گئی۔ وہ آہستہ
 آہستہ قدم اٹھاتی دوڑا لے تک آئی۔ قریب تھا کہ وہ
 دستک دے دلاتی کہ اندر سے آئی کو اڑوں لے اس کا
 ہاتھ روک لیا۔
 "اس لڑکی سے کوئی عہد نہیں۔ تاج پھر میرے
 آفس لنگی ہوگی۔" آج چاہے کی سوچ میں ڈوبی آواز
 آئی۔
 "کون؟ فرشتے؟" تلی کا ہر اس کوں لہجہ۔ "پھر وہی
 پرانی بات کہ کہہ کر عمل کی جائیداد میں اس کا بھی حصہ
 نکالیں؟"
 محل کو نگاہ پڑی بھٹ اس پہ کن گری ہے۔
 "ہاں! آج وہ اس آئی ہوگی اور یہ بھی کہہ رہی تھی
 کہ اگر ہم سب کو سیم سے محل کا رشتہ کرنے کی کوشش
 کی تو۔"
 نایا جان کچھ کہہ رہے تھے اور چندوں پہلی کی بڑی
 سٹی ایک حد تک اس کے گل میں کوئی بھی نہیں کاہم کچھ
 اس طرح تھا کہ اگر کوئی تیار نہ ہو تو میں جہاں سے لودم
 پتھر مار کر اس کی آنکھ بھڑو تو تو میرے کوئی گناہ نہیں۔
 نہیں۔ "کہہ رہی تھی۔ اسے نہیں دیکھنا چاہیے۔ وہ غلط
 کر رہی ہے وہ کسی کی برائیوں میں جھانک رہی ہے۔
 اسے ہی سمجھو وہ اپنی کمرے کی طرف بھاگی ہوگی۔
 دوڑا لے کی کتنی دکان گراہ پھولی سانس کو قابو کرتی
 بیڑہ گری تھی اور وہ لولہ ماحول میں سر عام لیا۔
 "محل کی جائیداد میں فرشتے کا حصہ؟"
 گو کہ اسے شک تھا کہ فرشتے کا حصہ اسے تعلق ضرور
 ہے اور شاید بلکہ یقیناً اس کے گل قطع تعلقی کے
 ہوئے تخیلی رشتہ داروں میں سے ہے۔ لیکن پھر بھی
 تلی کے منہ سے اس کاہم میں کر لے کہ نہ پتھر مارا نہ
 قتل اس سے بھی بڑا بڑا فرشتہ نہ۔ مگر یہاں کر گیا

فرشتے نے۔ مطالبہ کیا کہ کہہ کے جسے میں سے
 اسے بھی کچھ چاہئے؟ "مگر کیوں؟ فرشتہ ایسے کیوں
 کر سکتی؟"
 اس کی نگاہوں میں ایک سر ہلایا۔
 یہاں میں ملیوں گریں۔ اطراف میں ملام
 چرے کو مقید کیے سنری آنکھیں جھکائے دونوں
 ہاتھوں میں بھونکا قرقر پکڑے بل پائنت سے سٹپے
 کھنکھار کرئی فرشتے
 "ہاں کون تھی؟ اس کا پورا نام کیا تھا؟ وہ انہوں سے
 زیادہ ملتی نہ تھی لیکن محل کے مشفق ہر خیر اس کے
 پاس ہوتی تھی۔ وہ کیوں اس کی خبر نہ تھی؟ لودہ
 کیوں آج چاہے ملتی تھی؟
 بہت سی باتوں کے ہرے وہ سچھان بارہی تھی
 لیکن ایک بات ملے تھی فرشتے کا حکمت بھرا تصور
 جو اس نے دہن میں تار کھا تھا کہ کراش پاش ہو گیا تھا
 پتا نہیں کیوں۔
 * * *
 وہ چینی کی پلیٹیں احتیاط سے کینٹ سے نکل کر
 کچن سے نکلتی تھیں کہ جب آہستہ آہستہ چوک کر تھیں
 کچن کے کچلے دو دروازے میں غصہ چنی کھڑی اس کو
 بنو کر دیکھ رہی تھیں۔
 "تلی! تلی!" وہ قورے ابھی۔ پھر ایک فکر دوڑ
 ڈال۔ سنو سی گلی شوار تھی پر سیاہ ویدہ کندھوں
 کے گرد لینے سلی باؤٹ کو کھڑی پہلی محل میں تنہا کیے
 ہونے کی طرح سی لگ رہی تھی پھر تلی لو کیا ہو تھا؟
 "کچھ چاہیے؟" تلی نے پھر پوچھا۔ اس کی
 نظریں اس کی کوریشن کرنے لگی تھیں۔
 "نہیں۔" غصہ چنی نے سر جھکا اور واپس
 چلی گئیں۔ چلتے سے اسے لن کے چرے پہ ہلکا سا
 تھم غنر آیا تھا۔
 "سن کو کیا ہوا ہے؟" وہ پلیٹیں کپڑے سے صاف
 کرتے ہوئے سوچے تھی پھر شالے اوپر کا کام میں
 مصروف ہو گئی۔ سڑ کا کام ہونے والا تھا اور اسے بڑ

کھلی تھی۔ سب آتے ہی ہوں گے۔
 "میں نے اور مسرت نے و سیم اور محل کا رشتہ
 طے کر دیا ہے۔ آپ سب کو یقیناً معلوم ہو گا۔" دو راستہ کا
 ڈونگ سیر پہ رکھ رہی تھی جب آج چاہے نے سب کو
 مخاطب کیا۔
 ڈانٹک ہل میں سناٹا سا چھایا۔ گو کہ سب کو معلوم
 ہی تھا پھر بھی سب چپ تھے۔ سر جھکائے اپنی
 آخری کرچی۔ آٹھویں اور پینٹائی پتھ کھنکھار۔
 "یہ فیصلہ آپ نے باہر ہی کر لیا۔ مسرت تھی اسے
 پوچھنے کی زحمت تھی کی؟" حسن نے پوچھا۔
 سب کو چونکایا تھا۔ وہ بھی بے اختیار سر اٹھا کر اسے
 دیکھنے لگی جو آگے سے تھوڑے سا آج چاہے کو دیکھ
 رہا تھا۔
 "کیا مطلب؟" مسرت کی مرضی سے ہوا ہے
 رشتہ۔ "آج چاہے پر ہم بھی ہوتے اور حیران تھی۔
 "کیوں؟" تلی نے اس نے خاموشی سے سر جھکائے
 "میں مسرت کو مخاطب کیا۔" آپ کو ہوس و سیم کا رشتہ
 منکھ ہے جسے خاندان میں کوئی بھی دینے کو تیار
 نہیں؟"
 مسرت کا جھکا سر مزید جھک گیا غصہ نے ناگواری
 سے پہلو دلا۔
 "بتائیے چلی اگر آپ خاموش رہیں تو اس کا
 مطلب ہے آپ کے ساتھ آج چاہے نے زبردستی کی
 ہے۔"
 "کیا کہو اس سے یہ حسن؟"
 "آج چاہے اچھے مسرت چنی سے بات کرنے
 رہیں۔" حسن کی تواریف ہونے لگی تھی۔ سب دم
 بخور اس کو دیکھ رہے تھے۔
 "بتائیے چنی آپ کو یہ رشتہ منظور ہے؟"
 "نہیں۔" محل نے قطعی انداز میں کہہ اسے
 معلوم تھا اس کی ماں کچھ نہیں بول سکتی۔
 سب نے چونک کر اسے دیکھا۔ خود حسن بھی
 قورے غصہ۔
 "تم سب میں مت بولو۔" آج چاہے پر ہم ہوتے۔

بھی نہیں بولتا تو کتنی سکوت انکار دہی تھی۔
 یہ حق نہیں ہے کہ وہیں سے رہا ہے۔ آپ نے میرے
 ساتھ نہ ہوئی کی تو میں کو رت تک چلی جوں کی۔
 "اگر تمہیں کیا مسئلہ ہے و سیم سے؟" غفرون بچا
 جھپٹا لے لکی ہی جھپٹا ہٹ غصہ کے چرے پہ بھی
 تھی۔
 "اگر وہ سیم اتنا ہی اچھا ہے تو غفرون بچا آپ نہ لایا
 سارے بلتی کا رشتہ اس کے ساتھ کیوں نہیں
 کر دیتے؟"
 بہت دنوں بعد پورے گھر نے پرانی عمل دیکھی
 تھی۔
 "شک ہے؟"
 "میں انکار کر چکی ہوں اگر آپ لوگوں کو مزید اپنی
 بے عزتی کو لے کر کاٹنے ہے تو میں ظلم کے موقع پہ
 اس سے بھی زوردار انکار کر دوں گی۔"
 "اگرے فکر کرو کہ ہم تمہیں ہوتا رہے ہیں۔"
 بہت دیر سے خاموش تھیں تلی صاحبہ ضبط نہ
 کیا تھی۔ "جو لڑکی ایک دولت گھر سے باہر نکلی ہو
 اسے کوئی نہیں قبول کرتا، ہم ہونہ بایں تو کون قبول
 کرے گا نہیں۔"
 "میں! حسن جیسے بھڑک کر بولا تھا۔ "میں قبول
 کروں گا محل کو۔" وہ سیم سے شادی نہیں کرنا چاہتی
 میں اپنا نام مسرت چنی کے سامنے رکھ رہا ہوں اور چنی
 میں آپ کے جواب کا خطرہ ہوں گا۔"
 "ہرگز نہیں۔" غصہ چھٹ بڑس۔ "میں اس لڑکی
 کو کبھی قبول نہیں کروں گی جو کسی کے ساتھ بھاگ لگی
 تھی۔"
 "کی! وہ اندر سے چننا تھا۔
 اس سے مزید سنا نہیں گیا وہ کرسی و سٹیل کر بھاگتی
 ہوئی ڈانٹک ہل سے نکل گئی۔
 * * *
 پریگنڈ فرھن کا بنگلہ جس کے نیویں پہ بوکس
 دلیا کی بیلوں کا راج تھا آج بھی اسے وہی لائیں اور

لیٹ بل بل مٹی مٹی، جس پر کھڑی تھی، اس کا ایک اور
 شے سے ملتی جلتی جالی مٹی اس کا ایک اور
 سکن میں کھڑی تھی۔ جس سے اس نے انہیں مانتے
 نہیں لیا تھا کہ لگ رہا تھا کہ اس کا بہت کچھ سمجھ
 میں کو کیا ہے؟ وہ کیا کیا کرتی؟
 پرانے بنگلے کی دیوار کے ساتھ نصب بیچ بھر
 سی گئی۔

"اگر ابراہیم کی بیٹی فرشتے پر ایمان ہے"
 اس کا مدعا اسی دو سببوں پر مبنی ہو گیا تھا کہ آگے
 بڑھتا تھا۔
 "وہ نہیں دیکھ کر وہ یہ کہتا ہے۔" تنہا بیٹی کی گواہی ملتی۔
 "اس لڑکی سے کچھ عجیب نہیں۔" آج بھر میرے
 آفس آگئی تھی۔
 "بچہ آئی تھی اس کا وہی جیت نہ کہ کہ یہ ار
 پور کا علاقہ بھر کا مطلب تھا وہ پہلے بھی لکھ رہی تھی
 اتنی تھی۔ وہ سب اس کو کہتے تھے کہ لکھ رہی تھی اس
 سے خائف بھی تھے۔ تو کیا وہ واقعی ابراہیم کی بیٹی
 تھی؟"

نہیں! اس نے تنہا سے بڑھ کر "اگر ابراہیم کی
 سہولت ایک بیٹی سے لودہ ہے، تو ابراہیم۔ میری
 مائی میں نہیں ہے۔ میں نہیں مانتی۔"
 وہ لودہ سے لٹی میں سہارا دیتی تھی اسے لگ رہا
 تھا کہ اس کے دل کی دھڑکن چھٹ جائے گی۔ غصہ تھا
 کہ اندر ہی اندر اٹھ رہا تھا۔
 "کیا واقعی یہ لڑکی بیٹی ہے؟ اس کی مائی کون ہے؟
 میری مائی؟ نہیں۔ مگر جسے کون بتائے گا؟ آقا جان
 اور نئی تو بھی نہیں۔ اللہ کو تو شاید پتا بھی نہ ہو ابھر
 کس سے پوچھوں؟"
 وہ چکر لڑ رہی تھی اور سر دھول ہاتھوں میں کر رہا۔ مگر
 اگلے ہی لمحے جیسے جھلکے سے سر اٹھا۔
 "ہاں! " گور ہر اس نے کچھ نہیں سوچا اور گریٹ
 کی طرف لپکی۔

صاحب دہریں؟ غصہ اندازہ بنا ہے۔

"جی" آپ مل رہے ہیں۔ چوکیہ اور قورہ مساجد سے
 ہر دو قدر کی طرف دوڑی۔ شہر طرغ کا لاؤنگ ہالی
 تھا۔ وہ لودہ اور دیکھتی آگے بڑھی مگر جس کے کھلے
 دروازے کو، کچھ کر رہی۔ کچھ۔ کچھ۔ کچھ۔ کچھ۔ کچھ۔
 ہر مل گور کا بنگلہ صاف گھرائیں ملتی رہا تھا۔
 بچوں کا اسٹینڈ سائے کی خلد اس نے ایک طرف ایک
 بیٹی چھری نکالی اور آئین میں چہرہ کیا رہ گئی۔

"ہاں! " گور نے کھلے کھڑے گردن پر کر کے اس
 نے پکارا کہ گور کو کچھ کر لوٹ آئی اس کا لودہ اور تھا
 تو اسے بار تھا۔ وہ تیز تیز بیڑیاں چڑھے گئی۔ سیلو
 مارنے کی۔ کتنی بیڑیاں گولائی میں اور جاری تھیں۔
 وہ بدلتی سیل۔ رکی کہ لودہ اور تھا۔ گور تیسری سیل
 کی بیڑیوں کی طرف ہٹ گئی۔ دلچسپ سائے
 دے کر سے اس کی گواہی تھی۔
 "بھیس؟ " لودہ سے خفا۔ ملازمہ کو گواہ دے
 رہا تھا۔

وہ دکر اس کرب کے دروازے تک آئی۔
 "دروان کھولیں!" اس نے دروازہ لودہ سے بھلیا
 اور پھر دروازہ کھول دیا۔
 "کلیں!" لودہ نے جہاں ماسو کر دودہ کو
 لے کر کچھ لودہ کی طرف چلا گیا۔
 "میں نہیں ہوتی؟"
 "مجھے آپ۔ کچھ پچھا ہے۔" چیک بنایے
 "کے آؤ۔ مجھ سے براہ کرم نہیں۔"
 وہ اسے بار بار لودہ میں داخل نہیں لے کر بیٹھ گئی
 ہوئی۔
 "کیا ہر اسے شغل؟"
 "میں بات کر رہی ہوں۔"

"اگر ابراہیم اور آقا" وہ اسے راستہ دیتے ہوئے پیچھے
 ہوا۔ ایک لڑکھو۔ کرے کو اسے بازوؤں والی شرٹ
 پہنے ہاتھ میں تکیہ پکڑے وہ غلط! ابھی نماز کا وقت تھا
 لستے پیچھے تھے ہال سے پانی کے قطرے ٹپک
 رہے تھے۔
 "وہ دو قدم اندر آئی یوں کہ لب دروازے کی

چوکیہ میں کھڑی تھی۔
 "آپ فرشتے کون ہیں؟"
 "ہاں نہیں۔"
 "فرشتے کس کی بیٹی ہے؟ اس کا لب کون ہے؟"
 "آپ؟" وہ لودہ اس کا لب اس نے تم سے کچھ کہا
 ہے۔
 "میں نے پوچھا ہے۔ فرشتے کس کی بیٹی ہے؟"
 "ہاں! " لودہ کی خدمت سے آگے بڑھ کر دیکھ کے
 ساتھ بیٹھا چلا گیا۔

وہ درخت تھ کی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کا پورا
 جسم کاٹھ لگا تھا۔ جین ہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب اس
 نے کیا ہے۔ غور کیا اس نے کیا لودہ تھا۔
 وہ بھٹی بھٹی آنکھوں سے اس کو دیکھتی قدم قدم پہنچے
 گئی اور پھر ایک دم تڑی اور جڑی سے بیڑیاں
 پھلا لٹی تھی۔ پوری قوت سے لادہ کا دروازہ کھول کر
 باہر نکلی گئی۔
 چوکیدار گھسٹ نہیں تھا کہ کھلے تھا۔ پورا نہ
 تھی۔ تیز لڑائی تھی مسجد میں داخل ہوئی تھی۔
 "فرشتہ۔ فرشتے کا حرم ہیں؟" پہلی مائیں کے
 درمیان پوچھتی ہوئی اور گور۔ ہوشیار رہی تھی۔
 "فرشتے اپنی مائیں ہیں۔ ہوں لی؟"

اس نے پوری بات نہیں سنی اور دبا دہری میں
 دوڑتی تھی۔
 لادہ دہری کے اسی کونے میں کرسی ڈالے وہ دونوں
 ہاتھوں سے چو چھائے بیٹھی تھی۔ وہ بدحواس کی
 بھائی ہوئی اس کے سامنے چار کی۔
 آہٹ۔ فرشتے نے چہرے سے ہاتھ ہٹائے اسے
 دیکھ کر اس کی نگاہیں جھک گئیں۔
 "میں جانتی ہوں تم بھٹ ہوئی ہو۔" ایک مہری
 سانس لے کر وہ اپنی دہریں گنے گئی تھی "گور میں ہی
 اور سے جھپٹے۔ کپٹے نہیں پتا۔" کتنے کتنے فرشتے نے
 نگاہیں اٹھائیں۔ لودہ پچھلے الفاظ اس کے لبوں پہ دم
 ڈڑ گئے۔
 عمل کے چہرے ہوا میں لڑی تھیں۔

ہوئے دیکھا اور پھر اپنی جگہ سے مگر نہیں اسے چھری
 ہوئے دیکھا اور پھر اپنی جگہ سے مگر نہیں اسے چھری
 ہوئے دیکھا اور پھر اپنی جگہ سے مگر نہیں اسے چھری

”عمل لیاہو؟“ فرشتے نے اس کی گھڑی ہوتی۔
 ”فرشتے، فرشتے، وہ ہاں۔“ لاہور کے کو
 ”کیا ہوا ہاں کو؟“ ”جائو“ عمل نے کہا۔
 ”عمل کو وہ فرشتوں نے تمام کر پھیل
 ”وہ ہاں۔“ ہاں میں سرگرم۔
 ”عمل کے شانہ میں اس کی گرفت و جیل پڑی۔
 اس کا ہاتھ اس کی گھڑی سے لے گیا۔
 ”کیا کہہ رہی ہو؟“
 ”میں نے جان۔ جان بوجھ کر نہیں۔ ہاں کو وہ
 اسے چھری لگ گئی۔ میں نے فکری سے اسے
 ”کیا کہہ رہی ہو؟“ فرشتے نے تیزی سے پت
 ”اے گھر۔“ ”یہ وہ میں۔“
 ”فرشتے نے اٹھا لفظ نہیں سنا اور تیزی سے باہر کی
 طرف بھاگی تھی۔ وہ کس بھی جانی تو ہمیشہ اس کا ہاتھ
 پکڑ کر اسے ساتھ لے کر جاتی تھی۔ آج اس نے اس
 کا ہاتھ نہیں تھا تھا۔ آج وہ اکیلی بھاگی تھی۔
 اسے خود بھی کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اس وہ
 بھی فرشتے کے پیچھے بھاگی تھی۔
 ”ہاں۔ ہاں۔ ہاں۔“ وہ عمل کے آگے بھاگی ہوئی
 ہاں کے لاؤنگ روم میں داخل ہوئی تھی اور اسے تو اس میں
 دیکھ بیڑیاں چڑھ رہی تھیں۔
 ”ہاں؟“
 وہ آگے جھپکے گلی بیڑیوں کے دہانے پر رکھی
 تھیں۔ ہاں گھر کے بیڑی دیوار کے ساتھ لگا زمین
 پر جھٹکا خون گود چھری اس کے ایک طرف رکھی
 تھی۔
 ”ہاں! اتم ٹھیک ہو۔“ وہ پریشانی سے گھنٹوں کے
 بل اس کے سامنے بیٹھی۔ اس نے جیسے چوک کر
 آنکھیں کھولیں۔
 ”تم کو صبح۔“ ”اے سامنے گھنٹوں کے بل بیٹھی
 فرشتے سے ہوتی ہوئی اس کی نظر اس نے جیسے گھڑی

”عمل نے ہار کی۔“
 ”مجھے عمل نے ہار کیا۔“
 ”فرشتے نے پھاڑا اور اس نے وقت لڑکی کو بھی لے
 ”جائو۔“
 ”گھر۔ ہاں۔“
 ”میں نے اس کو کل کر گیا ہے۔ پولیس پہنچنے والی
 ہے۔ تم دونوں کی اوپر سے ہوئی ٹھیک۔ میں نے جائو۔“
 ”میں نے شدت سے بوقت بول رہا تھا۔
 ”فرشتے نے تذبذب سے گردن موڑ کر
 عمل کو دیکھا تو سفید کا چہرہ لے کر گھڑی تھی۔ اس
 کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ وہ اس وقت کیا کرے۔
 ”میں نے کہا۔“ ”جائو۔“ وہ گھٹی گھٹی تو اس میں پھلا
 تھا۔
 ”عمل۔“ ”وہ گھر اگر گھڑی ہوتی۔“
 ”کس۔“ میں نہیں جانتی۔ بے شک مجھے
 پولیس پکڑ لے گئیں۔“
 ”عمل جائو۔“ وہ زور سے جیٹا تھا۔
 ”جائو عمل۔“ فرشتے نے جیسے قید کر کے اس کا
 ہاتھ پکڑا اور بیڑیاں اتار لے گئی۔
 ”ہاں۔“ اس نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔ کئی اہم
 سوری۔ آئی اے۔“ ”فرشتے اس سے آگے نہیں
 کا ہاتھ چھپتی ہوئی بیڑیاں اتار رہی تھی۔ گھر کی
 طرح گردن موڑ کر ہاں کو دیکھتی۔ وہ اسی کے
 چارہ تھی۔
 ”جس کے کا۔“ ”اس میں سے جھپکے دروازے وہ اب
 بیڑیوں کے درمیان میں تھیں۔ ہاں سے اسے
 ہاں کو لڑکی نظر نہیں آتا تھا۔ اس کی آنکھوں
 سے ابل رہے تھے۔ فرشتے اس کا ہاتھ بھیج کر اسے باہر
 لے گئی تھی۔
 ”میں یوں گھس رہی تھی کہ عمل؟ مجھے بتاؤ کہ کیا
 ہوا تھا؟“ ”مجھ کے گھر پر فرشتے نے پوچھا تو اس نے
 اپنا ہاتھ نڈر سے چھڑایا۔
 ”عمل لیاہو اس سے۔“ ”ابھی وہ میری لور
 تمہاری موجودگی ٹھیک نہیں ہے۔“

”وہ اوپر میرا ہے اور آپ۔“ اس کی آنکھوں
 سے غارتہ آنسو گر رہے تھے۔
 ”وہ ابھی اسے ہسپتال لے جائیں گے۔ زخمیت
 زیادہ نہیں تھا۔ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔“ ”فرشتے۔“ کیوں ہمارا
 اسے؟“
 ”میں بھلا یوں دیکھوں کہ مار سکتی ہوں۔ میں کر سکتی
 ہوں ایسا؟“ وہ ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی
 تھی۔ فرشتے بری طرح سے چوکی تھی۔ عمل کے
 چہرے پر چھایا ترن لعل گورہ آنسو۔ وہ عام آدمی تو
 نہ تھے۔ میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔“ ”کئی
 سوئچ۔“
 ”آج کل تو آرم ہے بہت ترستے ہیں۔“ اس
 نے خود کو سنبھل کر کہنا چاہا۔ ”میں نے تو تیار ہی نہ
 تھی۔“
 ”آنسو اس سے بھی کی کھاتا تھا۔ میرا قصور نہیں تھا۔“
 ”وہ ابھی ہسپتال گھس کر گھڑی روئے جلی جارہی تھی۔“ وہ
 ٹھیک تو ہو جائے فرشتے؟“
 ”سارا۔“ ”فرشتے نے شاید اس کی بات نہیں سنی
 تھی۔ اس نے گھر میں اس کی آنکھوں سے کرتے آنسو
 دیکھ رہی تھی۔ وہ ابھی عام آنسو نہ تھے۔
 ”میں گھر جارہی ہوں۔“ ”ہیز۔“ آپ مجھے دیکھوں کے
 بارے میں بتائیے۔“
 ”عمل۔“ اس نے غائب دماغی سے سر ہلایا۔
 ”عمل اب درختوں کی بازو کے ساتھ دوڑتی ہوئی دور
 جارہی تھی۔ وہ جیسے بڑھ چلی تھی۔ گھر سے لگی ایک
 لکھا سوچے گئی۔
 ہاں نا آنسو بہت حاصل تھے۔
 ہسپتال کا ناٹک سے چلنا کارڈور خاموشی پر تھا۔
 کارڈور کے انتظام سے ہاتھ پکڑے بیٹھی تھی۔
 عمل جو دوڑتی ہوئی اوپر آ رہی تھی اسے پیٹھ پر کچھ کر
 لے بھر کر چھری کی پھر بھاگی ہوئی اس کے قریب آئی۔
 ”فرشتے فرشتے۔“
 فرشتے نے ہاتھوں میں گرا سر اٹھایا۔ ”کیا ہے؟“

”عمل اس کے سامنے بیٹھا۔ اس کی گھڑی ہوتی۔
 اس کے گھنٹوں پر نہ تھے۔
 ”میں اس سے مل سکتی ہوں؟“
 ”ابھی وہ اس میں نہیں ہے۔“
 ”کیوں؟“ ”وہ تڑپ کر بیٹھی تھی وہ فرشتہ تھا اور
 جیسے فرشتے نے اسے اٹھاس دی تھی۔ وہ بھاگی ہوئی
 تھی۔“
 ”وہ اکثر نے خود اسے سلا رکھا ہے۔ وہ ٹھیک
 ہو جائے گا۔ عمل اتم پریشان نہ ہو۔“
 ”میں کیسے پریشان نہ ہوں؟ میں نے اس کو چھری
 مار دی ہے۔“
 ”کیا کیا ہوا تھا؟ عمل؟ تم نے کیوں کیا ایسے؟“
 ”میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔ میں اس سے
 پوچھنے کی تھی کہ۔“ ”وہ لب بلب کر رہی تھی۔
 کئی جگہ تھی۔ فرشتے اسی گھٹے گھٹے انداز میں اسے
 دیکھ رہی تھی۔
 ”تم مجھ سے پوچھ لیتیں عمل اس کو۔“ ”خیر۔“
 کوئی بات نہیں۔
 ”چند لمبے پوچھ کر میں سرگرم ہو۔ اسی طرح فرشتے کے
 سامنے فرش پر دو ڈھونڈی تھی۔ اس کے ہاتھ ابھی
 تک فرشتے کے گھنٹوں پر تھمت رہے۔ اس نے
 خاموشی کو چھوڑ دیا۔
 ”آپ نے کہا آپ اب لیاہو؟“ ”کیا ہیں؟“
 ”ہاں۔ میں آقا لیاہو کی بیٹی ہوں۔“
 ”میرے لیاہو۔“ ”اس کا کارڈور کیا۔“
 ”میں اس کی گھڑی گھس رہی ہے؟“ ”سوائے
 تمہارے تمہارے سب ہوں کو طم ہے۔ تمہاری ہی
 کو بھی۔“
 ”اس کی کو بھی؟“ ”اسے جھٹکا تھا۔“
 ”آؤ آؤ وہ شہر ہے۔“



حساب ترک تعلق تمام میں نے کیا
 شروع اس نے کیا، انتقام میں نے کیا
 مجھے بھی ترک محبت پر حیرتیں ہی رہیں
 جو کام میرا نہیں تھا وہ کام میں نے کیا
 بہت دینوں میں مرے گھر کی نامشی ٹوٹی
 خود اپنے آپ سے اک دن کلام میں نے کیا
 اس ایک ہجر نے بلوادی وصال سے بھی
 کہ تو گیا تو غبت کو عام میں نے کیا
 مزاج غم نے ہر طور مشغلے ڈھونڈے
 کہ دل دکھا تو کوئی کام وام میں نے کیا
 معوذ عثمانی

کسی کا یوں تو ہوا کون عمر جس پر بھی
 یہ حسن و عشق تو دھوکا ہے سب پر بھی
 ہزار بار دہراؤ دھوکا ہے گزرا ہے
 تھی نئی سی ہے کچھ تیری رہنمائی
 شب و فراق سے آگے ہے آج میری نظر
 کہ کٹ ہی چلے گی یہ شام بے سحر بھی
 پلٹ رہے ہیں غریب الوطن پلٹنا تھا
 وہ کوچہ روکش جنت ہو گھر بے گھر بھی
 خراب ہو کے بھی سوچا کیسے ترسے آج
 یہی کہ تیری نظر ہے تری نظر پھر بھی
 غم فراق کے کشتوں کا حشر کیا ہوگا
 یہ شام بھر تو ہو چلے گی حشر پھر بھی
 فراق کو رکھو دی

مجھے رونا نہیں آواز بھی بھاری نہیں کرنی
 محنت کی کہانی میں ادا کاوی نہیں کرنی
 ہمارا دل ذرا اکتا گیا تھا گھر میں رہ رہ کر
 یوں ہی بازار آئے ہیں خریداری نہیں کرنی
 تحقق اے محنت، ہجر ہتھ پلا علاوہ ہے
 تجھے اس راستے پر تیز رفتاری نہیں کرنی
 ہوا کے خوف سے لپٹا ہوا ہوں خشک نہیں ہے
 کہیں جانا نہیں جانے کی تیاری نہیں کرنی
 غزل کو کم نگاہوں کی پہنچ سے دور رکھا ہوں
 مجھے بھر دماغوں میں شجر گاردی نہیں کرنی
 نصیحت کی جتنی بھی کہیں نے صبر کے بارے میں
 یہ میرا گھر ہے اس کی چادر دیواری نہیں کرنی
 افضل خان

کھیل، کھلاڑی

عجب طرز تماشا ہے
 دنیا کھیل تماشا ہے
 اس کھیل تماشا میں
 ہم، تم حصہ
 اپنے بڑے جو آئے تھے
 اس کھیل تماشا کا
 وہ بھی حصہ
 لیکن کھیل تماشا کو
 وہ نہ سمجھے
 آؤ! ہم تم کھیل سمجھ کے
 ایسا کھیلیں
 کہ کھیل کھاتے والے دہ پردہ کو
 ہمیشہ کے لیے کر دیں قصہ
 لطیف افس

قبولیت پیدا کر دیا

ایک سوال مانت جواب

تم دیر سے کون آئے ہو؟
 "لیٹ ۹"
 "میرا میں دیریں منزل کی کھڑکی سے گر گیا تھا۔"
 "جوڑت مت بلو، وہاں منزل کی گرنے تک میں منزل نہیں گئے۔"
 "تم دیر سے کون آئے ہو؟"
 "میرا میری تالی کا استعمال ہو گیا تھا۔"
 "ایچا آئندہ خیال رکھا۔ دوبارہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔"
 "تم دیر سے کون آئے ہو؟"
 "میرا میں نہیں مل رہی تھی۔"
 "اسی لیے کہتا ہوں کہ دستر ہلانے کے لیے رات ہی سے تیار رہنا چاہیے۔"
 "تم دیر سے کون آئے ہو؟"
 "میرا میں برہنہ ہوں سے چھپ گیا تھا۔"
 "اس قسم کے واقعات کام دستری عادات کے بعد کیا کرو؟"
 "تم دیر سے کون آئے ہو؟"
 "میرا میں ماس سے چٹکا مارا جانے کی ترکیبیں سوچ رہا تھا۔"
 "تم مجھے رنج و غصہ دینا چاہتے ہو؟"
 "تم دیر سے کون آئے ہو؟"
 "میرا آج میری منگی تھی۔"
 "دسترسے ہر بھوکے دانے حادثات کی کہنی فٹہ دار نہیں۔"
 "تم دیر سے کون آئے ہو؟"
 "میرا میں بے ہوش ہو گیا تھا۔"
 "اسی لیے کہتا ہوں کہ شہر میں ہر گز نہ چلے۔"
 "تم دیر سے کون آئے ہو؟"
 "میرا میں بے ہوش ہو گیا تھا۔"
 "ایک لمحے کے لیے۔"

بارج برناؤ شام نے غلطی سے مانی، مانی میں

علم اپنی سبک سی تعلیم کی کمی کے باوجود اسے اپنے دل کا غیم نہیں دیکھ سیم کیا گیا ہے اور اسے زندگی میں وہ اعزاز ملا جو اسے جو ایک لامبہ ہے۔
 بے مبالغہ و اعزاز ہر سب سے بھی اس نے ادب میں قبول انعام پایا ہے۔ یہ انعام سات ہزار پونڈ کی رقم پر مشتمل تھا لیکن ہزاروں شاہ نے محسوس کیا کہ یہ رقم اپنے سے انکار کر دے۔
 انکار اس بات پر ماضی کی کیا کا وہ قصہ ایک لمحے کے لیے۔ رقم وصول کر کے اور دو سرے نے "اینگلو سونڈی" اولی اکاؤنٹ نامی عداوت کے لیے وقف کر دے۔
 دھنچرہ بردی۔ میاں چنوں توں شہر

دُنیا

۱۔ دین واحد ستارہ ہے جس کا نام قدیم و دیر ماں کے کسی دیوتا پر نہیں۔
 ۲۔ تمام برہمنوں کے نام انگریزی کے جس حرف سے شروع ہوئے ہیں۔ اس پر ہم ہوسے ہیں۔
 ۳۔ دین نام کا شہر ہر برہمن میں سے ہے۔
 ۴۔ دنیا کی بادھی، بادی اس کی صورت۔ پانچ چھتر دوست کی مانت ہے۔
 ۵۔ دنیا میں ساگر کو دیکھ کر انہیں ہی میں نے آدھے آدھے ہو کر دیکھ کر اسے کسی غریب کا نہیں کیا۔
 ۶۔ چھٹی دنیا کو تسلیم کرنے کا سوچا ہے لیکن خود کو بہ لینے کا نہیں۔
 ۷۔ نادرہ الفضل ملک۔ عزلی پارک لاہور



حالیہ حالات



سیدہ حسرت نے سزا
 طاہر باں کے گرجے سے ترا سکا کہ ہے
 شوقی برہار کا لہو لہے پڑے۔ بنا
 کوئی بیٹھ بول سزا ہو کہ جوں اسے
 کر انہیں آسانی نہیں چاہتے مگر میں سنا
 سو سارانی
 قلبیں کو جو محنت اجاساں دیکھ میں
 میں جانے کہ تو ایک ہی قصور ہے بہت
 بھٹا رہا ہوں تو میں سوچتی رہی
 تو میںوں کی اپنی بھی تاخیر سے بہت
 لیاقت یونانی
 کوئی صبر اس عشق کا، جہاں دل تپکے دلی ہر تھا
 جہاں دلوں کو کر پشیم جا۔ کوئی سوال جواب کہ
 شائستہ کمر
 مسلمان وفادار نہیں، یہاں ناخسب کہ پوچھا
 عاشق تو کسی کا نام ہیں، یہ عشق کسی کی ذات ہیں
 گرباری عشق کی بادی ہے ہر جا ہولکا دودھ کھا
 گریخت گئے تو کیا کہا مارے گی تو بانی مات نہیں
 نوشی اتھال نوشی
 وہ تجھ کو بھولے ہیں تو تجھ پہ بھی لا رہا ہے
 ننگ ڈال، آگ لگا، نام نہانے یاد نہ کر
 صبا سلیم
 کھلا کر ہمیں اکشر کہتی ہیں لگا جان ہاں
 تمہارے رابٹ سے رہتی وجود میں ہے
 منور ناہنیں
 اپنی اپنی مٹی سے کر لیں عداوتیں کو دے
 جسے صرف جہاد ہی اس عشق کی دھڑکن لگاتا
 اتحاد، تقدیر میں اس کی یا قدرت کا لیں
 گرا جاں پر بات کا، بھی قصوری دودھ لگاتا

سیدہ حسرت نے سزا
 اسے نہ جیت سکے گا زمانہ اب
 جو کائنات میرے دیر پر پردی ہم نے
 کی کلی میں جبریلوں سے ملتی ہے
 کہ پت جھروں میں ہلکے ہار دی ہم نے
 صابر سلیم
 اندھیرے ٹٹک جی سکتے ہیں
 تیرے دل میں مگر وہ شعور نہیں
 داکٹر کا ڈھیر ہے وہ دل ناظر
 جس کی دھڑکن صبر سے تیر نہیں
 دیبا سہیل
 بھونکوں کے میں خیلے کی بات مت کر
 تو اس دہلے میں، اس ریل کی بات مت کر
 قبولیت کا ہے کون مایل، کسے خیر
 تو مداف میں بھی چور بھٹنے کی بات مت کر
 نرملہ انور
 وہی کہ تم تیری قربت میں بھول بیٹھے تھے
 وہ لوگ تیری مدائی کے بعد یاد آئے
 ہم اتنے بھی گئے گز رہے ہیں تھے فراد
 کہ تجھ کو مادی عدلی کے بعد یاد آئے
 شبنم ششاد
 میں تیکے پر ستارے بود ہا ہوں
 حم دی ہے اکبلا وود ہا ہوں
 کیسے جانے کی خواہش ہے کہ راجہ
 میں رفتہ رفتہ خود کو کھو رہا ہوں

شعیب مددوی رحمانی
 میں نے تہاب کی کمر لڑے ہو یا تھا ہے
 دھوپ اٹھتے ہوئے پھر تلے ہو یا تھا ہے



خواتین کو کٹھیم کی سالیقہ مناجات کھانا

”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز
”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز

”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز
”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز

سیدہ نین قاطعہ سے ملاقات

شاہین رشید

”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز
”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز

”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز
”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز

”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز
”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز

”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز
”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز

”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز
”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز

”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز
”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز

”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز
”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز

”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز
”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز

”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز
”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز

”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز
”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز



”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز
”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز

”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز
”میں نے کبھی نہ سوچا تھا کہ میں ایک روز

نے ملی مرتبہ مارٹن بکھیرا۔
 "ہو گا اور کلاں میں بھی"

"سب زبانوں پر ملنا تھا اور ہاتھ میں ہال "تی" کی
 نئی نیو نیس نئی بہت آئیں۔ روزانہ جو تاسپ ساتھ
 ساتھ پلٹا تھا بھی ٹانگ جیل مو کے کی کو شش کی تو
 ٹانگ کی ہڈی توڑ دی، کبھی کبھی ہال ٹک گئی تو کبھی
 کبھی ٹانگ میری پید و ہند کلم نئی میرے ہڈیوں
 سے بھی مجھے بہت سپورٹ کیا۔ گھر والوں سے تو کیا
 ہی مجھے یاد ہے کہ جب ہاتھ نیچے ہوتے تھے تو میں وہاں
 پڑنے کے ہمارے چلی جاتی تھی۔ بیاں سوجاتے تھے تو اسی
 سے کبھی کہ بھائی بھائی منگوا رہا ہے۔ بس پھر ہال لے کر
 نچا جاتی تھی اور وہیں بیٹھ جاتی تھی اور ایسی شخصیتیں

بنائی تھی کہ وہ مجھے کھلانے پر مجبور ہو جاتے تھے اور
 جب میں کسی ایسی شخصیت مارتی تو پھر انہوں نے مجھے چانس
 دیا شروع کر دیا اور آج جب میں گھر سے باہر نکلتی ہوں
 تو سارے مجھے سیلون کرتے ہیں۔ یہ لٹو (گھر) مثل
 (محسوس) کرتے ہیں۔ مجھے دیکھ کر دیتے ہیں اور جب
 سے ہم نے فی 20 میں ٹھہری مائل کی ہے
 عزت بہت رکھتی ہے۔"

"کتنے عرصہ ہو گیا کھاتے ہوئے اور اس کی پیش کش
 عرصہ رہی؟"

"2006ء میں 'میں نے اپنا Debut
 کیا انڈیا کے خلاف اور ایک کچھ میں نے انڈیا کے
 خلاف کھلیا تھا اس میں 'میں ٹنٹ آؤٹ دی تھی'
 27 روز تھے میرے 'وائس کپٹن میں باج سٹی'
 2009ء سے 14 اگست 2010ء تک رہی۔
 "یوں بنایا یہ تھا اور کیا آپ لڑکیوں کے گرم میں
 بھی سیاست ہے؟"

"میں سیاست کی نہیں اور مجھ کیوں بننا
 کیا اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتی" "میں سب کی اپنی
 سوچ ہوتی ہے۔ شاید وہ چار دسہ تھے کہ جو یہ
 کھل بیوں کو بھی چانس دیا جائے اور یہ سیاست کی
 بات کر رہی ہیں تو اس میں بہت فرق ہے کہ کوئی سب

پچھلے فارم کر رہا ہوں ہے تو پھر اس کو آگے لایا گیا ہے
 اور جب میں وائس کپٹن بنی تو میں اس طرح کی تھی اور
 بہت اچھا کھیل رہی تھی پھر زب دوسری لڑکیوں
 آئیں تو ان کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کو چانس دینا
 بھی ضروری تھا، ہندی ٹیم میں کئی سیاست نہیں
 ہے۔ سب کچھ میرٹ کی بنیاد پر ہی اور ہاں اور میڈم
 بشری استوار (استوار) حسن کی بیگم کی غیر مگرانی ٹیم
 کے کی طرف رجوع رہی ہے۔"

"کتنے انٹرنیشنل میچز کھیلے اور انڈیا کے خلاف
 کتنے میچ کھیلے ہیں اور انڈیا کے خلاف کیا تو کھیل ہوتا
 تھا؟"

"انٹرنیشنل تو 29 میچ کھیلے ہیں اور انڈیا کے
 خلاف 4 میچ کھیلے ہیں اور انڈیا 'اسٹیل ٹاکوٹی' بھی
 تھے جو ٹولوں اسکوٹس ہر اسٹیل جو دیا کوئی بھی کچھ ہو
 پاکستان 'انڈیا کے لیے اسائنمنٹ ہی کچھ اور ہوتے
 ہیں۔ حالانکہ ہمیں بتا ہے کہ ال کی ٹیم بہت انڈیا
 ہے کئی سالوں سے وہ کھیل رہی ہے مگر ہم بھی ان
 کے ساتھ بہت انڈیا ہو کے جاتے ہیں۔ ہمیں
 ایک سپر ویزاب منا شروع ہوا ہے پہلے کبھی تسلیم
 ہم بھی پورے جوش و ہول سے کے ساتھ کھیلے ہیں۔
 روٹ ٹو دی آگے جو کھیل کو متاثر ہو۔"

"نرینگ کتنے کتنے ہوتی ہے اور کیا ایمین ہی
 نرینگ کو داتی ہیں؟"

"نرینگ میں ہم عام طور پر پانچ کتنے نرینگ لیتے
 ہیں 'اسٹیل میں چاروں اور ایک بل کچھ لیتے ہیں۔ اور
 خواہمیں 'نرینگ میں کر وائس بلک ہارے کو کچھ ظہیر
 دیاس (کرکٹ) کے چھوٹے بھائی صغیر عباس ہیں اور وہ
 'وایس' بھی نرینگ کرتے ہیں اور گراچی میں جتنی
 بھی کرکٹ ہے مین ہی کی وجہ سے پل رہی ہے اور
 اسوں نے لاسن ونگ کو بھی بہت سپورٹ کیا ہے۔
 پاکستان کی بڑا کھیل ہوا چار ولسن دے رہی ہیں وہیں ہی
 کی وجہ سے ہے۔"

"کبھی احساس ہوا کہ میں لڑی ہوں اور یہ کھیل

میں 'اسٹیل' کچھ کہ نہیں تے کھیل رہی ہوں؟
 "میں اللہ کا شکر کہ کبھی لایا احساس نہیں
 ہوا۔ تو 1۔ میں ٹوٹے سے میں لڑی ہاں نہیں۔ آ۔
 با۔ کے ٹولوں میں، کبھی تو وہاں کی ٹولہ۔ اور
 واقعی طور پر بہت زیادہ اسٹریٹج ہوئی ہیں اور ان کی
 ٹیم ٹیک ہی اس انداز کی ہوئی ہے کہ وہ فرقہ شخص
 نہیں کرتے لے کے اور لڑکیوں میں۔ اور یہ۔
 اب انداز یہ ہی تھے۔ سو دلی ہے کہ لوگ کے اور کئی کی
 صلاحیتوں میں وہی لڑی کیں۔ کچھ کہ اللہ تعالیٰ
 ہے ہر اسٹیل کو ایڈجسٹ کیا۔ آ۔ تا جب اسٹیل اسٹیل نا
 کھڑے رہا۔ ٹولہ کو باہر راکٹ آئیہ کبھی
 کہ لڑکیوں نے ہڈیوں کا کھڑے ہیں اور کامیاب بھی
 ہوں ہیں اور مجھے بھی کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ

میں ایک لڑکی ہوں اور کمزور ہوں اور کھیل میرے بس
 تو نہیں ہے۔ دس ملی ہو گئے ہیں مجھے اس فیلڈ میں
 اور میں 'میں ہی کمزور نہیں چنی اور میری پیشہ سے
 وائس رہی کہ میں 'ٹول ملٹل' 'نریں اور میری یہ
 حواش پوری بھی ہوتی ہے۔"

"P تک کتنے میچز کھیل چکی ہو اور کتنے ہارے
 جیتے اور انڈیا کے ساتھ کبھی جیت ہوئی؟ اور آپ کھیل
 چھٹا ہے کہ آپ کے کئی بھی بڑا رامت دیکھائے
 چائیں؟"

"میں نے 29 میچز میں سے 14 کچھ
 جیتے ہیں۔ انڈیا کے خلاف بھی کئی کچھ سب جیتا
 مگر خواہش بہت سے ابھی کر شتہ دونوں ہم نے وائسین
 تیز میں گولڈ میڈل جیتا تھا اور جہاں تک
 اور رامت دیکھنے کی خواہش ہے تو ہمارا بھی دل چاہتا ہے
 کہ ہمارے کچھ لایہ دیکھائے جائیں۔ ہمیں دکھ ہوتا
 ہے کہ جتنی محنت لڑتے کرتے ہیں اتنی ہی محنت ہم
 بھی کرتے ہیں مگر ہمیں وہ پرو چیکشن نہیں ملتی ایگس
 لب جس سے ہم کی جی بی کے انڈیا کے ہیں اور میڈم
 ٹیرس جلیو (جن کا کچھ عرصہ پہلے انتقال ہو چکا ہے)
 جن کے تھوڑے دنوں میں کرکٹ کا ایک نام ہوا تو ان کی



وجہ سے اب ہر۔ مہجور جی ٹی وی (ڈویسٹنک
 مہجور) لائیو کا شروع ہو گئے ہیں۔ جب ہم گولڈ
 میڈل جیت کر آئے تو یہ دیکھنے لگے بھی بہت سپورٹ کیا
 بہت جوش و خروش لائی کی۔ اب ہمیں بھی ہو گئے جاتے تھے
 میں اور بہت عزت ہوئی ہے۔ طوری۔"
 "تقریباً کلین ما انونٹ آئے والا ہے وہ سن
 کرکٹ کا؟"

"جی ان شاء اللہ ہم 18 اپریل کو 'سری لکا'
 جا رہے ہیں جہاں ہم ٹوٹی ونگو (تین سالہ کی
 سیریز) سپر ٹیلیس کے کرکٹرز 'سری لکا اور پاکستان
 اور اس کے بعد ان شاء اللہ بنگلہ دیش جائیں گے اس
 میں دس ٹیمیں ہوں گی اور 2013ء کے ورلڈ
 کپ (جو کہ انڈیا میں ہو گا) اس کے لیے چار بہترین
 ٹیموں کا انتخاب ہو گا۔ مطلب جو کو ایڈجسٹ کریں گی وہ
 پھر ورلڈ کپ کھیلیں گی۔ ان شاء اللہ ہم نے اتنی محنت
 کر لی ہے کہ ہم دوبارہ سے کو ایڈجسٹ کریں اور ورلڈ کپ
 کے لیے۔"

"کبھی آپ کی ٹیم کو پیش کش ہوئی کہ ہار جاتے اور

’خیر! میں۔۔۔ ومن کرمت میں آپ تیار کیا
 ہے۔۔۔ میں۔۔۔ ہاں! لیکن آپ نے بھی کوئی یا نہ کوئی
 میں نے کوئی نئی شکل ہماری عین میں۔۔۔ یہی تو ہم نے ہوئے
 ہیں۔ لیکن جس تیزی سے لب لا میں کر رہے آگے بہت
 رہی ہے اور ہاسپتالیاں حاصل کر رہی ہے تو یہ ہو سکتا ہے
 کہ یہ جو میں لایا یا پھر ہو۔۔۔ مگر شکر ہے کہ ہماری شہادت
 انہی ملک پاسٹس۔۔۔ کسی بھی غیر قانونی نام میں اٹھالو
 نہیں۔۔۔“

’ورننگ کے سلسلے میں آپ ہو گویں کو کوئی پر اہم
 کرتی ہے؟‘

”والدین کے لئے تو بہت سہولت کیا دستے داداؤں نے
تو یہ جتنا اعزاز اس لیا ہوگا کہ یہ گلاب لیا کر رہے ہیں۔
اس کی شادی ہو چکی ہے۔“
”ہاں جی۔ رشتے دار تو اس کھیل کے کافی خلاف
تھے سوہانتے تھے کہ کزمت تو کزکوں کا کھیل ہے وہ
نہتے تھے میرے والدین سے کہ آپ اس کی شادی
کے بارے میں سوچیں۔ اس کو نذر ادا کی سکھائیں۔ مگر
میرے والدین نے اس طرف کوئی توجہ نہیں دی بلکہ
یہی کہا کہ ”میں جو بیٹا ہے تمہاری کرو۔“ تمہیں آزاری
میں نہیں پہنچاؤں۔ اس لئے ہمارے بھروسے کو تمہیں ت
بہ چلا اور کھیل کے ساتھ ساتھ پڑھائی بھی کرنا اور
انتہہ کا شکر ہے کہ میں اپنے والدین کی لعین دلی داری
”کی دلی۔“

[illegible]

”میں نے سیکڑیں گولہ سڑیل لے کر آئیں تو
حکومت کی طرف سے کوئی پزیرائی نہ تھی۔“
”جی ہاں۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے بلایا تھا۔ ایوان اور
ویدے لڑ گئیں۔ کوہ وزیر اعظم کیلئے مصلحت سے آیا۔
وزیر اعلیٰ نے خلیفہ شہزادہ شریف صاحب سے بلایا تھا۔ اور
نقد اقلام بھی دیے۔ تو کافی اچھا رہا۔“ سیدنا اور
حکومت نے مستحق ملے اور اعلیٰ کی۔
”جی ہاں۔ خلیفہ شہزادہ شریف صاحب سے کچھ کھانا
چاہا۔“

”اور کیا تاجر نہیں کہیں جس میں ایسا ٹیلٹ رکھا
چاقو میں دھاکے آئیں اور ٹیلٹ دکھائیں۔ عجم
غیرہ۔۔۔ یہ سبست بڑی مشکل ہیں۔ کہل ٹانگ غلاب
وصال اور لڑائی ہمارے لیے بہت بڑی مشکل ہیں۔
صوف پر دہلی میں آگے کی طرف میں لے جاؤں۔
کھجور پانی کی دھامی ہوئے۔ انہوں نے کہ وہ مال رو
کے۔۔۔ مایہ۔۔۔ تجھے حاصل کرتا ہے
اسلام اور اس میں شہ آ آئے۔“

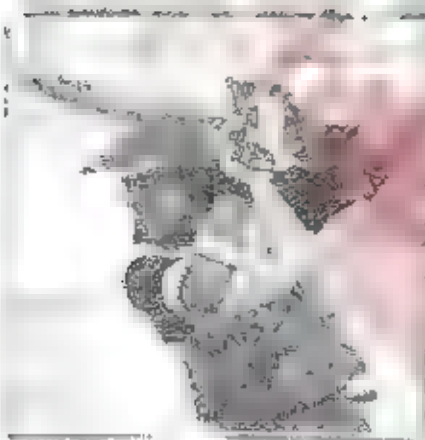
۱۔ وہاں کی ہے۔
 ۲۔ وہاں کی ہے۔
 ۳۔ وہاں کی ہے۔
 ۴۔ وہاں کی ہے۔
 ۵۔ وہاں کی ہے۔
 ۶۔ وہاں کی ہے۔
 ۷۔ وہاں کی ہے۔
 ۸۔ وہاں کی ہے۔
 ۹۔ وہاں کی ہے۔
 ۱۰۔ وہاں کی ہے۔

[illegible]

”ہزار ہا عورتیں اس کے ”نورِ فیس“ والے ”بسب“
 سے تیار ہوتی ہیں تو میں اپنے آپ کو بھینٹا
 دیتا۔ کیونکہ اس کی ہوں۔ اور اگر اپنے سر سے بھینٹا
 دیتا ہے تب میں دیکھتی ہوں کہ لڑکیاں زبان اچھا
 بولیں، چہرہ ٹھیک ٹھیک ہیں۔ اور انہیں کہہ کر
 پتہ چلے ہی ٹھنڈی ہوجاتی ہوں اور بھول جاتی ہوں
 کہ چہرہ ہوا بھی تھا۔“

۳۳
 "شادی کب کرتی ہے؟"
 "شادی کا سارا چلان انا ہی کے اچھوں۔ اور جب
 میں نے اس کے ساتھ شادی کر لی تو اس نے کہا کہ اس نے
 اس کے لیے جو تو مانگا اس کو دے دیا۔ میں اس کی
 بہت عزت کرتی ہوں۔ بہت پیار کرتی ہوں اور شکر
 گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس مقام تک پہنچایا۔
 اور یہ جب میرے لیے کوئی فیصلہ کریں گے تو مجھے قبول
 ہو گا۔"

”تو پھر فیڈر تو چھوڑنا ہے گی نہ؟“
 ”بالکل چھوڑ دوں گی اور پھر میرا بیان ہے کہ میں
 خواتین کی فلاح اور بہبود کے لیے کام کر رہی ہوں اس لیے میں
 جی سی پی سے میں نے بات بھی کی ہے۔ انہوں نے اس



”یہ سید ہوئے ہیں، میں کیا ہے۔ مجھے موقع ملتا ہے غور
 کر رہا ہوں۔“

”قلیٰ مسالک چاہتی ہیں۔ کیونکہ کیا عسکری کیا؟“
 ”وہ لوگ بہت آگے گناہوں میں ہیں۔ خاص طور پر
 آسٹریلیا، انڈونیشیا، ملائیشیا، سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور
 آگے گناہوں میں۔ وہیں بہت زیادہ ہے بہت سوچ سمجھ
 کر قدم اٹھاتا ہے کہ کچھ غلط نہ ہو جائے کیونکہ
 ”وہ مسالک میں اتنا واضح بہت براہ راست ہوا ہے اپنے
 ساتھ جو دیگر لوگوں کو لے کر چلتے ہیں تو بہت خیال
 رکھتے ہیں۔ وہیں کے لائیڈ آف اور مساتجھے ہیں۔“

”مکرات میں بہت جھول عمر سے لڑنے کے انور لڑائیں
 ”جیل ہیں۔ جھولنے شہوت سے تو زیب آپ جھلک سے
 باہر جاتی ہیں تو اب کو تو نہیں لیکن ان لڑکیوں کو نہیں کا
 یہ کہہ تو دو ماہو کا؟“

مستقل حکم میں جو لوگوں میں ہے کہ گرجے میں اور
پوسٹ گرجے میں بھی ہیں لیکن کچھ لوگوں کی ایسی ہوتی
ہیں جو اندرون شہر سے آتی ہیں تو ان میں سے کچھ
رہتے ہیں جس لیے ان میں بھی زیادہ پراپیگنڈا نہیں

”جنت شکر یہ اتنا قائم دیا۔ روٹا سری انکا کے لیے
 ہلاری دیا میں آپ کی ٹیم کے ساتھ ہیں۔ خدا کرے
 کی کامیاب ہوگی۔“

والدہ پر شادی کا ارادہ لے سب سے بھی سب سے برا ارادہ تھا۔ سب لوگوں نے محبت کا آئینہ غمگیناں ہوتی ہے جو اپنے تئیں دیکھ کر ہنس کر کہہ دیتی ہیں۔ والدہ کی انتہائی ہمتی کے لیے یہ خوشحالوں کے ہونے پانچ اولاد کے لیے حاکم دلی تھیں۔ والدہ کی ہمتی کے لیے یہ خوشحالوں کے ہونے پانچ اولاد کے لیے حاکم دلی تھیں۔

عزیزہ سیدہ



یہ سال 2005ء کی بات ہے جب میرا ایک شاکر دوست تھوڑے رزٹے کے سوچ پر ہل کے عنوان سے ایک فلم اسکول کے میں لوگوں پر دیا پر لکھی تھیں نے اس فلم کو دیکھا اور اس کے ایک ایک لفظ نے میرے دل پر بڑا اثر کیا۔

میں نے اس بچے کو آفس میں بل کر پوچھا کہ یہ فلم کمال سے لی تھی اس وقت وہ آنکھیں کلاس کا طالب علم تھا۔

اس نے بتایا کہ وہ فلم اس نے خود لکھی تھی میں نے بات سن کر ششدر رہ گئی تھیں نے اس سے پوچھا کہ اتنی خوب صورت فلم اتنے خوب صورت طور پر لکھی تھی اس میں کون سی چیزیں تھیں؟

اس کی آنکھوں میں میرے سوال کا جواب دیتے ہوئے آنسو تھے جنہیں دیکھ کر مجھے کی خاطر وہ مسکرا رہا تھا اس نے کہا۔

”میرا یہ سب میری ماں کی بددلی نے مجھ سے لکھوایا۔ جب میری والدہ کا انتقال ہوا اس وقت میں بہت چھوٹا تھا اس وقت بھی میں اپنی والدہ کے بارے میں یہ ہی کچھ کہتا تھا مگر میرے پاس الفاظ نہیں تھے جو چند لفظ میرے پاس تھے وہ اور وہ اور وہ۔ نوٹے ہوئے تھے ان کی بددلی میں لپٹ کر کہ بات نہیں کر سکتا تھا اب میں بڑھ گیا ہوں۔ اب میرے پاس اس کے اور اسے الفاظ ہیں جو اب اس کے بارے میں

اپنے دل کی بات کہتے ہیں میرا ساتھ دے سکتے ہیں۔ اس لیے ایک فلم کیا میں ان کے لیے بہت کچھ لکھ سکتا ہوں۔“

میں نے اس بچے کو چھٹی ہی اور کہا کہ بالکل بیٹا اب آپ لیتے ہوئے ہو گئے ہو کہ اپنی ماں کے بارے میں بہت کچھ بتا سکتے ہیں۔

اس بات کو جانے ساڑھے پانچ سال گزر گئے دوپہر اس عرصے پانچ ساڑھے پانچ سال اور آگے آگیا ہوا کہ اسے اپنی بات کہنے کا پہلے سے بھی زیادہ بہتر طریقہ آگیا ہو گا۔ اسی طرح میں خود بھی اس عرصے جو اس وقت میری تھی پانچ ساڑھے پانچ سال آگے آگئی ہوں مگر آج اپنی ماں کے بارے میں لکھتے ہوئے مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ میرے پاس لکھنے کا وہ دیرینہ پختہ ان کے لیے اپنے دل کی بات کہنے کو ناقص ہے اور میرے لیے اور

میں آج اس سلسلے پر اپنی پہلی اور پہلی اس وقت تھا جب اس کی والدہ کا انتقال ہوا تھا۔ میں بہت کچھ کہتا پانچ سال ہوئے مگر کہ نہیں پارتی۔ جس ہمتی نے مجھے جوانی لکھنا پانچ سال کرنا سکھایا تھا کہ لکھنا کا لفظ سکھایا وہ بتا رہا تھا کہ لکھنا میرے پاس تھے وہ اور وہ اور وہ۔ نوٹے ہوئے تھے ان کی بددلی میں لپٹ کر کہ بات نہیں کر سکتا تھا اب میں بڑھ گیا ہوں۔ اب میرے پاس اس کے اور اسے الفاظ ہیں جو اب اس کے بارے میں

میں نے 1986ء میں کہیں لکھنا شروع کیا اور ان 24 سالوں میں سب کچھ لکھ لیا ہے۔

اس میں ان میں اپنے طور پر لکھنا شروع کیا۔ کون ہے؟ میرا ایک ہی جواب ہو گا تھا۔ ”میری والدہ۔“

انہوں نے میرا تعارف کروانے کے بعد کہا کہ انہوں نے اور اور انگریزی اور سب سے بھی میرا تعارف انہوں نے ہی کر لیا۔ بہت چھٹی عمر میں ہی اگر شہر آؤ تو ”حلی“ ”غائب“ ”انقل“ ”شیکسپیر“ ”ڈکنز“ ”ہارڈی“ ”ہیچکوک“ ”ٹی بی سن“ ”کولنج“ ”ڈیڈ ہورن“ ”جیمز“ نام کے فلموں میں چلے ہو والے وہ انہیں بھی لکھیں۔ انہیں مطالعہ کا وہی تھا کہ وہ کالے سونے والے میں ہم تئیں سونے کو بھی لکھیں۔ ”اپنا اور اسی جنون نے مجھے الفاظ کا زنجیر میں استعمال کر کے لکھا دی ہوا ہے۔“

یہ بات کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ جو ہم قیلولہ بنوں کو انہوں نے صرف لوپ سے ہی



خبریں و کیں

غزل خوان

میں جل سلاک (آج کل اسی چیز کا نال ہے) ہندو میں جب ریڈیو پر گیا تو کونین کے بغیر سلیکشن نہیں ہوتا تھا۔ ریڈیو صاحب نے کہا میں نے پہلی عمل کروا کر آٹا جب میں فی وی لور اسٹیج کرنے لگا تو ریڈیو والوں نے پروگرام کرنے کی دعوت دی۔ میں نے صاف کہہ دیا کہ اگر مجھ سے پروگرام کروانا ہے تو شک بلائیں لیکن میں کونین نہیں ہوں گا چنانچہ مجھے کونین سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ تب کو اس کی ضرورت تھی بھلا کج کا فنکار ہے شک۔ ایک وقت 20 ڈراموں میں کام کر رہا ہے لیکن میرے 19 جگہوں سے نہیں مل رہے۔ جہاں تک سوال کمائی کا ہے تو ہدایت کار اور مصنف پر محبت سے آگے کمائی بڑھنے کو تیار نہیں۔ سولہ کروڑ کی کٹوری میں سولہ کروڑ کمائیں چھٹی ہیں کسی شخص کی اس بھانگر تو پوچھیں۔ میں ابتدا سے تربیت دے گا کہ اسٹیج پر بد تمیزی اور بد تمیزی والی بات نہ کی جائے اس کے جب مجھے انداز میں ٹیلیڈی پروگرام میں پہنچنے کی پیش کش ہوئی تو میں نے سچا جواب دیا کہ اگر چھوٹی بات پر ہنسوں گا تو لوگ نہیں سمجھیں گے کہ تمہاری ہنس پر ہنس رہا ہے۔ ہمارے نہیں ہنسوں گا تو کہیں کے کہہ دیا تو انکار میں کیا ہے لہذا وہ کام کرنا نہیں چاہیے جو تمہارا ہوتا ہے۔ اس کے ذرا کی پہچان بھی کی ہے۔

تربیت

ظاہر ہو رہا ہے کہ ہمارے بچے ہمارے بچے ہیں۔ موسیقی کے خاندان سے وابستہ ہونے کے باعث انہوں نے اپنی والدہ کے پیشے کو ہی اپنا واس حاصل کیا ہے۔ اس وجہ سے وہ کہیں نہیں نے والدہ کی وجہ سے اس فیلڈ کو اپنا واس حاصل کیا ہے۔ میرے والد کا انتقال ہوا تو والدہ نے اس صدمے کو



لوہجہ

گزشتہ دو دن کے عرصے میں کلیدی کی دنیا کے چار بڑے نام اپنے خالق حقیقی سے جاسٹس لین میں لیاقت سوکر مستند بیوریل اور زمین اختر کے نام شامل ہیں۔ تاہم جو مقام زمین اختر کو حاصل ہے اسے کلیدی کی نہیں کر سکتا بلکہ شہر ایسے فنکاروں میں جدا ہوتے ہیں۔ مزین کی بے ساختگی اور انسانی خوبی کی اس حوالے سے ایک مہذب انسان ہوئے ہیں۔ زمین اختر نے کہا کہ جو کرواؤ کلک ہو جائے وہ لہجہ بن جاتا ہے۔ میرے اندر ایک قطری بدلہ سبھی سے نفرت کی میری اغراضی غلبہ ہے۔ فن کی دنیا میں کلیدی ایسا شخص تو مل جاتا ہے جو بے گناہ ہو لیکن جہاں سے ہے سہرا ہو

جائے تو غلط کام ہوگا۔ چہاں کو منلو انداز میں پیش کرنے کا بندھن نہیں آتا ہے۔ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا ہے کہ "پہل" کے لوکار اپنے انٹرویو میں گوارہ کے جانے سے کچھ چیلنے سے گریز نہیں ہیں۔ کمرٹ میں ایمان علی، عارف اسلم، عیدہ، بیوٹل کامراں، عیدہ شامل ہیں۔ ہر مرتبہ کی طرح شعیب منصور نے موسیقی پر خاص دھیان دیا ہے۔ جسے سجاد علی احمد جہاں سب اور عارف اسلم نے ترتیب دیا ہے۔ جبکہ پس پردہ موسیقی باقر عباس نے دی ہے۔ فلم کے گانے عیدہ علی، شجاع حیدر، شبنم عیدہ، عارف اسلم، حدیقہ کیفی، احمد جہاں سب کے گانوں میں دیکھا کر کے گئے ہیں۔ یہ فلم بھارت اور پاکستان میں ایک وقت 20 مئی کو ریلیز ہوگی۔ انٹرویو ہوگی۔ یہ ہے کہ پاکستان کے "شوہن" میں مرتبہ کیا کارڈ سرانجام دینے میں کامیاب ہوتے ہیں۔



صاف گوئی

نویہ علی مارنگ شو کی ہرل عزت میں رہی ہوگی ہیں۔ ہمارا چانک کیا ہو اگر نویہ محترمت سے خطاب ہو گئیں اور ناظرین محض قیاس آرائیاں کرتے رہ گئے۔ اب اسے ان کی بات نہیں کہیں کیا کہ اس صورت حال میں بھی وہی لانا ضروری سمجھتی ہیں۔ سن کر کہتا ہے کہ۔

پرے پناہ والد کی دل جوئی کے لیے میں نے موسیقی سے ربط قائم کیا۔ والدہ کا کھلنے کا انداز بے حد سخت تھا۔ وہ تربیت میں سختی کی قائل تھیں۔ وہ ہمیشہ ریڈیو اور فی وی پر ریڈیو تک میں میرے ساتھ جاتیں۔ سر پر ڈھنڈے لے کر گانے کا کہتیں۔ مجھے کسی دوست کی سالگرہ یا اسکول ٹریپ پر جانے کی اجازت نہ تھی۔ میں مخصوص دوستوں سے مل سکتی تھی۔ ان سب کا مطلب یہ تھا کہ وہ قدامت پسند تھیں۔ وہ حقوق نسواں اور ترقی پسندی کی قائل تھیں۔ وہ شادی کے بعد عورت کو صرف جن تک دیکھنا چاہیے۔ جماعتی تھیں۔ وہ کہتی تھیں کہ چاہے گلوکارہ ہو اور کلینو ایک مقام پر بھر شادی کر۔ ان کا تین تھا کہ لڑکی کو اکیلے معاشرے میں چھوڑنا درست نہیں۔ اس طرح وہ بیک سٹی ہے۔ ان کی بیوی کے لیے اصولوں پر چلنا بھی تو ضروری ہے۔

کچھ مٹ کے

شعیب منصور کے لیے حدیث کا لفظ استعمال کیا



منہ پر ہے
کارچی
سرخ سرخ
لک
شکل دنیا
بلدی
ترکیب :

کر لیں درمیان ساٹھ کے س لیس لورن کو چٹکے
میت وحو کر صاف کر کے خشک کر لیں۔ اب ان کو
درمیان سے کاٹ کر ان کے بیچ نکال دیں۔ نخل میں
سب سالے طہیت ہی ملا دیں۔ نمک اور سرخ سرخ
پیس کر ملا دیں۔ یہ نخل سے پیگا ہو اسلا کر ٹیوں میں
بھر کر ان کو دھاگے سے بند کر دیں۔ پانی صلا اور نخل
ایک مرتبہ میں ڈال کر کر لیں۔ سائے والے دیں اور
چار پانچ دن تک نہ کھولیں۔ روزانہ دو تین گھنٹے
دھوپ میں رکھیں۔ چار پانچ دن کے بعد کر لیں کا
رنگ بدل جائے گا اور نمیت عمرہ کر لیں کا چار تیار
ہو جائے گا

آلو بخارے کا مرہ

ضروری اجزاء :
آلو بخارے سیاہ سخت
چینی
عق کلاب
سیاہ سرخ
سبز الائچی
ترکیب :

آلو بخارے کو لٹھڑے پانی سے دھو کر قلعی شدہ
کھلے منہ کی چٹیلی میں ڈال کر کچھ دیر ٹال پر رکھ دیں۔
یہاں تک کہ وہ پیلے ہو جائیں۔ اب انہیں آلو بخارے
ایک دو سری چٹیلی میں گودہ سیریشا ایک پو پانی اور
عق کلاب ڈال کر دھیں آگ پر پختہ کریں۔ یہاں تک

کر چاشنی کو انگیروں میں لینے سے تار بہتے تک۔ اب
اس چاشنی میں آلو بخارے ڈال کر پکائیں۔ ساتھ ہی
پانی چٹیلی ڈال دیں۔ جب پانی سوک جائے تو آلو بخاروں
کی خالیاں اور چٹکے علیحدہ کر لیں اور شند کی طرح
کاڑھ سے مرتبہ کو ٹھنڈا ہونے کے لیے رکھ دیں۔ جب
ٹھنڈا ہو جائے تو اس میں سیاہ سرخ سیریشا پانی اور کوٹھ
ملا دیں۔ ایک صاف شیشے کے مرتبان میں ڈال کر ڈھکنا
بند کر دیں کہ اندر ہوا نہ چلے پائے۔

ہرے مسالے کا رائتہ

ضروری اجزاء :
دہی
ہر لودھیا
پودینہ
ہری مرچیں
کر لیں پتے
کو کوٹھ پاؤڈر
لہسن
نمک
سفید زیرہ
فکھر
ترکیب :

تمام اجزاء کو اچھی طرح میں لیں۔ پھٹے ہوئے
دہی میں حسب ذیل ریت ہرے مسالے کی چٹکی ڈال کر
مکس کریں۔ تھوڑی سی تیل میں ڈال کر فریج میں
رکھیں۔ ہرے مسالے کا ذائقہ دار رائتہ تیار ہے۔



آسان طریقہ دار تیار کیا
ایک صحت مند اور کتنا چاہیے

• ایک بار پختہ میں ایک می می می
• کھانے کے بعد پانی پانی پانی
• 100% صحت مند اور کتنا چاہیے
• 100% صحت مند اور کتنا چاہیے
• 100% صحت مند اور کتنا چاہیے
• 100% صحت مند اور کتنا چاہیے

اپ کا اورچی خانہ

اسما اقبال عکراں

- 1: کھانا پکانے وقت پیشہ سب سے پہلے نہایت ڈانٹے پھر گرم دھواں کی محنت اور سب سے آخر میں پسندنا پسند کا خیال رکھنا چاہیے۔
- 2: کھر میں لب تو مسلمان عموماً اطلاع دے کر ہی آتے ہیں اور یہ بھی بتا کر آئیں تو یہ بھی کھانا تو کھانا ہے بہت سی فائی ڈسٹیں ہیں جو صرف 20 سے 30 منٹ تک تیار ہو جاتی ہیں مگر میری مٹن ہانڈی کھا کر سب یہ ضرور کہتے ہیں کہ کسی بھی ریستوران سے اسچی ہے ترکیب کچھ یوں ہے کہ۔

مٹن ہو سکتی ہانڈی

گوشت (کولڈ ڈال)	آدھا ٹلو
لہسن اور گھی	آدھا چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
سرخ مرچ	ایک چمچ
ہلندی	لوٹا چمچ
سو کھا دھنیا	ایک چمچ
زیرہ	ایک چمچ
تیل	حسب ضرورت
گرم سلا (سیاہ)	تو حلاجی
نمک	آدھا کلو
ہری مرچ	6/7 عدد
اور ک (تاریک کٹا ہوا)	تھوڑا سا
پروٹین	تھوڑا سا
نکھن یا دسی سبھی	ایک چمچ
ترکیب :	

سب سے پہلے گوشت کو برتن گرم کر لیں اور اس میں اور ک سب سلائے ساتھ گرم کر کے ڈال کر 10

منٹ ریفریجریس میں ساتھ ہی مٹی کی ہانڈی میں بھی گرم کر کے اس میں نمک ڈال دیں جب نمک کل کر چسٹ بن جائے تو اس میں گوشت بھر سناہل کے ڈال دیں گوشت کا پانی خشک ہو جاتا چاہیے پھر نمکوں میں گوشت کو اچھی طرح بھوسیں کہ مٹی اور آجائے اس کے بعد ہانڈی کو دم لگا دیں۔ سو کر تھوڑی سی مٹی یا نکھن کا ایک چمچ ڈال کر گرم سلا "ہرا دھنیا" باریک اور ک اور ہریک کٹی ہوئی ہری مرچ چھڑک دیں مزید اور مٹن ہانڈی تیار ہے۔ (آپ چکن بھی استعمال کر سکتی ہیں۔)

3: چکن وادھی صورت کی سلیقہ مندی کا تینہ وار ہوتا ہے۔

چکن کی مٹنالی ویسے تو تیار ہی کرتی ہے لیکن مٹنالی کے بعد مٹنالی کرنا بہت ضروری ہوتا ہے کبھی کر کے دیکھئے پراسنو آتا ہے جس کو چپین سے مٹی کر دیتی ہوں چکن کی مٹنالی میں کیٹ کو پیشہ تر چھو دیں اور ممکن ہو کے تو سب کیٹ میں مٹنالی لگا دیں کبھی مٹی میں کاکرٹ وغیرہ نہیں ہوں گے (آنا لاش شراب ہے) اور ایک نام مٹنالی کو کٹک روٹا کی ہے۔ یہ سب اس کی پیشہ بہت تعریف ہوتی ہے مولہ سال کے بعد مٹی کا لٹا ہے اس کے لیے یہ ہے کہ پوئے روزانہ دھوئیں گے بھی ایک کلا صلیب ہوتا ہے اس کے اور اس کا بیج برائے کے ساتھ پھروئے کہ چھوئے کے پتے ہیں ان کو کبھی نظر انداز نہ کریں۔

4: ہشتہ ڈن کی بھی بہت کثرت رکھتا ہے بلکہ ایک ریستورنٹ کے مطابق لڑکیوں کو رات ہشتہ کرنا چاہیے اور لڑکوں کو کم اس سے ان کا بارغ زیادہ مفید کام کرتا ہے۔ جس میں ہشتہ ہشتہ باقی ہوں چھوئے چھوئے مسکے لیے جس میں روزانہ رکھی ہوتی ہے پھر مٹنالی کھڑے پھر ان کے لیے چھوئے پھول پر مشتمل ہوتا ہے اور ہشتہ میں اپنی میڈ کے آنے کے بعد کرتی ہوں تاکہ وہ بھی میرے ساتھ کرنا گرم ہشتہ کر کے۔ ہشتہ میں بہت سی چیزیں ہٹاتی ہوں ایک ترکیب یہ بھی ہے کہ تو اس فریج ٹرسٹ بنائیں تو اس کے اور کبھی مل اشکاش یا سیاہ جات

لگا دیں بہت اچھے لگتے ہیں۔ ہر مل آن کپ کے لیے یہ جھنڈا تیار کرتے ہیں۔

ایک یا ونیز سٹینڈی

اجزا :	
انڈے ایلے ہوئے	دو عدد
ہاونیز	3 برے چمچے
نکھن	1 برے چمچ
کالی مرچ	حسب ذائقہ
نمک	حسب ذائقہ

انڈے کو کھانے سے پیش کر لیں۔ چھوئے اور نکھن ملا کر نمک سے ڈالیں اور چسٹ بنیں پھر ڈال دیں روٹی پر ڈاکر کٹارے کاٹ کر اس میں ہانڈی اور کھانے بھی ڈال سکتی ہیں۔ ہر مٹنالی کو مل میں پیک کر لیں آتش زدن۔

5: چکن کی مٹنالی ویسے تو تیار ہی کرتی ہے لیکن مٹنالی کے بعد مٹنالی کرنا بہت ضروری ہوتا ہے کبھی کر کے دیکھئے پراسنو آتا ہے جس کو چپین سے مٹی کر دیتی ہوں چکن کی مٹنالی میں کیٹ کو پیشہ تر چھو دیں اور ممکن ہو کے تو سب کیٹ میں مٹنالی لگا دیں کبھی مٹی میں کاکرٹ وغیرہ نہیں ہوں گے (آنا لاش شراب ہے) اور ایک نام مٹنالی کو کٹک روٹا کی ہے۔ یہ سب اس کی پیشہ بہت تعریف ہوتی ہے مولہ سال کے بعد مٹی کا لٹا ہے اس کے لیے یہ ہے کہ پوئے روزانہ دھوئیں گے بھی ایک کلا صلیب ہوتا ہے اس کے اور اس کا بیج برائے کے ساتھ پھروئے کہ چھوئے کے پتے ہیں ان کو کبھی نظر انداز نہ کریں۔

6: موسم کو مد نظر رکھنا ضروری ہے اور فطرت کا شکر گزار ہو کر چاہے جب ہمارے ملک میں چار موسم اس کے ساتھ رنگ پر گئے چھل و بھڑاں ہیں اور ہر چھوئے موسم کے کھانے کا کدو اور ڈالنے سے بھر پور ہو چھوئے موسم کی سبزیوں اور پھلوں کو کھانے کا لکڑی کا کدو نہیں ہو تاکہ اس کا کدو ڈالنے سے جنوری میں ہٹا دے اور جون میں نہیں اور آگست میں لطف دیتے ہیں نہ کہ دسمبر میں اس لیے میری رائے تو یہی ہے کہ ہر موسم کے چھل اور سبزیوں کو ان کے اپنے موسم میں استعمال میں لائیں۔ یہ یقیناً "صحت بخش" بھی ہیں اور ذائقہ دار بھی۔

7: اچھا کھانا پکانے کے لیے بہت ضروری ہے کہ آپ اپنی پختی کے ساتھ بہت تیار کرتے ہوں اور کام کو بوجھ سمجھ کر نہ کیا جائے دل سے لگن سے کھانا پکایا جائے اور جب کھانا پکانا شروع کریں تو 7 مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر شروع کریں انشاء اللہ کھانا بہت لذیذ رہے گا۔

8: چکن کی مٹنالی کو بڑے ذائقہ میں بہت اظہار کرتے اور پختی پختی ہو جاتا ہے۔

- 1- جب کوئی چیز فرانی کریں تو تیل میں ایک سو دو رنگ ڈال دیں فرانی کی ہوئی چیزیں کھانا کھانا پختی ہو جائے۔
- 2- اور ک مٹن کے پیٹ میں تھوڑا سرسوں کا تیل ڈال دیں ذائقہ بخشنے اور خراب نہیں ہوگا۔
- 3- فریج میں کو کھانا یا کھنگ پھوڑا دیں نہیں پختی آئے گی۔
- 4- جب بھی چلوں کا زور نہ بنائیں لکڑی کا چھوئے استعمال کریں۔ اسکیل کے چھوئے سے چھل اڑ جائے گی۔
- 5- بچوں کی روز موکی غذا میں سوٹف * کاجر اور سبزی کا استعمال رکھیں کبھی انکھوں کی حفاظت نہیں ہوگی۔
- 6- اپنی زندگی میں شبت سوچ رکھیں اور اس پر ایمان رکھیں کہ جو کرنا ہے اللہ کرنا ہے اور اللہ جو کرنا ہے وہ نہ ہوگا۔

خوف

ہم اپنی زندگی بے جا خوف میں گزار دیتے ہیں حالانکہ کمزور قوتوں میں خوف کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ خوف کی مختلف صورتیں ہیں جیسے شادی کا خوف، امتحان کا خوف، والدین سے جدائی کا خوف، دوسروں کا خوف، نفس کا خوف، اندرونی کا خوف، مٹی پر جانے کا خوف، کسی سے آگے سے ملنے کا خوف، مستقبل کا خوف وغیرہ۔

انسان جس طرح بعض حالات میں خوش رہ کر خوش ہو جاتا ہے اور بعض حالات میں رنجیدہ ہو کر غمگین ہو جاتا ہے یا رو آتا ہے اس طرح وہ حالات میں متاثر ہو کر یہ نشان دہی کرتا ہے اور پھر یہ عادت بن جاتی ہے جس سے بچنا چاہئے مشکل ہو جاتا ہے لہذا ہر وقت انسان خیر یا بد نظر آتا ہے اس کے چہرے پر ہر وقت اسی اور پریشانی نظر آتی ہے۔

یہ بات اچھی طرح سمجھنی چاہیے کہ پریشانی محض ایک عادت ہے اور یہ عادت ہی عادت ہے یا اس کو یوں سمجھ لیجئے کہ انسان جب اپنے صدمہ سے فضا کا گھبراہٹا ہوا نظارہ دیکھتا ہے تو اس کو پریشانی ہوتی ہے اور وہ بدنامی کی پوری قوت اسی قسم کے خوف اور احمقوں کی وجہ سے داخل ہوتی رہتی ہے۔ مختصر یہ عرض کرنا ہے کہ پریشانی کو خود پر سوانہ کریں۔ اللہ پر بھروسہ کریں۔



ذاتی طور کو دواوی اور تنگ مزاجی پیدا کرنے کی ایک وجہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ ہر شخص میں قوت حاصل کرنے کی خواہش ہے اور وہ ان کو فخر و تکلف دینے یا جانے دینے والی قوتوں کو کسی کام میں نہ لایا جائے تو یہ ذاتی قوتیں پلٹ کر گویا اپنے آپ پر حملہ کرتی ہیں اور چرچہ اپن اور دواوی کی یہ کیفیت جنم لیتی ہے۔

ایک بار ایک ماہر نفسیات کو ایک ایسی عورت کا تجزیہ کرنے کا اتفاق ہوا جو معمولی معمولی باتوں پر اس قدر غصہ ہو جاتی کہ دیکھنے والے کو خوف آتا تھا۔ اس کی اور ذہنی نشانیوں میں اس کے جھوٹے دکھائی دیتے تھے۔ یہ عورت سمندر کے کنارے ایک نہایت عالی شان ہوٹل میں آکر ٹھہرتی تھی۔ مختصر یہی طاقت کے بعد یہ واقعہ ہو گیا کہ عورت کے متعلق وار ہونے میں قطعاً شکام نہیں اور اسے کسی جسم کی کوئی باتیں اور جسمانی تکلیف بھی نہیں۔ اس کی حالت کا وہ زمانہ ہو کر اس کی اپنی ذہنی باتیں تھا۔

میں نے بھی جتنی ہوں اس کے بعد گیارہ بجے کے قریب بار آتی ہوں سارا موسم اچھا ہے تو میرے لیے طاقی ہوں۔ اگر موسم ایر ہو تو تو ہر محل کے ڈانگہ روم میں بیٹھ کر اخبارات دیکھتی ہوں۔ دوسرے کاکھانا کھا کر سو جاتی ہوں اور شام کی چائے کے وقت غنیمت سے بیٹھ کر پیتی ہوں۔ رات کا کھانا کھانے کے وقت تک بات نہیں کرتی ہوں یا کار میں اور ادھر ادھر کو گم آتی ہوں۔ رات کا کھانا کھا کر تاش خیلے کی کو شش کرتی ہوں مگر اس قدر غیر عقلی ہے کہ نو بجے سو جاتی ہوں۔

بے شمار گورنریں خصوصاً امیر طبقہ کی گورنریں محض اس لیے تنگ مزاجی کا شکار ہو جاتی ہیں کہ ان کو کوئی کام نہیں کرنا پڑتا۔ اگر وہ گورنریں قوتوں کو پھر سوئی افسردہ اور افسوس سے جات مل سکتی ہے۔

مرد و عورت کا معلوم شہر

آپ کی موجودہ ذہنی کیفیت کی صرف ایک وجہ ہے وہ یہ کہ آپ اپنے حالات سے اپنے موجودہ ماحول سے غرار چاہتی ہیں اس لیے خیال و خیال میں پناہ لے رہے ہیں۔

جس تک کمزور ذہنی یا عقلی بن کا تعلق ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کی ذہنی اور دواوی یا عقل نہ ہوں وہ بھی بڑے ہی کمزور حالات ماحول کی غرض کی وجہ سے اس کیفیت کا شکار ہو گئی ہوں۔

شادی کو صرف خاتمہ ان تک ہی سمجھ کر دیتے اور صرف آپ کی ہی دیتے کرتے ہیں۔ بہت سے مسائل جنم لیتے ہیں۔ اس سے عمل کمزور ہوتی ہے اور اعلیٰ نسل میں بہت سی باتوں کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جوڑے میں بھی بہت سے جھگڑوں اور چھینچھڑیوں کا باعث بنتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ آپ صدیوں کے ان تجربہ کار مردان کو نہیں بدل سکتیں۔

آپ کے فکر کے حالات کے بارے میں علم نہیں ہے کہ آپ کے لیے یہ ممکن ہے یا نہیں لیکن آپ جس ذہنی کیفیت کا شکار ہیں اس کے لیے بہت ضروری ہے کہ آپ کسی ایسے شخص سے گفتگو کریں جو اس میں بہت کمزور ہو۔ آپ کا مسئلہ ایسی باتوں سے حل ہو سکتا ہے لیکن اگر یہ شخص نہ ہو تو یہ مشکل ہو گا۔

اپنی باتوں کے بارے میں فکر نہ کریں کیونکہ آپ اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتیں ویسے اس صورت میں جبکہ لڑکا اور لڑکی دونوں اعلیٰ نسل میں ہیں شادی ہونا ممکن نظر نہیں آتا۔

ایک بات کہنا چاہوں گا کہ آپ کامیابی تلاش شروع کریں جب آپ کامیابی لکھیں گی تو ذہن مصروف رہے گا اور آپ کی ذہنی تنہائی کا مسئلہ ہی صورت میں حل کر آپ کو ان خیالوں سے محفوظ رکھے گی۔

آپ کی بات

جس ایک شادی شدہ خاتون ہوں میرے دلچسپ ہے۔ آئی میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں جو انٹرنیشنل میں رہتی ہوں۔ میری ساس کی ایک شفیق خاتون ہیں البتہ میری ساس میرے لیے مسئلہ بنی ہوئی ہیں۔ میں ایک اسکول میں پڑھاتی ہوں۔ میرا بیٹا بیچے سے رات گئے تک کو لڑکے کی طرح جیتی رہتی ہوں پھر بھی تنقید کا نشانہ بنتی ہوں۔ میرے ہر کام میں گہرے اور سویر ہو جانے پر الگ باتیں کرتی ہوں۔ ساس میری حمایت کرتی ہیں مگر بیٹوں کے آگے بے بس ہیں (شاید اس لیے کہ ساس بھی جالب کرتی ہیں یا یہی امیری خاندان خاصا تعلیم یافتہ ہیں مگر میرے مسائل سمجھنے کو تیار نہیں۔ شوہر الگ رہنے کو تیار نہیں کہ پھر وہ نہیں سہوں اور وہ کو کس کے سارے پھوڑیں (میں بڑی اور غیر شادی شدہ ہیں) مگر شوہر بیچوں ملازمت اور ساس کا خیال و فتنہ میرے فرائض میں شامل ہے۔ شادی کے پانچ سالوں میں ہی میں ہر طرح ٹھک گئی ہوں۔ خدا ارہمے تائیں میں کیا کروں؟

ج: ہاں میں زندگی میں سب سے اہم چیز اعتدال ہے۔ ایک حد تک کا معلوم ہے۔ ہر کام میں دو میانی رہنا بہتر ہے۔ بہت زیادہ احمقانہ یا زیادہ وقاری بھی بہت توجہ نہیں لگنا چاہیے۔ سب سے پہلی بات تو یہی ہے کہ افسانہ ایک حد تک بھانا ہے پھر ٹھک کر کرنا ہے۔ بہت سی خواتین جو خود پر جبر کر کے اپنے اور بہت سے بوجھ لادتی ہیں۔ وہ تو جسمانی عوارض کا شکار ہو جاتی ہیں یا کمزور ذہن میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ سرور تو جیسے مستقبل ہو جاتا ہے۔ آپ کو شوہر سے ایک مثال دینا چاہیے۔ خدا ارہمے تائیں رات کی حد تک کسی کو نشانہ بنانے کی اجازت نہیں دینا چاہیے۔

ہر حال جو ہو سہو ہوا۔ آپ آئندہ کے لیے یہ مشورہ تو نہیں دیا جاسکتا کہ آپ کے شوہر آپ کو علیحدہ گھر میں رکھیں گے تاکہ ہو سکا ہے کہ وہ معاشی طور پر اس کے متحمل نہ ہوں۔ ساس کی دیکھ بھال آپ کی ذمہ داری نہیں ہے جبکہ ان کی رہائش جو خود ہیں۔ اسی طرح سارے کام اپنے ذمے لینے کے بجائے کاموں کی مناسبت تقسیم ہونا چاہیے اور چونکہ آپ کو بیچوں کی دیکھ بھال بھی کرنا ہوتی ہے اس لحاظ سے تھوڑی سی رعایت ملنا چاہیے۔ انہوں کی باتوں پر کوئی نہ دیں اور انہیں مناسب گفتگوں میں تھامیں کہ آپ جو کام کر رہی ہیں اس سے زیادہ کرنا آپ کے لیے ممکن نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ وہ (سائرس) خاموشی اختیار کریں۔

ہاں ہاں کہہ لو اس میں ضرور سوال و جواب ہوئے
 ہیں۔
 خشکی کے لیے آپ دعا ذیل استغفر پر عمل کریں۔

- 1- نفلوں اور سوسوں کے خالص نفل کو برابر مقدار
 میں ملا دیں اور اس سے سر پر مالش کریں۔
- 2- ہنٹے میں ایک بار انیس کی سفیدی اور زردی
 خوب پھیلت کر سر میں لگائیں اور اچھی طرح مالش
 کریں تقریباً ۱۰۰ بار ہنٹہ لگا دینے دیں پھر نیم گرم پانی
 سے دھو لیں۔

3-
 یسوں کا رس جیس گرام
 گچا دودھ پیچاس گرام
 ان دونوں چیزوں کو ملا کر سر کے بالوں میں اور ان کی
 جڑوں میں خوب اچھی طرح لگا کر میں اور دھو کر ہنٹے بعد
 دھو لیں۔ ہنٹے میں دودھ سے زیادہ یہ استعمال نہ
 کریں کیونکہ سر کے بالوں کا زیادہ استعمال کرنے سے
 بالوں کے قدرتی رنگ پر اثر پڑتا ہے۔

4-
 سرکہ دس ملی لیٹر
 پانی پچیس ملی لیٹر
 پانی کو تھوڑا گرم کر کے سرکے میں ملا دیں۔ اسے
 دھوپ کے ساتھ بالوں کی جڑوں میں دلت کو سونے سے
 پہلے آہستہ آہستہ لگا دیں اور سونے وقت سر پر کپڑا
 باندھ لیں۔ صبح کی آفتاب سے پہلے گھیر کر سوپ سے بال
 دھو لیں۔ یہ عمل ہفتہ میں دوبارہ کریں۔
 دھوپ کے بالوں کی خشکی اور روکھائی دور کرنے کے لیے
 تھوڑے سے دھوپ میں ایک چمچ سرسوں کا تیل ملا کر
 لگائیں اور خوب مساج کرنے کے بعد نیم گرم پانی سے
 دھو لیں۔



ہفت روزہ طبی مجلس

صدف جیس۔ کراچی

ہیں : میرے ہل تو پہلے ہی مت کرتے تھے لیکن
 شیمپو کے استعمال سے مزید کرنے لگے ہیں اور خشکی
 بھی بہت زیادہ ہو گئی ہے بل اتنے کمزور ہو گئے
 کہ جان اور ساتھ ہی خشکی سے بھرے پڑے ہیں۔ کوئی
 نسخہ بتائیے کہ یہ خشکی ختم ہو جائے۔
 راج : سب سے پہلے آپ اپنی غذا پر توجہ دیں۔ جلد
 اور بالوں کے لیے سب سے ضروری چیز ہے کہ ہماری
 غذا میں سبزیاں اور پھل شامل ہوں خصوصاً وہ پھل
 جن میں آئرن پایا جاتا ہے اور کچھ کھلی ہوئی جگر مرچ
 مساوی دلی اشیاء سے پرہیز کیا جائے۔ شیمپو آپ
 استعمال کر رہی ہیں اگر وہ آپ کو نقصان دے رہا ہے تو
 اس کا استعمال بند کر دیں اور بجلی شیمپو استعمال کریں۔

**We at Paksociety.com giving
 you the facility to download
 urdu novels,Imran
 series,Monthly digests with
 direct links and resumeable
 direct link along with the
 facility to read online on
 different fast servers**

**If site is not opening .or you
 find any issue in using site
 send your complaint at
 admin@paksociety.com**

or

**send message at
 0336-5557121**